لاہور کے

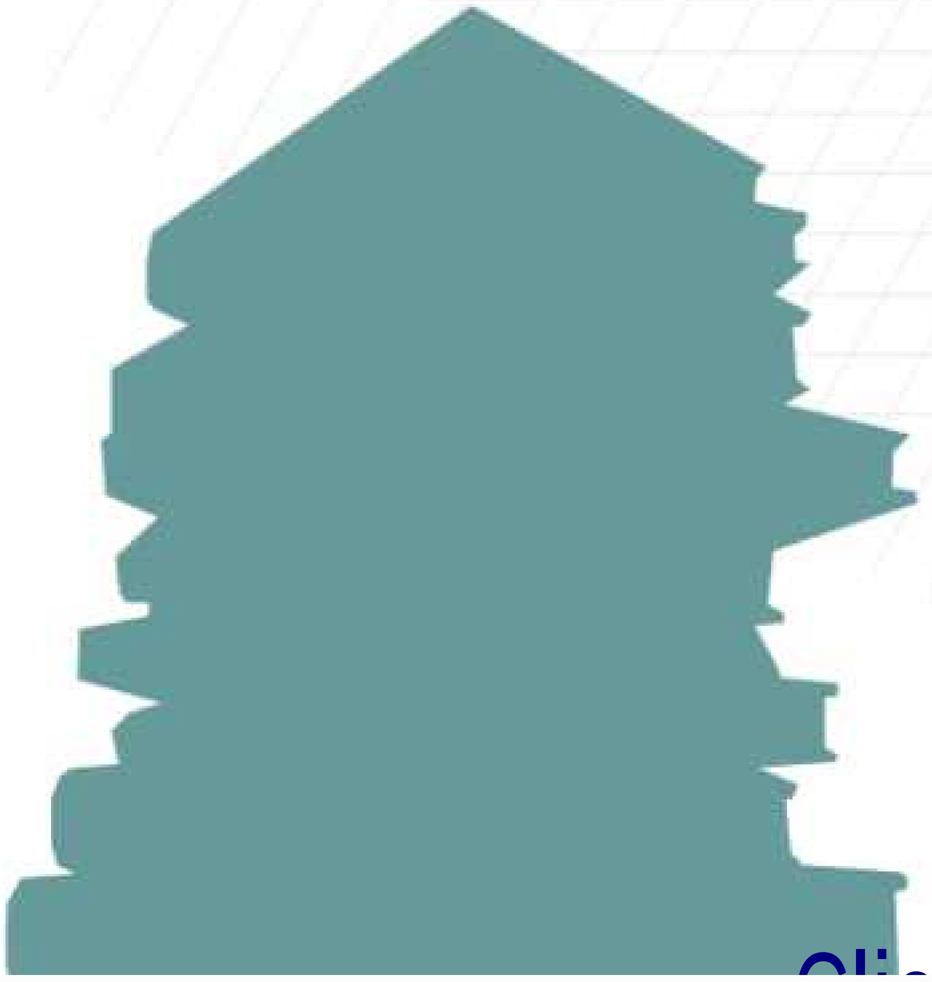
اولیائے نقشبندیہ مجددیہ



مصنف

صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور



لاہور کے
اولیائے نقشبندیہ مجددیہ

مصنف

صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

لاہور کے
اولیائے نقشبندیہ مجددیہ

باہتمام — ملک شبیر حسین

سن اشاعت — مئی 2011ء / ربیع الثانی 1432ھ

طابع — اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ — ورڈز میکر

سرورق — اے ایف ایس ایڈورٹائزرز لاہور 0345-4653373

قیمت — -/250 روپے

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

اِنتساب

صاحبزادہ محمد سُرور احمد کے نام:

- جو جانشینِ مسعودِ ملت، عزیز ملت ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب مدظلہ العالی کے جگر گوشہ ہیں،
- جو مجددِ عصر حضرت مسعودِ ملت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے ہیں،
- جو شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ العزیز (م-۱۴/شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۲۸/نومبر ۱۹۶۶ء) کے پڑپوتے ہیں۔
- جن کے آباء و اجداد علم و فضل کے اعتبار سے برصغیر پاک و ہند میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں،
- جن کے جد امجد فقیہہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م-۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء) کی فقاہت و ثقاہت اپنے زمانہ میں مسلمہ تھی،
- جن کی ولادت کی پیشگوئی ان کے والا شان دادا جان نے ان کے والد گرامی کی ولادت کے موقع پر "ابوالسرور" کی کنیت سے فرمائی۔
- جن کی ولادت کی خوشخبری آپ کے دادا جان کو مدینہ منورہ میں ملی،
- جن کی ولادت سے قبل ولادت کی مبارکباد آپ کے دادا جان کو روضۂ رسول کریم ﷺ کے سامنے ملی،
- جن کی ولادت پر ان کے دادا جان نے فرمایا:

"مولیٰ تعالیٰ نومولود کو اجداد کرام کا نمونہ بنائے —— آمین!"

- —— جن کی ولادت ۵/ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ/یکم مارچ ۲۰۰۱ء بروز جمعرات شب ۳ بجے ہوئی۔
- —— جن کی ولادت ان دس راتوں میں ہوئی جن کی سورہ الفجر میں قسم کھائی گئی،
- —— جن کا نام وہ رکھا گیا جس کا ذکر سورہ الدھر میں ہے،
- —— جن کے نام کی تصدیق پڑدادا جان نے اپنے فرزند نسبتی ڈاکٹر فرید الدین بیگ کے خواب میں "سُرور" کہہ کر فرمائی۔

مولیٰ کریم موصوف کو ہمہ صفت موصوف بنائے، اہلِ خانہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنائے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ کے تمام وابستگان کی امیدوں کا مرکز بنائے۔ اللّٰھم ربنا آمین!

خاکپائے صاحبدلاں

محمد عبدالستار طاہر مسعودی عفی عنہ

مشمولات

باب نمبر ۵: اولیائے کرام ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۹ء

باب نمبر ۶: حیات مشائخ کرام واہلِ علم وفضل

کتابیات:

ابتدائیہ

محمد عبدالستار طاہر مسعودی

برصغیر پاک و ہند میں یوں تو اولیائے کرام کی آمد کا سلسلہ مسلمان فاتحین کی آمد کے ساتھ ہوا۔ ان کی فتوحات کا سلسلہ تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز پر ہوا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس سے قبل صحابہ کرام برصغیر پاک و ہند میں قدم رنجہ فرما چکے تھے۔

۴۰۵ ھ میں ہندوستان پر غزنوی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ پہلی مسلمان حکومت تھی جو اس خطۂ پاک و ہند میں قائم ہوئی۔ غزنوی خاندان کا دور ۴۰۵ ھ تا ۵۸۲ ھ تک رہا۔ اس خاندان کے پہلے فرماں روا سلطان محمود غزنوی تھے۔

غزنوی خاندان کے بعد غوری خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان کے پہلے حاکم محمد شہاب الدین غوری تھے۔ اس دور میں خاندانِ غلاماں بھی حکومت میں رہا۔ یہ دور ۵۸۲ھ تا ۶۸۹ھ تک رہا۔

اس کے بعد کا دور خلجی خاندان کا دور ہے۔ یہ بتیس سال پر مشتمل ہے۔ یہ دور ۶۸۹ھ تا ۷۲۱ھ پر محیط ہے۔ اس کے پہلے حکمران فیروز شاہ دوم تھے۔

پھر ۷۲۱ھ تا ۸۱۵ھ تغلق خاندان کا دور ہے۔ اس کے پہلے حاکم غیاث الدین تغلق تھے — تغلق خاندان کے بعد ۸۱۷ھ تا ۸۵۲ ھ خاندانِ سادات کا دور آیا۔ خضر خان اس خاندان کا پہلا حکمران تھا۔

اس کے بعد لودھی خاندان برسر اقتدار آیا۔ بہلول لودھی اس خاندان کا پہلا

حکمران تھا۔ یہ حکومت ۸۵۲ھ تا ۹۳۲ھ تک قائم رہی۔ ابراہیم لودھی کے بعد شاہانِ دہلی کی حکومت ختم ہو گئی اور بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنا ڈالی۔

ان شاہانِ دہلی کا دورِ حکومت پانچ سو سال پر محیط رہا۔ اس دور میں بے شمار اولیائے کرام لاہور تشریف لائے۔ زیادہ تر بزرگانِ اسلام کا لاہور سے باہر سے تعلق تھا جو تبلیغ دین کے لیے یہاں جلوہ افروز ہوئے اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ ان صوفیاء کرام کی مساعی جمیلہ اور اخلاق حسنہ سے بہت سے غیر مسلم متاثر ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔

ان حکومتی عمل داریوں کے مطابق صوفیاء کرام کو تین ادوار کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے:

● ـــ دورِ اول کے صوفیاء عظام:

جو غزنوی دور سے لے کر لودھی دور میں ہوئے ـــ غزنوی دور میں سب سے پہلے حضرت سیّد میراں حسین زنجانی چاہ میراں میں تشریف لائے ـــ غوری دور میں سب سے پہلے حضرت عزیز الدین پیر مکی، راوی روڈ تشریف لائے ـــ خاندانِ غلاماں کے دور میں سب سے پہلے آنے والے حضرت پیر بلخی ہیں جو کشمیری بازار میں رونق افروز ہوئے۔ پھر تغلق خاندان کے دور میں حضرت اسحٰق گازرونی وارد لاہور ہوئے جن کا مزار اندرون مسجد وزیر خاں ہے ـــ لودھی دور حکومت میں سب سے پہلے حضرت شاہ کاکو چشتی تشریف لائے۔ آپ کا مزار مسجد شہید گنج لنڈا بازار میں ہے۔[۱]

● ـــ دورِ ثانی کے صوفیاء کرام:

یہ دور مغلیہ خاندان کی حکومت پر محیط ہے جو بابر سے شروع ہو کر عالمگیر دوم پر مشتمل ہے۔ ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء حکمران رہا۔ بابر کے بعد ۱۵۳۰ء تا ۱۵۴۰ء نصیر الدین ہمایوں حکمران رہا ـــ پھر جلال الدین اکبر کا دور حکومت پچاس سال تک

۱۔ عالم فقری، علامہ تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء (ص ۱۸ تا ۲۱ ملخصاً)

رہا ــــ اکبر کے بعد اس کا بیٹا نور الدین جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر کے بعد شہاب الدین شاہجہان حکمران ہوا۔ اس کا دور ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ اکتیس سال رہا۔ اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ کی حکومت پچاس سال رہی۔[1]

مغلیہ دور حکومت میں چاروں سلاسل کے بزرگ تشریف لائے، انہوں نے فروغ اسلام کے لیے اپنے اپنے انداز میں خدمات انجام دیں۔

● ــــ دور ثالث کے اولیائے کرام:

مغلیہ سلطنت کے بعد احمد شاہ درانی کا دور آتا ہے جو ۱۷۵۲ء تا ۱۷۹۹ء پر مشتمل ہے ــــ پھر سکھوں کا دور حکومت ہے جو ۱۷۹۹ء تا ۱۸۴۱ء پر مشتمل ہے جو تقریباً پچاس سال پر محیط ہے۔ سکھوں کے بعد ۱۹۴۷ء تک انگریز راج رہا ــــ پھر پاکستان وجود میں آ گیا ــــ ان حکومتی عمل داریوں میں جو اولیائے کرام فروغ دین کے لیے سرگرم عمل رہے، دور ثالث انہی کے اذکار پر مشتمل ہے۔[2]

عہد مغلیہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ لاہور میں زیادہ فروغ نہ پا سکا لیکن اس دور میں حضرت خواجہ خاوند محمود ایشاں اور حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی کی خدمات لائق ستائش ہیں۔ ان دو جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ پیر زہدی، عبدالواحد نقشبندی اور ابو محمد نقشبندی بھی اسی دور میں ہوئے۔[3]

مغل عہد حکومت کے بعد دور ثالث میں بہت سے نقشبندی بزرگ لاہور میں ہوئے۔ ان میں سیّد منور علی شاہ، حضرت سیّد میر جان کابلی، سیّد سیّد محمود آغا، خواجہ غلام مرتضیٰ، پیر عبدالغفار شاہ، سیّد دیدار علی شاہ، شاہ حاکم علی، خواجہ خدا بخش، محمد نبی بخش حلوائی، مہر محمد صوبہ وغیرہ شامل ہیں۔[4]

۱۔ عالم فقری علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، ص ۱۲۷ تا ۱۳۰ ملخصاً

۲۔ ایضاً، ص ۲۷۲

۳۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۴۔ ایضاً ص ۳۷۳

زیرِ نظر کاوش کو درج ذیل ابواب کے تحت ترتیب دیا گیا ہے:

۱-باب نمبر۱: اولیائے کرام ۱۵۰۱ءتا ۱۷۰۰ء

۲-باب نمبر۲: اولیائے کرام ۱۷۰۱ءتا ۱۸۰۰ء

۳-باب نمبر۳: اولیائے کرام ۱۸۰۱ءتا ۱۹۰۰ء

۴-باب نمبر۴: اولیائے کرام ۱۹۰۱ءتا ۲۰۰۰ء

۵-باب نمبر۵: اولیائے کرام ۲۰۰۱ءتا ۲۰۰۹ء

۶-باب نمبر۶: حیات مشائخ کرام واہلِ علم وفضل

ناسپاسی ہوگی اگر ان محسنین کا ذکر نہ کیا جائے جنھوں نے اس ضمن میں کسی نہ کسی طور تعاون فرمایا:

۱-پیرومرشد کریم مجدد عصر حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز (م-۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء/۲۲/ربیع الثانی ۱۴۲۹ء)

۲-صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی (م-۹/اپریل ۲۰۰۹ء/۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۰ء) (بانی مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور)

۳-پروفیسر قاری محمد رفیق مسعودی (خلیفہ مسعود ملت، امیر بزم ارباب طریقت، لاہور)

۴-مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی (ادارہ علم وادب، والٹن)

۵-برادرم محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی (نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور)

۶-ڈاکٹر شیر محمد مسعودی (مدرس مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ)

اور دیگر زعماء واہلِ قلم وفضل جن کے تذکار سے یہ طشتِ گل وسمن مہک رہا ہے۔

○

پیرومرشد حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ (م-۲۲/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء) کے زیرسرپرستی ہر سال کراچی میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے۔ ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے لیے احقر کو ''لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ'' کے زیرعنوان مقالہ لکھنے کے لیے حکم فرمایا۔ مقالہ لکھنے بیٹھا تو

موضوع اپنے پھیلاؤ کے ساتھ بہائے چلا گیا۔ اور خیر سے کافی ضخیم ہوگیا۔ یہ مقالہ ۶۴ خُلد مکانی اور ۱۹ حیات اہلِ علم و فضل کے تذکار پر مبنی ہے۔ وقت کی تنگ دامانی کے پیش نظر مذکورہ کانفرنس میں مقالہ کا خلاصہ پیش کیا گیا جو ۲۰۰۸ء کے "یادگار مجددؒ" (مطبوعہ امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی) میں شامل ہوا۔ —— بعد ازاں مزید جستجو رہی اور ممکنہ اضافات ہوتے چلے گئے۔ مولیٰ کریم اپنے محبوبوں کے دامن سے وابستہ رکھے اور انہی کے راستے میں چلنے کے لیے استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

یکم رمضان ۱۴۲۹ھ
۲ ستمبر ۲۰۰۸ء

خاکپائے صاحب دلاں
محمد عبدالستار طاہر مسعودی عفی عنہ

لاہور پر نقشبندی مجددی افکار کے اثرات

پروفیسر محمد اقبال مجددی

(رئیس شعبہ تاریخ، اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور)

لاہور کو برصغیر پاک و ہند کے مسلم عہد اور اس سے پہلے بھی سیاسی اور سماجی مرکز کی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ مسلمانوں کے عہد حکومت کے آغاز ہی سے لاہور کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اسے مسلمانوں کی ولایت یعنی افغانستان سے ملحق کر دیا گیا اور لاہور براہ راست اسی ولایت کے علمی و سماجی اثرات سے متاثر ہونا شروع ہو گیا۔ غزنوی فتوحات کے ساتھ ہی لاہور کو علمی مرکز کی حیثیت سے جانا پہچانا جانے لگا۔

یہاں اس ولایت کے اکابر اہلِ علم و عرفان آنے اور بسنے لگے۔ ان بزرگوں میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش غزنی (افغانستان) سے طویل سیاحت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے۔ آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو لاہور میں قیام کا حکم فرمایا جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہمارا شہر لاہور چوتھی صدی ہجری تک عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

صرف ایک صدی میں ہی اسے شہرتِ دوام نصیب ہوئی اور چھٹی صدی ہجری (بارہویں صدی عیسوی) میں جب اسلامی ہند کی تاریخ کی پہلی کتاب ''تاج الماثر'' کے نام سے حسن نظامی نیشاپوری نے لکھی تو اس نے لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اسے:

- ——قبلۂ احرار و ابرار
- ——کعبۂ اشراف
- ——مرکز اہلِ تقویٰ
- ——مامن زہاد و عباد

اور

● ——مسکن اقطاب واوتاد

قرار دیا۔

اس عہد کے دوسرے اہم مؤرخ فخر مدبر نے (تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، ۳۰
نے جس کی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گزرا تھا، لاہور کو

● ——مرکز اسلام ہند اور

● ——ثانی دار الملک غزنین کا درجہ دیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز (۱۷۹ھ-۱۰۳۴ھ/۶۴ئ۱۵-۱۶۲۴ء)
متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور بعض اوقات تو مدتوں یہاں مقیم رہے —— آپ کے والد
گرامی مخدوم عبدالاحد کے بھی لاہور تشریف لانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

(محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات)

لاہور دور وسطیٰ میں بھی ایسا مقام تھا جہاں کسی نہ کسی طور پر اہلِ علم وفن آتے جاتے رہتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سوانح نگار ابتداء میں اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ لاہور جانے اور وہاں قیام کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں (زبدۃ المقامات، ص ۴۱)۔ آپ اپنے مرشد کے ساتھ پورا ایک سال لاہور میں مقیم رہے' پھر آپ کئی مرتبہ اکیلے بھی لاہور تشریف لائے۔ یہاں کے علماء مشائخ سے آپ کی صحبتوں کے دل نشین واقعات بھی ملتے ہیں۔

لاہور کے مشہور عالم مولانا محمد جمال تلوی کا آپ کی خدمت میں آنا اور وحدت الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور ان کے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بلند کلمات سن کر بے ہوش ہونے کا ذکر تو ''حضرات القدس'' میں بھی کیا گیا ہے —— ''زبدۃ المقامات'' ص ۲۲۷/۲۲۸ میں لکھا ہے کہ آپ کی مجالسِ لاہور میں عوام کثرت سے شریک ہوتے تھے —— علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی سے آپ کی لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ

الرحمہ کے وصال کے ایام (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) میں لاہور میں ہی تھے کہ وصال کی خبر ملی۔ سیدھے دہلی جا کر آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وصال کے بعد بھی آپ کا علماء و صوفیہ لاہور سے برابر رابطہ رہا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ شیخ ملاّ محمد طاہر لاہوری، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے، اور یہی بزرگ آپ کے فرزندان گرامی کے استاد بھی تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے انیس (۱۹) مکاتیب لاہور کے علماء و مشائخ کے نام ہیں۔ ان اکابر کے علاوہ آپ نے لاہور کے سات صوبہ داروں کے نام مکاتیب ارسال فرمائے ہیں—— لاہور کے صوبہ دار نواب قلیج محمد خان کے نام محررہ ایک مکتوب (مکتوب نمبر ۷۶، جلد ۱) سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(۱) اس زمانے میں شرع اسلامی تعطّل کا شکار تھی۔

(۲) نواب قلیج خان کی بدولت لاہور میں احکام شرعیہ کو رواج ملا تھا۔

(۳) نواب کے زمانہ صوبہ داری میں دینِ اسلام کو تقویت ملی اور ملتِ اسلامیہ کی ترویج ہوئی۔

(۴) حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک لاہور ایسے قطب ارشاد کی مانند ہے جس کے وجود سے سارے ہندوستان میں خیر و برکت جاری و ساری ہے۔

(۵) اس لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نظر میں اگر لاہور میں دینِ اسلام کی ترویج ہو گئی تو سمجھ لیجئے کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں ترویجِ ملت اور تقویتِ دین کے امکانات روشن ہو گئے۔

(۶) اس مکتوب کا تعلق حتمی طور پر آپ کی تحریک احیائے دین کے آغاز سے ہے۔

نواب قلیج خان ایک پرہیزگار، متقی اور متصلّب قسم کے سُنّی بزرگ تھے—— جہانگیر بادشاہ نے اپنے دوسرے سال جلوس (۱۰۱۵ھ/۱۶۰۷ء) میں ہی نواب قلیج خان کو لاہور کا صوبہ دار (گورنر) بنا دیا تھا—— حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اس مکتوب کا

تعلق ان کی اسی صوبہ داری سے ہے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ یہ چاہتے تھے کہ جہانگیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہی راسخ العقیدہ طبقہ امراء، بادشاہ اسلام نور الدین جہانگیر کا قرب حاصل کر لے اور تاخیر کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ''مسلمانانِ ہندو مزاج'' اور صلح کُل وعقلیّت کے دعوے دار بڑھ کر بادشاہ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور حالات پھر سے اکبر بادشاہ کے عہد جیسے ہو جائیں —— نواب قلیج خان تقریباً پانچ سال لاہور کے گورنر رہے۔ ان کے زمانے میں لاہور میں اسلام کو فروغ ہونا شروع ہو گیا —— ان کے بعد جب جہانگیر نے اپنے چھٹے سال جلوس (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) میں لاہور کو ایک اور بزرگ منصب دار نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کو بطور جاگیر دے دیا۔ اس علاقے میں شعائر اسلامی کو مزید تقویت ملنا شروع ہو گئی —— یاد رہے کہ نواب مرتضٰی خان فرید بخاری وہی بزرگ شخصیت ہیں جن کے نام حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے کئی مکاتب ہیں جن میں انہیں عہد اکبر میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو قیامت گزری تھی، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے جہانگیری دور میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے متعدد مرتبہ ترغیب بھی دلائی تھی۔ نواب مرتضٰی فرید، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مرتب و بنا کردہ ''جرگہ مردانِ دولتِ اسلام'' کے سپہ سالار تھے —— گویا جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے عہد جہانگیری میں احیائے دین کا بیڑا اٹھایا تو آپ کا پہلا قدم اور پہلی منزل یہی مبارک خطہ لاہور تھا۔

کتاب ''مقاماتِ معصومی'' میں لکھا ہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کا نکاح لاہور میں کیا۔ روم سے ایک نجیب الطرفین سیّد خانوادہ میر صفر احمد رومی کا رہتا تھا۔ جن کے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء سے روابط تھے۔ یہ بزرگ سیّد اسی سال آپ سے بیعت ہوئے تھے...... اس نکاح مسنون کے دوران اور بعد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مدتوں لاہور میں مقیم رہے اور یہاں کے علماء و صوفیہ اور طبقہ امراء کثیر تعداد میں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے لشکر جہانگیری کے ساتھ رہنے کی پابندی (۱۰۲۹ھ ــــ ۱۰۳۳ھ) کے دوران لشکر کے ساتھ لاہور میں خواجہ قاسم کی حویلی میں قیام اور وہاں ''اسرار و معارف اور کمالاتِ فناء و عدمیّتِ اشیاء'' کے ظہور کا ذکر کیا ہے (مکتوبات معصومیہ، جلد اول مکتوب نمبر ۲۵، ۱۰۶، ۱۰۷)

لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے قیام کرنے کے مندرجہ ذیل معاصر شواہد ملتے ہیں:

- ــــ شیخ صفر احمد رومی کے ہاں (مقامات معصومی، ص ۷۲)
- ــــ ملّا محمد طاہر لاہوری کے ہاں (زبدۃ المقامات)
- ــــ حویلی خواجہ قاسم نقشبندی (مکتوباتِ معصومیہ)
  (واقع محلہ حاجی سوامی، موجودہ قلعہ گجر سنگھ)
- ــــ حویلی جدید (واقع گزر تلا نزد میو ہسپتال) (زبدۃ المقامات/مکتوباتِ معصومیہ)

ان کے علاوہ لاہور کی مقامی روایات کے مطابق مغلپورہ (غازی آباد) میں ایک قدیم مسجد ''مسجد نور'' کے نام سے ہے۔ مشہور ہے کہ اس مسجد میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے قیام کیا اور نمازیں ادا کیں۔

مختصر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جب احیائے دین کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ کی سب سے پہلے جس خطے پر نظر پڑی وہ یہی ہمارا شہر لاہور تھا۔ یہاں آپ نے لاہور کے مختلف گورنروں، علماء اور مشائخ سے تعلقات قائم کئے اور ایک جامع پروگرام کے تحت یہاں سے تحریک کا آغاز اس طریقہ سے فرمایا کہ اس کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں ہونے لگے اور آپ نے اپنے مکتوب میں جہاں لاہور کو ''قطب ارشاد'' قرار دیا تھا وہ واقعی عملی طور پر ایسا ہی ہو کر نمودار ہوا۔[۱]

---

[۱] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: ''حضرت مجدد الف ثانی کا لاہور سے رابطہ'' مشمولہ ارمغان امام ربانی، ص ۱۲۱ تا ۱۲۷ مطبوعہ لاہور ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۷ء

باب نمبر۱:

اولیائے کرام: ۱۵۰۰ء تا ۱۷۰۰ء

مولانا شیخ اسماعیل لاہوری

سلسلہ نقشبندیہ کی قدیم ترین شخصیت جو پاکستان و ہند میں تشریف لائی وہ مولانا شیخ اسماعیل لاہوری (ف۔ ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء) تھے۔ یہ بزرگ علم حدیث وفقہ کے ماہر تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور امیر سیّد جمال الدین عطاء اللہ محدث کے شاگرد اور مسندِ وقت تھے۔ امیر عبداللہ ہروی معروف بہ میر قطبی (خلیفۂ شیخ جلال واعظ ہروی بخاری) سے سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت رکھتے تھے۔[۱]

۱۔ غوثی مانڈوی: گلزارابرار، نسخۂ مانچسٹر، ورق ۳۱۸ ب بحوالہ مقاماتِ معصومی، جلد۱، ص۱۱

حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی

(میانی صاحب)

حضرت ملاّ محمد طاہر بندگی ابتدائی زمانے میں قادری سلسلہ میں حضرت خواجہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمہ کے زیر تربیت رہے ـــــ خواجہ سکندر کیتھلی وہ قادری بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو سیّدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تبرکات کی امانت سے نوازا تھا اور حضرت مجدد نے ان تبرکات غوثیہ کو وصول کرتے وقت اپنی گردن جھکا کر قدمی ھذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ کی شہادت دی تھی۔

قادری سلسلہ میں تربیت:

حضرت ملاّ محمد طاہر بندگی لاہور میں ایک جیّد عالم دین اور روحانی رہنما کی حیثیت سے مانے جاتے تھے۔ آپ ایک طرف حضرت خواجہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں مرید تھے، اور دوسری طرف خواجہ محمد آدم بنوری (مدفون بہ جنت البقیع، مدینہ منورہ) کے جلیس زاویۂ روحانیت تھے۔ ان دونوں بزرگانِ دین نے حضرت ملاّ طاہر بندگی علیہ الرحمہ کو قادری سلسلہ میں تربیت بھی دی اور ہم نوائی بھی کی اور آپ کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی سے شرف بیعت:

آپ کی وفات کے بعد حضرت ملاّ محمد طاہر بندگیؒ حضرت مجدد الف ثانی کے پاس سرہند حاضر ہوئے، وہاں چند روز آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ نہ صرف حضرت مجدد الف ثانی سے پہلے ہی واقف تھے بلکہ علم و روحانیت کی راہوں میں یکساں رواں تھے۔ آپ

نے حضرت مجدد کے مقامات کو ملاحظہ کیا تو آپ سے بیعت کی التجا کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے —— حضرت مجدد الف ثانی نے اس جوہر قابل کو اس قدر چمکایا کہ وہ ''قطب لاہور'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔ پھر ان کے علمی و روحانی مقامات کے باعث حضرت مجدد الف ثانی نے لاہور کو ''دار الارشاد'' قرار دیا۔ اپنے دو صاحبزادوں (خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم) کو آپ کی علمی تربیت میں دیا۔ اس طرح حضرت ملاّ طاہر بندگی اپنے پیرومرشد کے صاحبزادگان کے استاد بھی تھے، اور سلسلہ مجددیہ کی خانقاہ کے سربراہ بھی تھے۔

اندرونِ لاہور میں سلسلہ تدریس:

حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی لاہور کے اندرونی علاقہ (جہاں اب چونا منڈی اور اعظم کلاتھ مارکیٹ ہے) کے محلہ اسحاق میں ایک بہت بڑے درس کے سربراہ تھے۔ آپ کے ایک شاگرد رئیس حافظ جان محمد نے لاہور سے باہر (جہاں اب میانی صاحب کا قبرستان ہے) اپنے باغ میں مجددی مدرسہ اور خانقاہ کی تعمیر اور ترویج پر کمر بستہ رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خصوصی تربیت سے حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی نے لاہور کو بقعہ علم و روحانیت بنا دیا۔ ہزاروں شاگرد تربیت پا کر نکلے۔

خلفاء و کرام:

آپ کے پانچ خلفاء اپنے وقت کے سالکانِ طریقت تھے:

- —— ابو محمد قادری (مدفون میانی صاحب، لاہور)
- —— سیّد صوفی (مدفون، دہلی)
- —— خواجہ آدم بنوری (مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ)
- —— لکھن مست (مدفون موری دروازہ، لاہور)
- —— شیخ ابو القاسم (مدفون، جدہ شریف)

آپ کے خلیفہ ابو محمد قادری لاہوری کا مزار آپؒ کی چاردیواری کے گوشۂ جنوبی میں ایک چبوترہ پر ہے —— ایک اور خلیفہ شیخ لکھن مست یا کھلن مست کی قبر موری دروازہ

کے باہر میونسپل باغ کے اندر ہے۔ یہ قبر نواب غلام محبوب سبحانی رئیس لاہور نے تیار کرائی تھی —— واضح رہے کہ ابومحمد قادری اپنے والد حافظ جان محمد کے بعد رئیس میانی قرار پائے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔[۱]

سکھ دور میں بربریّت:

سکھوں نے اپنے دور اقتدار میں حضرت طاہر بندگی کی خانقاہ مدرسہ، مسجد اور عظیم الشان کتب خانے کو برباد کر دیا —— حضرت خواجہ طاہر بندگی علیہ الرحمہ کا مزار قبرستان میانی صاحب لاہور میں آج بھی مرجع خلائق ہے —— آپ کے مزار کے وسیع احاطے میں چار ہزار حفاظ کرام آسودۂ خاک ہیں جن میں خاصی تعداد مجددی، قادری اولیاء اللہ کی ہے۔[۲]

ازواجِ مطہرات:

آپ کی دو بیبیاں تھیں لیکن اولاد کسی سے نہیں ہوئی۔ دونوں کی قبریں آپ کے مقبرہ میں گنبد کے نیچے موجود ہیں ——

۲- پہلی شادی ماہ خانم دختر مرزا احسان اللہ اور دوسری شادی عصمت النساء دختر سیّد عبداللہ سے کی۔[۳]

کمال استغناء:

شیخ محمد طاہر لاہوری قادری نقشبندی کے اشاروں کی برکت سے ہزاروں لوگ مراتب عالیہ پر پہنچے۔ آپ تمام عمر کسی دولت مند کے پاس نہ گئے اور نہ ان کو اپنے دربار میں بار دیا۔ حضرت کتب احادیث و تفسیر کی کتابت کرتے اور ہدیہ کر کے گزر اوقات کرتے اور رات بھر خدام کی تلقین اور عبادت الٰہی میں گزارتے۔ یہ بزرگ سلسلہ قادریہ میں اپنے عہد کے قطب وقت تھے۔ کوئی سائل دین و دنیا کا جوان کے دروازے پر آیا خالی نہ گیا۔

---

۱ محمد الدین فوق، منشی: مآثر لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

۲ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر مشمولہ جہانِ امام ربانی، جلد ۶، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

۳ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

وصالِ پُر ملال:

ان کی وفات بروز پنج شنبہ وقت چاشت آٹھویں ماہ محرم ۱۰۴۰ھ میں ہوئی اور عمر چھپن برس کی پائی۔ حضرت فرماتے تھے کہ:

"میری وفات کے بعد جو شخص میرے احاطہ مزار میں مدفون ہوگا، میں نے خدا سے مانگا ہے کہ وہ جنتی ہو"۔[1]

بعد از وصال تصرفات:

مشہور ہے کہ آپ کے مزار پُرانوار کے اردگرد جس قدر قبور ہوں گی ان سب پر رحمت الٰہی نازل ہوگی۔ یہ بات بھی ابتداء سے مشہور چلی آتی ہے کہ چبوترہ، مزار جس پر حضرت کی قبر ہے، تابش آفتاب سے سردی تو سردی، گرمی کے موسم میں بھی گرم نہیں ہوتا۔ دھوپ میں کیسی ہی شدت کیوں نہ ہو چبوترہ ہمیشہ سرد رہتا ہے۔[2]

---

[1] غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء

[2] محمد الدین فوق، منشی: یادرفتگاں، مطبوعہ لاہور

سیّد میر صفر احمد رومی

(ملتان روڈ)

حضرت میر صفر احمد رومی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے تھے۔[1]

سیّد میر صفر احمد رومی کی لاہور تشریف آوری:

''روضۃ القیومیہ'' کے مؤلف نے میر صفر احمد کے روم سے (براستہ مدینہ منورہ) لاہور وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔

میر صفر احمد رومی، حضرت مجدد الف ثانی کے پہلے سفر و قیام لاہور ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء کے دوران حاضر خدمت ہو کر شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تھے (روضۃ القیومیہ ۱/۱۱۹) اور حضرت مجدد حضرت خواجہ محمد معصوم کی شادی سے پہلے کئی مرتبہ لاہور تشریف لائے جس میں دیگر اصحاب کے ساتھ میر صفر احمد رومی بھی حاضر ہو کر خلافت یاب ہوئے۔[2]

قیام لاہور کے دوران میر صفر احمد رومی کے بھائی میر مظفر حسین بھی حضرت مجدد کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔[3]

حضرت مجدد الف ثانی سے قرابت داری:

حضرت خواجہ محمد معصوم کی میر صفر احمد کی دختر کے ساتھ شادی حدود ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء

---

1. محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقاماتِ معصومی (مترجم)، جلد ۴، ص ۸۱/۸۲
2. مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۸۴
3. مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۸۳

میں ہوئی (روضتہ القیومیہ ۱/۱۷۴)۔ اس عفیفہ کا اسم گرامی سیدہ رقیہ تھا۔ یہ میر صفر احمد کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ حضرت خواجہ کی ساری اولاد اسی خاتون کے بطن سے ہے۔

جس سال میں یہ شادی اور رخصتی ہوئی میر صفر احمد کے بھائی میر مظفر حسین کا بھی انتقال ہوا۔

حضرت میر صفر احمد رومی کی جائے تدفین:

حضرت میر صفر احمد رومی کے مدفن اور مزار کے محل وقوع کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا مدفن شہر لاہور کی فصیل سے باہر ملتان روڈ کے کنارے واقع ہے لیکن اس وقت اس مزار مبارک کا اس محل وقوع کے مطابق کہیں نشان نہیں ہے۔ لاہور کی تاریخ پر لکھی جانے والی کتابیں ان کے ذکر سے خاموش ہیں۔

"مقاماتِ معصومی" کی تالیف ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء سے ستاون سال قبل عبداللہ خویشگی قصوری نے ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء میں "اخبار الاولیاء" لکھی تو اس وقت "دریائے راوی کی طرف" اِس مزار کا وقوع تھا۔ ممکن ہے دریائے راوی کے رُخ تبدیل کرنے کے دوران یہ متبرک مزار دریا برد ہو گیا ہو' تاہم "مقاماتِ معصومی" کی تالیف ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء تک موجود اور مرجع خلائق تھا۔[1]

---

[1] مقاماتِ معصومی، جلد۴، ص۸۴ تا ۸۶

حضرت شیخ ابو محمد نقشبندی

(میانی صاحب)

مغلیہ دور میں قدیم لاہور سے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا جس میں زیادہ تر آبادی بڑے بڑے علماء وفضلاء پر مشتمل تھی۔ اس زمانہ میں علماء کے لیے پنجاب میں لفظ ''میاں'' استعمال کرتے تھے، اس لیے علماء کی یہ بستی عوام الناس میں میانی (یعنی علماء کے رہنے کی جگہ) کے نام سے مشہور ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بستی کے رہنے والے عالم کسی نہ کسی طرح شاہی دربار سے منسلک رہتے تھے۔ اس لیے سرکاری طورِ پر اس گاؤں کا نام شاہ پور تھا۔

حضرت شیخ ابو محمد نقشبندی قادری کے والد اسی گاؤں کے ایک رئیس تھے۔ ان کا نام حضرت حافظ جان محمد تھا۔ آپ اس گاؤں کی آمدنی وصول کرتے تھے، اور پھر علماء اور فضلاء میں تقسیم کر دیتے تھے۔

ولادت باسعادت:

شیخ ابو محمد اسی گاؤں میانی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد بذات خود قرآنِ پاک کے حافظ تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے صاحبزادے کو سب سے پہلے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھایا۔ اس کے بعد دیگر علوم کی تعلیم میانی کے علماء سے دلائی۔ میانی ان دنوں علماء کی آبادی تھی، اس لیے آپ کو علماء وفضلاء کا ماحول میسر آیا تو آپ نے بہت جلد علوم ظاہری حاصل کیے۔

بیعت وخلافت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد خلافت پائی۔ حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی نے میانی میں مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ مرشد کریم کے وصال ۱۶۳۰ء کے بعد خلیفۂ نامدار کی حیثیت سے آپ اس مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ قریب ہی حضرت سیّد خیر شاہ کی قبر بھی ہے جو آپ کے بعد اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔[۱]

عہد شاہجہان میں آپ کی فضیلت:

عہد شاہجہانی میں آپ مشائخ لاہور میں ایک بلند مقام رکھتے تھے، آپ یہاں کے رئیس مقرر ہوئے۔ آپ کی ذات اقدس علوم باطنی میں یگانۂ آفاق تھی۔ کسی وجہ سے علماء کا آپ سے اختلاف ہو گیا۔ اس نزاع سے بہت سے علماء اس بستی کو چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ صرف آپ کا خاندان ہی رہ گیا۔ اس طرح آمدنی بھی بہت کم ہو گئی۔ کچھ مدت کے بعد مکھڈ کے ایک بزرگ عالم میر علی، شاہی حکم کے مطابق اس گاؤں میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کا اور حضرت ابو محمد کا اتفاق رائے ہو گیا۔ میر علی نے اپنے پانچ بزرگوں کے صندوق مکھڈ سے منگوا کر یہاں دفن کیے اور ان کی قبریں بنوائیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے یہ گاؤں ''میانی پنج ڈھیڑا'' کے نام سے مشہور ہو گیا —— پنجابی میں قبر کو ڈھیڑی کہتے ہیں۔

وصال اور تدفین:

ان کی وفات ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔[۲]

آپ کا مزار حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی علیہ الرحمہ کی چار دیواری کے جنوبی گوشہ میں ایک پختہ چبوترے پر واقع ہے۔[۳]

۱۔ رسالہ نقوش، لاہور نمبر، لاہور، ص ۴۹۸

۲۔ محمد الدین فوق، منشی: مآثر لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

۳۔ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

حضرت سیّد خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں
(بیگم پورہ)

آپ کا اصل نام خاوند محمود تھا لیکن آپ کو جامع کمال اور صاحب حال وقار ہونے کی وجہ سے حضرت ایشاں کہا جاتا تھا۔ آج بھی آپ تاریخ میں اپنے اصل نام کی بجائے اسی نام سے مشہور ہیں۔ ''آں شان'' فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: ''وہ شان'' یعنی بڑی شان والا —— جس طرح رسول خدا ﷺ کے مبارک نام کو اکثر مقامات پر آں حضرت کے خطاب سے مزین کیا جاتا ہے اسی طرح آپ کے عقیدت منداور مرید آپ کو ادب و احترام کے لحاظ سے ''حضرت ایشاں'' کے نام گرامی سے پکارتے ہیں۔[1]

لاہور میں نقشبندی سلسلے کی بنا:

آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کے والد میر سیّد شریف بن خواجہ ضیاء بن خواجہ میر محمد دین تاج الدین حسین بن خواجہ علاؤ الدین عطار[1] شہنشاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے داماد اور خلیفہ تھے۔ حضرت ایشاں نے لاہور میں نقشبندی سلسلہ کی ایک زبردست خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ خانقاہ آج بھی آپ کے مزار کے ساتھ بیگم پورہ نزد باغبانپورہ کے قریب ایک بہت ہی وسیع جگہ اور بلند و بالا روضہ کے ساتھ واقع ہے۔

آپ کے صاحبزادے نے اس خانقاہ کی رونق کو برقرار رکھا —— پھر آپ کے خلفاء خاص ملّا میر جاہ کابلی اور محمد آغا کابلی نے نقشبندی فیضان کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ نے لاہور میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا تو مغل شہزادیاں سلطانہ سلیم بیگم (بابر کی نواسی)

[1] اخلاق احمد میاں: تذکرہ حضرت ایشاں، مطبوعہ شاد باغ، لاہور ۱۹۸۵ء

اورگل رخ بیگم (بابر کی بیٹی) نے نہایت عقیدت سے بیعت حاصل کی اور یوں شاہی خاندان کی مستورات میں سلسلہ نقشبندیہ کو پھیلایا۔ شاہی خاندان کے اکثر امراء سلطان خسرو، مرزا عزیز کوکہ، خانِ اعظم جیسے امراء آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ کی وفات ۴ر نومبر ۱۶۴۶ء/۱۲ر شعبان ۱۰۵۲ھ بعہد شاہجہان لاہور میں ہوئی۔[1]

ولادت باسعادت:

حضرت خواجہ سیّد خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاں ۹۶۵ھ کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے خلیفہ اویسی تھے۔[2] خواجہ ابو اسحاق سفید کی سے بیعت ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دینیہ بخارا میں حاصل کی۔ ممالک اسلامیہ کی سیاحت کی۔ دوران سفر کشمیر جنت نظیر تشریف لائے تو مغل شہنشاہوں نے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ دہلی، لاہور اور آگرہ میں اکبری امراء کو دعوتِ رُشد و ہدایت دیتے۔ شیعہ رافضی آپ سے بڑے ہراساں تھے۔ کشمیر میں تدریس علوم اسلامیہ کا مرکز قائم کیا۔ امراء مغلیہ کی تحریک پر لاہور تشریف لائے اور یہاں تبلیغ و تدریس کا کام شروع کیا۔[3]

بخارا میں فیض رسانی:

حضرت ایشاں بڑے عابد، زاہد، متقی، ولی اور قطب وقت تھے، اور بزرگ ایسے تھے کہ اپنے وقت میں ثانی نہیں رکھتے تھے ـــــ آپ نے مدرسہ سلطانی بخارا میں علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی اور ایسے طاق ہوئے کہ یگانۂ آفاق ہوئے۔ علماء میں آپ کا فتویٰ مشہور تھا۔ دور دور آپ کا شہرۂ کرامت تھا۔ بادشاہ بخارا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرفراز ہوتا تھا۔

---

[1] اقبال احمد فاروقی پیرزادہ: پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر، مشمولہ جہان امام ربانی، جلد ۶، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

[2] اصطلاح تصوف میں اویسی اسے کہتے ہیں جس نے کسی بزرگ کی وفات کے بعد اس کی روح سے فیض حاصل کیا ہو۔ طاہر

[3] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہل سُنت و جماعت لاہور، ص ۲۸۹، مطبوعہ، لاہور ۱۹۸۷ء

ہنوز بارہ برس کی عمر میں پہنچے تھے کہ آپ نے قرآنِ مجید حفظ کیا اور چودہ برس کی عمر میں آپ کل علوم کے حافظ ہو گئے۔ علمائے عہد سے کسی کو طاقت نہ تھی کہ ان کے سامنے علمیت کا دم مارے۔ آخر چندے وہاں رہ کر بہت لوگوں کو اپنی ارادت سے مستفید کیا۔ وہاں کا حاکم شاہ زمان مرزا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی —— وہاں سے آپ ہرات آئے اور ہرات سے قندھار، اور قندھار سے کابل تشریف لائے۔ ان شہروں میں ہزاراں ہزار مریدانِ ارادت مند آپ کی بیعت سے سرفراز ہو کر کمال کو پہنچے اور صاحب خوارق و کرامت ہوئے...... غرض کہ دو سال تک حضرت وہیں رہے اور اپنے خلفاء ملک روم و شام و عراق و کوہ غور کی طرف مامور کیے۔ وہاں سے خطہ دلپذیر کشمیر کا عزم ہوا اور پہاڑ کے راستہ سے کشمیر پہنچے...... لوگ جوق در جوق آ کر مرید ہوئے۔

لاہور تشریف آوری:

کشمیر سے آپ لاہور تشریف لائے جہاں آپ کا روضۂ مطہرہ ہے۔ حضرت کا باغ اور خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی، یہاں تشریف لا کر آپ سکونت پذیر ہوئے —— لاہور میں آنے کے بعد نو برس تک حضرت تشریف فرما رہے۔ اس اثناء میں بہت لوگ فیض یاب ارادت ہو کر سعادت دنیا و آخرت سے بہرہ یاب ہوئے۔[1]

سانحہ ارتحال:

حضرت ایشاں کے جب ایام وفات نزدیک پہنچے تو رحلت سے پندرہ روز قبل بعد نمازِ عصر اپنے مرید نواب افتخار خان عالی جاہ سے فرمایا:

”پندرہ روز کے بعد دارالبقاء کو رحلت ہو گی“۔

جب سولھواں روز ہوا تو بروز شنبہ نمازِ مغرب کے بعد چند بار آپ نے مولانا جامی کا یہ شعر پڑھا:

الٰہی! غنچۂ اُمید بہ کشا   گلی از روضۂ جاوید نما

[1] محمد لطیف ملک: اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

اور عشاء سے پہلے سجدہ ریز ہوئے اور جانِ عزیز جاں آفرین کے سپرد کی۔ نعش مبارک کو جب غسل کے لیے تختہ صندلین پر دراز کیا تو قضارا تہہ بند کی گرہ ڈھیلی ہوگئی اور قریب تھا کہ کھل جائے۔ غسال اس سے غافل تھا مگر خواجہ نے دونوں ہاتھ بڑھا کر تہہ بند کی گرہ کو مضبوطی سے پکڑا اور کشف عورت نہ ہونے دیا۔ یہ حال دیکھ کر سب حاضرین نے اقرار کیا ہے:

اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا يَمُوْتُوْنَ ''اللہ کے ولی نہیں مرتے''۔

شاہجہان بادشاہ کی طرف سے جو اس وقت لاہور میں تھا میراں سیّد جلال الدین صدر الصدور آپ کی تجہیز و تکفین کے اہتمام کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت ایشاں کی نعش کو لحد میں رکھنے کے بعد زیارت کے لیے روئے مبارک سے پردہ کفن اٹھایا تو دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش میں ہیں، گویا کچھ پڑھ رہے ہیں۔ تدفین کے بعد نواب سعید خان نے مزار پُر انوار پر گنبد عالی تعمیر کرایا۔[1]

اولاد امجاد:

حضرت ایشاں کے چھ فرزند تھے:

(۱) اول خواجہ تاج الدین خاوند:

کہ جامع علم و عمل و حال و قال تھے، اور تمام عمر گناہِ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوئے۔

(۲) دوسرے خواجہ خاوند احمد:

جو پدر بزرگوار کے بعد سجادۂ مشیخت پر بیٹھے اور ولایت میں مقاماتِ بلند کے مالک تھے۔

(۳) تیسرے خواجہ خاوند محمد:

(۴) خواجہ معین الدین احمد خاوند:

جامع ''کتاب رضوانی'' جو علوم حدیث و تفسیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد اور طریقت میں اپنے والد بزرگوار سے فیض یاب تھے۔

---

[1] غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء

(۵) پانچویں خواجہ خاوند قاسم:

(۶) چھٹے خواجہ بہاؤ الدین خاوند: جو والد بزرگوار کی وفات کے بعد منصب شاہی کو ترک کر کے مزار پُر انوار کے مجاور ہو گئے اور تا حیات مجاوری مزار پر حاضر رہے۔[۱]

خلفاء کرام:

آپ کے سولہ خلیفہ ہیں جو بعد تربیت و تکمیل مختلف اقالیم دور دراز پر ہدایتِ خلق کے لیے حسب الارشاد مامور ہوئے:

(۱) فرزند خواجہ خاوند احمد

(۲) خواجہ عبدالرحیم نقشبند: جو خواجہ حسن عطار بن علاؤ الدین عطار کی اولاد سے تھے۔

(۳) خواجہ سیّد یحییٰ: جو شاہ شجاع کرمانی کی اولاد سے تھے۔

(۴) خواجہ محمد امین وحیدی

(۵) خواجہ عبدالعزیز وحیدی

(۶) خواجہ ترسون المشہور بہ خواجہ باقی

(۷) خواجہ شادمان کابلی

(۸) مرزا ہاشم: برادر خواجہ دیوانہ بلخی جو سبحان قلی خان بادشاہ بلخ کے پیر تھے۔

(۹) خواجہ لطیف درختی

(۱۰) خواجہ ابوالحسن سمرقندی

(۱۱) مرزا ابراہیم برادر میر نعمان جو شیخ احمد مجدد الف ثانی کے اعاظم خلفاء سے تھے۔

(۱۲) خواجہ باندی کشمیری

(۱۳) خواجہ حاجی طوسی

(۱۴) حاجی ضیاء الدین

(۱۵) مولانا پائندہ حارثی

(۱۶) خواجہ معین الدین احمد خاوند: فرزند دلبند حضرت ایشاں مؤلف ''کتاب رضوانی'' رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔[۲]

---

[۱] غلام دستگیر نامی، مولانا پیر: بزرگانِ لاہور، مطبوعہ کراچی

[۲] غلام دستگیر نامی، پیر: بزرگانِ لاہور، مطبوعہ کراچی

قطعات تاریخ وصال:

● —— "کتاب رضوانی" میں یہ قطعہ تاریخ وفات درج ہے:

سر خواجگان خواجہ خاوند محمود — زدنیا سفر کرد و جنت گزید
پئے سال او ہاتفِ غیب گفت — "باب بزرگان، بجنت رسید"
شہ محمود خاوند دو عالم — کہ ذاتش بود مسجد ابن مسعود
شد از دنیا بخلد جاودانی — بفضل ایزد و الطاف معبود
ندا شد بہر سال انتقالش — کہ قطب اصفیاء خاوند محمود

۱۰۵۱ھ

● —— ایضاً:

چو شد زیر زمین افسوس افسوس — زدنیا آفتاب عشق محمود
وصالش "منبع فیض" لاست سرور — دوبارہ "آفتاب عشقِ محمود"

● —— ایضاً:

شاہ محمود چوں زدارِ فنا — رفت وشد وصل باخدا محمود
ہست "محمود شاہ رحمت" سال — نیز "مخدوم پارسا محمود"

۱۰۵۲ھ — ۱۰۵۲ھ

مزار پُر انوار حضرت ایشاں لاہور سے مشرقی جانب شالامار باغ کے متصل واقع ہے۔

بتاریخ وصالش ابنِ حامدؔ — "چراغ انجمن افروز گفتا" (نامیؔ)[۱]

۱۶۴۲ء

گنبد مزار کے اندر چبوترے پر تین قبریں ہیں۔ پہلی قبر حضرت ایشاں کی ہے، دوسری قبر حضرت میر جان نقشبندی کی ہے اور تیسری قبر ان کے چھوٹے بھائی سیّد محمود آغا کی ہے۔ اسی گنبد کے جنوب مشرقی کونے میں حضرت ایشاں کے صاحبزادے خواجہ بہاؤ الدین خاوند کی قبر ہے —— مزار کے غرب رویہ ایک مسجد ہے جو قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے۔[۲]

۱۔ غلام دستگیر نامی، پیر: بزرگانِ لاہور، مطبوعہ کراچی

۲۔ اخلاق احمد، میاں: تذکرہ حضرت ایشاں، مطبوعہ شاد باغ، لاہور ۱۹۸۵ء

حضرت عبدالواحد نقشبندی

بیعت وخلافت:

حضرت مولانا عبدالواحد نقشبندی ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔علوم ظاہری کے حصول کے بعد باطنی علم کے حصول کے لیے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے پاس بھیج دیا، چنانچہ آپ ان ہی کے مرید ہوئے اور کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔تکمیلِ سلوک کے بعد خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

لاہور میں تشریف آوری:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ یہاں پر تشریف لا کر سلسلۂ رُشد و ہدایت شروع کیا۔مسجد میں لوگوں کو درس دیتے جس سے بے شمار لوگوں نے آپ سے باطنی رہنمائی حاصل کی۔[1]

نماز سے غایت درجہ عشق:

آپ صاحبِ علم وفضل تھے۔عبادت وریاضت نہایت خشوع وخضوع اور ذوق و شوق سے کرتے۔نماز میں ایک مرتبہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مولانا محمد ہاشم کشمی جامع کتاب ''زبدۃ المقامات'' سے فرمایا:

''بہشت میں نماز ہوگی یا نہیں''—— انہوں نے فرمایا:

''بہشت دارالجزاء ہے نہ کہ دارالعمل، اس لیے وہاں نماز کہاں!''

آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا:

---

[1] محمد الدین فوق، منشی: تذکرہ علمائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء

''بغیر نماز و بندگی کے وہاں کیا مزا آئے گا''۔

صاحب ''زبدۃ المقامات'' نے آپ کے تذکرہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن آپ حضرت کو ایک عریضہ تحریر کر رہے تھے، اتفاق سے اس پر میری نظر پڑی تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا:

''کبھی کبھی نماز کے اندر حالت سجدہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ سجدے سے سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا''۔

آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادت تھے۔[۱]

بارگاہِ مجددیت میں مقبولیت:

کسبِ حلال کے لیے آپ کا معاشی سلسلہ تجارت تھا۔ آپ حسبِ معمول بخارا میں اپنا مال لے کر تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک مسجد میں نوافل پڑھ رہے تھے کہ خادم مسجد نے کہا:

''مسجد کا دروازہ بند ہونے والا ہے، نفل گھر جا کر پڑھو''۔

آپ چلے آئے۔ رات کو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ خادم کے خواب میں آئے اور ارشاد فرمایا:

''وہ درویش کہ سوداگر ہندی ہے، ہمارے دوستوں سے ہے، اس سے جا کر معذرت کرو''۔

چنانچہ اس نے آپ سے معافی مانگی۔

''مکتوبات امام ربانی'' رحمۃ اللہ علیہ میں آپ کا تذکرہ ہے۔ مکتوب نمبر ۷۰ اور ۳۰۷ آپ ہی کے نام ہیں جس سے آپ کی عظمت اور تقدس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزارِ مبارک:

آپ کا مزار شریف لاہور میں تھا لیکن انقلاباتِ زمانہ کی نذر ہو گیا۔[۲]

۱۔ نسیم احمد فریدی فاروقی امروہوی، مولانا: ''تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی'' مشمولہ جہان امام ربانی، جلد چہارم، ص ۵۰۵، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء

۲۔ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

حافظ محمد شریف لاہوری

حافظ محمد شریف لاہوری، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور مکتوب الیہ ہیں۔آپ کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم کے مندرجہ ذیل آٹھ مکاتیب ہیں:

(۱) ۱/۱۳، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۰۲

(۲) ۲/۱۴۷، ۹۸

(۳) ۳/۱۲، ۱۳

راہِ سلوک میں تربیت ورہنمائی:

حافظ محمد شریف لاہوری نے سلوک کی ابتدائی تعلیم مفتی محمد باقر لاہوری سے حاصل کی اور انہی کی کوشش وسفارش سے وہ حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے۔

حضرت خواجہ سیف الدین، مفتی محمد باقر لاہوری کو حافظ محمد شریف کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حقائق آگاہ حافظ محمد شریف دریں سفر از راہ معنیٰ کہ بہ حضرت ایشاں دارند بہرہ از کمالات مرتبہ نبوت بہ طریق تبعیت یافتند و بہ ایں سعادتِ عظمیٰ کہ منتہای از کمال اولیاست مشرف شدند، وجود شریف ایشاں مغتنم شمردہ کسب سعادت نمایند'' (مکتوباتِ سیفیہ، ۱۵۱/۱۲۲)

آپ کے وصال کا تذکرہ:

حافظ محمد شریف لاہوری کا سال وفات معلوم نہیں ہے۔حضرت

الدین اپنے ایک مکتوب بنام مفتی محمد باقر لاہوری میں ان کے وصال کے بارے میں لکھتے ہیں:

''خبر ارتحالِ حافظ جیو کہ نگاشتہ بودند بہ وضوح انجامید...... وجود ایشاں رحمتی بود در آں نواحی۔ در خدمت حضرت ایشاں عرض نمودہ، باصوفیہ عظام ختم قرآنِ مجید کردہ شد و آں حضرت ہم شریک بودند امید است کہ برکاتِ آں بالیشاں رسید، باشد''۔

(مکتوبات سیفیہ ۱۸۷/۲۰۶-۲۰۷)

اس اقتباس میں ''حافظ جیو'' سے مراد حافظ محمد شریف لاہوری ہیں کیونکہ ''مکتوبات سیفیہ'' کے جامعہ نے مکتوب کے آغاز میں اس کا موضوع ''ارتحال حافظ محمد شریف'' واضح الفاظ میں لکھا ہے۔

حضرت خواجہ سیف الدین کے مندرجۂ بالا مکتوب سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حافظ محمد شریف لاہوری کے وصال پر سرہند شریف میں ہونے والے ختم میں خود حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ بنفس نفیس شریک تھے یعنی حافظ محمد شریف، حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۷۹ھ سے قبل فوت ہوئے۔

''مکتوبات معصومیہ'' کی تیسری جلد میں حافظ محمد شریف لاہوری کے نام دو مکاتیب ہیں (۱۲، ۱۳)۔ یہ تیسری جلد ۱۰۷۳ھ میں مرتب ہوئی۔ گویا وہ اس وقت تک بقید حیات تھے۔[۲]

اس طرح ان کا وصال ۱۰۷۳ھ سے ۱۰۷۹ھ تک کسی سال حدود ۱۰۷۷ھ میں ہوا ہوگا۔

''شریف'' نام کے متعدد اصحاب:

حضرت خواجہ کے حلقہ میں محمد شریف نام کے مندرجہ ذیل اصحاب شامل تھے:

(۱) حافظ محمد شریف لاہوری

(۲)محمد شریف بخاری

(۳)ملا محمد شریف کابلی

(۴)حاجی محمد شریف خادم

(۵)سیّد محمد شریف

تذکرہ نویسوں نے بلاتحقیق ان سب حضرات کے احوال کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے البتہ حاجی محمد شریف خادم کے خصائص حضرت خواجہ نے اپنے ایک مکتوب بنام امام الدین پنجابی میں بیان کیے ہیں۔ (۹۲/۱) —— اور حضرت خواجہ سیف الدین نے اپنے ایک مکتوب بنام مفتی محمد باقر لاہوری میں حافظ محمد شریف کے نام کے ساتھ ''حاجی'' کا لفظ بھی لکھا ہے۔ (مکتوبات سیفیہ ۱۳۵/۱۶۲) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاید حافظ محمد شریف اور حاجی محمد شریف خادم ایک ہی ہوں۔

ایک شیخ محمد شریف خلیفۂ حضرت شیخ سعدی لاہوری (خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری) بھی تھے جن سے عبدالحکیم حاکم لاہوری (صاحب تذکرہ ''مردم دیدہ'') بیعت تھے۔ (مردم دیدہ ۱۹۳) —— لیکن یہ شیخ محمد شریف قصوری تھے (ظواہر، قلمی ۱۹۶ب) انھی شیخ محمد شریف قصوری کو ''ظواہر'' میں کئی مقامات پر افغان بتایا گیا ہے۔ اس لیے حاجی محمد شریف قصوری جو نسلاً حمیری تھے (شجرۂ انساب —— مرتبہ مولوی غلام رسول قصوری) انھیں اور شیخ سعدی لاہوری کے خلیفہ شیخ محمد شریف قصوری افغان ہیں، اس لیے ان دونوں کو ایک شخصیت ثابت کرنے کی کوشش عبث ہے۔

ایک اور میر محمد شریف لاہوری جو دہلی میں دفن ہیں، وہ حافظ محمد شریف لاہوری خلیفۂ حضرت خواجہ محمد معصوم سے قطعاً مختلف ہیں کیونکہ میر محمد شریف مدفون دہلی دراصل شاہ پیر محمد لکھنوی کے خلیفہ تھے (فرحت الناظرین ص ۷۵- مؤلفہ محمد اسلم پسروری)[۱]

---

[۱] مقامات معصومی (مترجم: پروفیسر محمد اقبال مجددی)، جلد ۴، ص ۴۰۵ تا ۴۰۸، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

حضرت شیخ محترم نقشبندی
(سوامی نگر)

آپ اکبری دور کے اکابرین نقشبند میں سے ہیں۔ آپ اکبر کے زمانہ میں باہر سے لاہور تشریف لائے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں لاہور ہی میں آباد ہو گئے۔ آپ بڑے نیک اور صالح بزرگ تھے۔ بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ نے قول و عمل کے ذریعے خلقِ خدا کے دل روشن کیے۔ اپنے پاس آنے والوں کو پابندی شریعت کا درس دیتے تھے۔ لاہور کے کئی متمول اور صاحبِ حیثیت حضرات آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے۔ آپ کے کردار میں تقویٰ اور خدا پرستی بہت نمایاں تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے لاتعداد حضرات کو دینی اور روحانی فیض پہنچایا۔ اورنگزیب کے زمانے میں ۱۶۹۰ء میں آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مزار کا محلِ وقوع

آپ کے مزار کا گنبد جی ٹی روڈ کو آپریٹو سٹور کی آبادی کے نزدیک سوامی نگر میں ہے۔ جی ٹی روڈ سے جہاں ایک سڑک گڑھی شاہو کے پل کو چلی جاتی ہے، وہاں شاذو لیبارٹری کے اندر ایک گنبد ہے، جس میں آپ کا مزار تھا۔ چند سال قبل لوگوں نے اسے اپنے رہنے کا مکان بنالیا۔ یہ فعل اہلِ اسلام کے لیے کسی طرح سے بھی مناسب نہیں۔ گنبد پر کہیں —— عربی و فارسی کی کوئی تحریر موجود نہیں۔ سفیدی سے ان عبارات کو مٹا دیا گیا ہے۔ افسوس صد افسوس!

کچھ عرصہ قبل یہ مقبرہ اندرون چار دیواری آ گیا ہے اس لیے اس تک پہنچنے کے

سب راستے مسدود ہیں۔ آپ کے مقبرہ کا گنبد اس زمانے میں بہت خوبصورت تھا اور بناوٹ کے لحاظ سے مغلیہ طرز کا تھا۔ کنہیا لال نے ''تاریخ لاہور'' میں آپ کے مقبرہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مقبرہ کی مربع عمارت پختہ چونہ گچ' سقف کے برابر چاروں گوشوں پر چار گنبدیاں مربع، چاروں طرف چار در محرابی قالبوتی، درمیان ان کے مقبرہ کا گنبد عالیشان مدّ ور نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار محرابیں ہیں۔ مقبرہ کی اندرونی عمارت میں چار محرابیں چاروں گوشوں میں بنائی گئی ہیں اور چار محرابی دروازے۔

دیواروں پر بخط عربی اور فارسی بہت سی آیات و اشعار منظوم لکھے ہیں جن میں سے کچھ پڑھے جاتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھے جاتے۔

ہادیٔ سالکان راہِ نجات — آن سلیمان دل و خرد آصف
سال تاریخ رحلتش جستم — گفت طبع سلیم نیک خلف
پنج برچین ز نخل، فق و بگو — قدس اللہ سروالا شراف''

ایسے ہی مولوی نور احمد چشتی کے دور میں ایسی عبارات تھیں جو پڑھی جاتی تھیں۔

انہوں نے لکھا ہے کہ درج ذیل مصرعہ جات بھی پڑھے جاتے ہیں:

ایں سوختہ را جوں محترم

دروازہ غربی کے اوپر زیر محراب اتنا لکھا ہوا نظر آتا ہے: ''اللہ، محمد، علی، عثمان'' اور باقی بوسیدہ ہو گیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے:

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

''یا اللہ یا اللہ —— یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ لکھا ہوا ہے''۔

سیّد محمد لطیف ''ہسٹری آف لاہور'' میں لکھتے ہیں کہ درج ذیل کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں:

اللّٰھم اغفر لا متہ محمد — [illegible] حم لامتہ محمد

بر آستانِ تو ام سر ارادت ما

واللہ انیس و متابین

مقبرہ کے اندر تین قبور تھیں: ایک حضرت محترم نقشبندی کی اور دو آپ کے عزیزوں کی تھیں۔ انگریزی عہد میں اس مقبرہ کو ایک انگریز کی درخواست پر نیلام کیا گیا۔ انگریز مذکور نے خرید کر اس کے چاروں طرف برآمدہ بنا کر کوٹھی کی صورت بنا لی، قبریں گرا دیں —— بعد ازاں نارتھ ویسٹرن ریلوے کو آپریٹو سٹور نے اس میں سوڈا واٹر فیکٹری کھول لی۔ انگریزوں نے یہ مقبرہ اس لیے نیلام کیا تھا کہ سرکاری نزول کے رجسٹر میں لاوارث ہونے کی وجہ سے اس کا اندراج تھا۔[1]

---

1. عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

حضرت شیخ سعدی بخاری

(سعدی پارک، مزنگ)

شیخ محمد عمر پشاوری جو شیخ سعدی کے اصحاب واحباب میں سے ہیں، انہوں نے شیخ کے احوال واقوال میں کتاب ''جواہرالسرائر'' لکھی ہے۔ جس میں آپ کے روز تولد سے یوم وفات تک کے حالات اور بے شمار خوارق و کرامات درج کیے ہیں۔ شرف الدین کشمیری مجددی صاحب کتاب ''روضۃ السلام'' نے بھی اپنی کتاب میں حضرت شیخ سعدی کے بے شمار مناقب وخوارق بیان کیے ہیں چنانچہ اس میں سے کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات:

شیخ سعدی فرماتے تھے کہ میں آٹھ سال کا تھا کہ ایک روز اپنے گاؤں سے باہر آ کر ایک کنوئیں پر وضو کر رہا تھا۔ مولانا حاجی سعد اللہ وزیر آبادی جو شیخ آدم بنوری کے خلفاء میں سے تھے، اور عازمِ بنور تھے، اس راستے سے گزرے۔ انہوں نے مجھے با حتیاط تمام وضو کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے یاروں سے فرمایا:

''دیکھو اس چھوٹی عمر میں یہ لڑکا کس قدر احتیاط سے وضو کرتا ہے''۔

وہ ایک لمحہ میری طرف متوجہ ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ میں نے ان کے بعض ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کا کیا نام ہے۔ کہا کہ:

''یہ حاجی سعد اللہ ہیں اور بنور کا قصد رکھتے ہیں کہ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر ہوں''۔

پس جاذبِ حقیقی کے جذب سے میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ راستے میں ان کے

کسی فقیر سے اختلاط و آمیختگی نہ کی۔ بے خود و خواب ان لوگوں سے علیحدہ مشغول رہتا تھا۔ بنور پہنچے اور حضرت شیخ کے شرف ملازمت سے مشرف ہوئے تو شیخ نے مولانا حاجی سے ہر ایک فقیر کا حال جدا جدا دریافت فرمایا۔ آخر جب میری باری آئی تو مولانا نے عرض کیا:

''یہ بچہ ہمارے ہمراہ آیا ہے اور احوالِ غریبہ و معاشِ عجیبہ رکھتا ہے''۔

شیخ نے فرمایا:

''ایسا نہ کہو یہ بچہ ہمارے ہمراہ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ ہم اس لڑکے کے ہمراہ آئے ہیں۔ یہ بچہ سعادت مند ازلی اور مقبول لم یزل ہے۔ اگر بروز حشر و نشر حق سبحانہٗ و تعالیٰ تم کو بخش دے تو اس بچے کے طفیل جاننا''۔

اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے پسر! تیرا کیا نام ہے؟ —— عرض کیا: ''سعدی!''

انہوں نے مبارکباد دے کر فرمایا:

''جہاں بھی ہو گے اور جس جگہ بھی جاؤ گے سعدی ہو گے، دنیا میں سعدی اور عقبیٰ میں بھی سعدی''۔

چرغ تاسال عمر او بشمرد سعد اختر ز تو سعادت بُرد

یعنی ''چرخ پیر نے عمر بھر دیکھا کہ سعد ستارے نے تجھی سے سعادت حاصل کی''۔

پھر بہت عنایت و تلطف فرمایا اور اپنے ہمراہ حرم محترم کے پاس لے گئے اور ان سے بھی مخاطب ہو کر فرمایا:

''آج ایک کمسن لڑکا صاحبِ کمال ہمارے پاس آیا ہے کہ سیّد عالم ﷺ اور خیر النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے''۔

تب انہوں نے اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور خدماتِ خاص پر مامور فرمایا۔

لاہور تشریف آوری:

مولانا محمد یحییٰ زنگی علیہ الرحمہ جو شیخ آدم بنوری علیہ الرحمہ کے خلفاء میں سے ہیں

اور ''سرالاعظم'' کے خطاب سے مخاطب تھے، اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ آدم نے مدینہ میں وفات پائی تو حضرت شیخ سعدی ایمائے ربّانی سے لاہور تشریف لائے اور یہیں توطن اختیار کر کے ہدایتِ خلق میں مصروف ہو گئے اور ہزاروں طالبانِ خدا کو خدا تک پہنچایا بلکہ خود فرماتے تھے:

''ہمارے مرید آسمان کے ستاروں کی مانند حیطۂ شمار میں نہیں آ سکتے۔ ان میں سے سینکڑوں تکمیلِ کامل سے اجازت و ارشاد کے رتبہ پر پہنچ گئے''۔

اولادِ امجاد:

حضرت کے چاروں فرزندان ارجمند:

● ---- خواجہ محمد سلیم ● ---- خواجہ محمد غنی

● ---- خواجہ محمد یوسف ● ---- خواجہ محمد عارف

نے جو چاروں خانہ دین متین کے چار ستون تھے، والد بزرگوار کی دستگیری سے اس قدر کمالات ظاہری و باطنی حاصل کیے کہ تمام مشائخ متاخرین سے گویا سبقت لے گئے۔[1]

لاہور کے بزرگانِ نقشبندیہ میں سے یہ بزرگ صاحب کمال مشہور ہیں ---- تکمیل ظاہری و باطنی پائی اور پیر روشن ضمیر کے ہمراہ حرمین الشریفین کو گئے۔ چند سال وہاں بسر کیے۔[2]

وصالِ پُرملال:

۲۰/ اکتوبر ۱۶۹۶ء ۳/ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ بروز چہار شنبہ میں بعہدِ عالمگیر بادشاہ رحمتِ حق سے پیوست ہوئے اور موضع مزنگ کے متصل مدفون ہوئے۔[3] اب آپ کا مزار بیرون لاہور موضع مزنگ کے پاس سعدی پارک میں ترمذی سٹریٹ کے اندر متصل محلہ عزیز

---

[1] غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء

[2] غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء

[3] غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور محمد لطیف ملک: اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

پیر واقع ہے۔آپ کی وصیّت کے مطابق آپ کی قبر پر گنبد تو نہ بنایا گیا مگر احاطہ مزار میں اور بہت سی مکلّف عمارتیں تعمیر کرائی گئیں۔خصوصاً ایک وسیع باغ نے جو احاطۂ قبر کے گرد کافی دور تک پھیلا ہوا تھا، اس جگہ کو بہت رونق دی۔اب صرف مزار اور اس کی چار دیواری باقی رہ گئی ہے۔[1]

آسیب زدگان کے لیے شافع:

کتاب ''تذکرہ مناقب سیّد آدم بنوری'' میں لکھا ہے کہ آسیب زدہ پر ان کا توجہ کرنا نہایت مؤثر ثابت ہوتا تھا۔جب آسیب زدہ ان کے روبرو لاتے تھے تو باثر نظر فیض اثر وہ آسیب زدہ فی الفور اچھا ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ایسا بھی فرمایا کرتے تھے کہ آسیب زدہ کے کان میں جا کر کہہ دو کہ:

''شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر خیریت مطلوب ہے تو یہاں سے چلا جا''۔

چنانچہ یہ عمل کرتے ہی وہ آسیب زدہ اچھا ہو جاتا تھا ——حل مشکل کے لیے آپ کی دعا نہایت مؤثر ہوتی تھی یعنی جو کوئی اہلِ مشکل آتا تھا حضرت کی دعا سے اس کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔

آپ اپنے مرشد کے حسب الارشاد لاہور میں رہے اور چالیس سال تک لاہور میں رہ کر خلق خدا کو ہدایت کرتے رہے۔[2]

اویسی خصائص سے آراستہ:

صاحب ''روضتہ السلام'' حاجی محمد امین بدخشی مجددی کی کتاب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شیخ سعدی مادر زاد ولی تھے، اور حضرت سیّد الانام کے اویسی۔لڑکپن ہی میں ہر مشکل توجہ سے حل فرماتے —— اولیاء میں سے جس کی روحانیت کی طرف توجہ کرتے وہ فی الفور حاضر ہو کر کفایت فرماتے۔[3]

۱؎ محمد الدین فوق، منشی: مآثر لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

۲؎ محمد لطیف ملک: اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

۳؎ غلام دستگیر نامی، مولانا پیر: بزرگانِ لاہور، مطبوعہ کراچی

میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری

شرف الدین نام کی تین شخصیات کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکاتیب ہیں:

(۱) میر شرف الدین حسین فائض بن میر عماد ہروی

(جامع مکتوبات معصومیہ ''وسیلۃ السعادت ۱۰۷۲ھ'' جلد دوم)

(۲) شرف الدین سلطان پوری

(۳) میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری

دراصل صرف مؤخر الذکر شخصیت کا تعلق ہی لاہور سے تھا۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے بزرگ خلیفہ تھے۔ ''مکتوبات معصومیہ'' میں ان کے نام چار میں سے دو مکاتیب میں ان کی نسبت ''اندجانی ثم لاہوری'' تحریر ہے۔ (۳/۱۰۵،۱۷۴) جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اندجان سے لاہور میں آ کر مقیم ہو گئے تھے۔ مؤلف ''مقاماتِ معصومی'' نے لاہور کو ان کا مسکن و مدفن بتایا ہے (۴۷۶/۱۲-۱۴) نیز اس کتاب کے ان الفاظ:

''میر مشارٌ الیہ بہ خلافت حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ صاحب مسند ارشاد گردیدہ در بلدۂ لاہور رسیدہ'' (۴۷۵/۲۲-۲۳)

سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سرہند سے خلافت دے کر انہیں لاہور میں متعین کیا گیا تھا۔ تاہم ان کا خانوادہ یا وہ خود ''اندجان'' سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔[۱]

---

[۱] مقامات معصومی، جلد۴، ص ۳۸۴

اس امر کے فیصلے کے لیے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ میر شرف الدین حسین اندجانِ فرغانہ سے آئے تھے یا ان کا تعلق اندجانِ سرخس سے تھا۔ تاہم قیاس ہے کہ ان کا تعلق اندجانِ فرغانہ سے ہوگا۔

یہاں ایک امر کی وضاحت لازم ہے کہ مولانا محمد باقر لاہوری کے والد گرامی میر شرف الدین عباسی لاہوری، مفتی بلدۂ لاہور زیر بحث شخصیت میر شریف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری سے مختلف ہیں۔ مولانا محمد باقر کے والد بھی حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید تھے۔ وہ یقیناً اپنے نامور فرزند کے وصال حدود ۱۰۹۱ھ سے قبل فوت ہوئے ہوں گے۔

حضرت خواجہ نے مکتوبات معصومیہ (۲۲۵/۱۷۴/۳) میں میر شرف الدین اندجانی کی گرمی مجلس اور ان کے مریدین کا ذکر کیا ہے۔[1]

---

[1] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۸۴

مفتی شیخ محمد باقر لاہوری
(چوتھے مفتی باقر)

حضرت مولانا شیخ المشائخ خواجہ مفتی محمد باقر لاہوری عباسی حسینی، عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ خواجہ صاحب کے خلفاء میں بہت بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے۔[1]

مفتی محمد باقر لاہوری حسینی سادات سے تھے۔ "کنز الہدایات" میں انہوں نے اپنا پورا نام یوں لکھا ہے:

"محمد باقر بن شرف الدین لاہوری العباسی الحسینی"[2]

حضرت خواجہ، شیخ محمد باقر لاہوری کو اپنے فرزندوں کی طرح چاہتے تھے۔[3]

خواجہ سیف الدین کے متعلم:

"تحفۃ الفقراء" ص ۳۷ میں ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم نے مفتی محمد باقر کی تربیت کے لیے انہیں اپنے فرزند خواجہ سیف الدین کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ سیف الدین ان کے احوال پر بڑے مطمئن تھے۔ کئی مقامات پر اس کا اظہار کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کی تسبیح بطور تبرک مفتی محمد باقر لاہوری کو ارسال کی گئی۔[4]

---

۱ مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۴۵۲/۴۵۵

۲ مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۷

۳ مکتوبات خواجہ محمد معصوم: ۳/۲۴۴/۲۸۸

۴ مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۱

بادشاہ اورنگ زیب کی تربیت کے لئے تقرری:

اورنگ زیب کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ نے جن اصحاب کو دہلی بھیجا ان میں سب سے نمایاں نام آپ کے خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری کا ہے۔ آپ ایک عالم، صوفی، باکمال مفسّر اور مؤلف بھی تھے۔

ان کے ایک معاصر عالم، صوفی اور مصنف شیخ محمد مراد کشمیری نے جوان سے ملے بھی تھے، ان کے متعلق ''تحفۃ الفقراء'' میں لکھا ہے کہ خود اورنگ زیب نے حضرت خواجہ سے استدعا کی تھی کہ اپنا کوئی خلیفہ میری تربیت کے لیے مامور کریں تو آپ نے مفتی محمد باقر لاہوری کو اس کا حکم دیا۔

انہیں صرف اور صرف بادشاہ کی تربیت کے لیے خلافت دے کر مرکز میں بھیجا گیا تھا جہاں اہلِ لشکر نے بھی ان سے باطنی استفادہ کیا جس کا مطلب ہے کہ اورنگ زیب کی ملکی مہمات کے دوران بھی مفتی باقر فوج کے ساتھ رہتے تھے۔[۱]

خواجہ سیف الدین جو بادشاہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مامور کیے گئے تھے، اپنے ایک مکتوب میں مفتی محمد باقر لاہوری کو لکھتے ہیں:

> ''اورنگ زیب نے محفل میں کئی بار تمہارا ذکر کیا اور تمہاری صحبت کو نفع بخش تسلیم کرتے ہوئے تم سے فیض یاب ہونے کا متمنی ہے''۔[۲]

خواجہ سیف الدین ایک اور مکتوب میں مفتی محمد باقر کو بادشاہ کی ان کے ساتھ والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

> ''بادشاہ تمہارے حقوق کا معترف ہے۔ اس نے خوشگوار لمحات کے دوران تمہارا ذکر کیا ہے اور اظہار محبت کے طور پر تین تولے عطر تمہارے لیے بھیجا ہے''۔[۳]

---

[۱] مقامات معصومی، جلد۴، ص۴۵۲

[۲] مکتوبات خواجہ سیف الدین: ۱۴۲/۱۶۹

[۳] مکتوبات خواجہ سیف الدین: ۱۴۸/۱۷۳

مفتی محمد باقر جتنا عرصہ اورنگ زیب کے دربار میں رہے تو بڑے احترام سے ان کو رکھا جاتا تھا۔ وہ بدعات جن کو جاری کرنے میں خود سلاطینِ سابقہ نے کوشش کی تھی ان کو ختم کرنا بظاہر ناممکن تھا لیکن مفتی محمد باقر کے کہنے پر اورنگ زیب نے انہیں رفع کر دیا۔[۱]

شیخ محمد باقر لاہوری اورنگ زیب کے علاوہ بختاور خان کے ہاں بھی نشست و برخاست رکھتے تھے۔[۲] مفتی محمد باقر کے والد گرامی میر شرف الدین عباسی لاہوری بھی حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید تھے۔ خود اورنگ زیب خواہش مند تھا کہ میر شرف الدین حضرت خواجہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں۔ اس سلسلے میں بختاور خان نے خاص کردار ادا کیا۔[۳]

خواجہ سیف الدین نے انہیں اپنے ایک مکتوب میں ''اعلم العلماء'' لکھا ہے۔[۴]

مفتی لاہور کے منصب پر تعیناتی:

مفتی محمد باقر تاحیات اورنگ زیب کے ساتھ نہیں رہے بلکہ ان کی علم فقہ میں مہارت اور ترویج شریعت کے لیے کوششیں اورنگ زیب کو قائل کرنے کے لیے کافی تھیں کہ انہیں کسی صوبے کا مفتی بنا دیا جائے۔ چنانچہ ان کو لاہور کا مفتی مقرر کیا گیا۔ خود حضرت خواجہ کو اس امر سے بھی خصوصی دلچسپی تھی کہ ہمارے اس مرید مخلص کے ذریعہ لاہور میں اسلام کو تقویت ملے۔

مفتی محمد باقر لاہوری کو حضرات مجددیہ کے سفر حرمین الشریفین میں ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا۔[۵]

شیخ محمد باقر لاہوری کے منصب ''مفتی دارالسلطنت لاہور'' میں خود حضرت خواجہ کی رضامندی شامل تھی۔ اپنے اس منصب کا شیخ محمد باقر لاہوری نے خود ذکر کیا ہے:

---

۱ مقامات معصومی، جلد اول، ص ۱۶۹

۲ مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۳۶

۳ مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۸

۴ مکتوبات خواجہ سیف الدین، ۱۲۳، ۱۵۲/

۵ مقامات معصومی، جلد اول، ص ۷۰

که فقیری شکسته تر مسکین — کمترین باقر بن شرف الدین
مفتی دار السلطنت لاہور — صانھا اللہ عن الجفاء الجور

(دام حق، ورق ا۔ب)

اورنگ زیب نے شیخ محمد باقر کو یقیناً ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی لاہوری کی بجائے یا ان کے وصال کے بعد لاہور کا مفتی مقرر کیا ہوگا۔ ''فرحت الناظرین'' کے مؤلف محمد اسلم پسروری نے لکھا ہے کہ ملّا شرف الدین لاہوری بھی لاہور کے مفتی کے منصب پر فائز تھے۔ (ص ۲۰۵)——

یہ کسی ذریعے سے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ شیخ محمد باقر کتنا عرصہ لاہور کے مفتی رہے۔ تاہم ''دام حق'' کی تالیف سے اپنے وصال ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء تک شاید یہ خدمات انجام دی ہوں [1]۔

جب شہزادہ معز الدین محمد بہادر شاہ، شاہ عالم بن اورنگ زیب کو ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء میں ملتان و کابل کی صوبہ داری سونپی گئی اور وہ ملتان جاتے ہوئے لاہور سے گزرا تو مفتی محمد باقر کو مفتی شہر ہونے کی حیثیت سے شہزادے کے استقبال کے لیے جانا پڑا۔ اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے وصال ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء تک اس منصب پر خدمات بجا لاتے رہے ہوں گے [2]۔

مفتی صاحب ایک سخن ور:

مفتی محمد باقر لاہوری شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی تالیفات میں اپنے اشعار نقل کئے ہیں (کنز الہدایات۔ ۴۔۵، تین شعر)—— نیز ان کا منظوم فارسی رسالہ ''دامِ حق'' ان کے پختہ کار شاعر ہونے کا ثبوت ہے [3]۔

---

[1] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۳۷

[2] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۴

[3] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۷

مدرّس و معلم مکتوبات شریف:

خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے شیخ محمد باقر کو لکھا کہ تمہیں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر عبور کامل ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ تم اس سلسلہ میں طالبوں کی رہنمائی کرو۔

ملاّ محمد باقر لاہوری کے خاندان میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تفہیم کے لیے خاص توجہ مبذول کی گئی تھی۔ ان کے بھائی ملاّ محمد مین حافظ آبادی مکتوبات حضرت مجدد کے اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے خواجہ سیف الدین سے ''مکتوبات خوان'' کا خطاب پایا تھا۔[1]

جائے تدفین:

مفتی محمد باقر لاہوری میں اپنے دیوان خانے میں ہی دفن ہوئے۔ قدیم اندرون شہر لاہور کے محلوں میں سے ''چوہٹہ مفتی باقر'' کے نام سے ایک محلّہ اب تک موجود ہے۔ ''تاریخ لاہور'' (ص۵۴/۵۵) میں کنہیالال نے لکھا ہے کہ مفتی محمد باقر...... جس کی اولاد کا اب نام ونشان نہیں ہے، صرف ایک محلّہ ''چوہٹہ مفتی محمد باقر'' کے نام سے مشہور ہے۔

پروفیسر علم الدین سالک نے لکھا ہے کہ مفتی محمد باقر کا مزار چوہٹہ مفتی باقر میں ہے (ماہنامہ نقوش، لاہور نمبر، ص۵۰۹) —— جب محمد دین فوق نے ''تذکرہ علمائے لاہور'' تالیف کیا تو مفتی صاحب کے تمام مکانات لاپتہ ہو چکے تھے۔[2]

اولاد امجاد:

مفتی محمد باقر لاہوری کے صاحبزادے محمد قطب بھی ذی علم، مؤلف اور شاعر تھے۔ انہوں نے نقشبندی سلسلہ کے صوفیہ کے ایک تذکرے ''گلزار اسرار الصوفیہ'' کے سال تالیف ۱۱۲۴ھ کے لیے کئی شعری مادے تجویز کیے تھے۔[3]

---

[1] مقامات معصومی، جلد اول، ص ۲۸۹

[2] مقامات معصومی جلد ۴، ص ۳۴۶

[3] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۴۷

آثارِ علمیہ:

آپ کے آثار علمیہ میں درج ذیل کتب کا علم ہو سکا ہے:

(۱) کنز الهدایات فی کشف الدرایات والنہایات۔ مؤلفہ ۱۰۸۰ھ

(۲) شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (۳) حاشیہ قرآنِ مجید

(۴) منتہی الایجاز فی کشف الاعجاز (۵) تفسیر بزبان عربی۔ مؤلفہ ۱۰۱۱ھ

(۶) دام حق ''خلاصہ کیدانی'' کو فارسی نظم میں ڈھالا۔[۱]

---

[۱] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۳۳۹ تا ۳۴۳

مولانا امان اللہ لاہوری

آپ بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مریدانِ اجازت یافتہ سے ہیں۔ ۱۰۳۱ھ میں حج بیت اللہ کا شوق غالب ہوا۔ پیادہ پا بغیر توشہ وزادِ راہ سفر حجاز کو چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے' اور خود آپ کے متوسلین و احباء نے چاہا کہ ان سے زادِ راہ قبول کر لیں لیکن انہوں نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور اسی بے سروسامانی کے ساتھ حجاز کو گئے۔[1]

---

[1] نسیم احمد فریدی فاروقی امروہوی، مولانا: تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی، مشمولہ جہان امام ربانی، جلد چہارم، ص ۵۰۶، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء

حاجی امان اللہ لاہوری

پروفیسر محمد اقبال مجددی مترجم ''مقامات معصومی'' لکھتے ہیں:

حاجی امان اللہ لاہوری کے حالات ہمیں متعارف تذکروں میں نہیں مل سکے۔ ان کے ہم نام مولانا امان اللہ لاہوری حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے' جو ۱۰۳۱ھ کو حج کے لیے گئے اور شام و مصر کی سیاحت کرتے ہوئے وہیں فوت ہوئے۔ (زبدۃ المقامات ۳۸۸-۳۸۹)

جبکہ حاجی امان اللہ لاہوری ۱۰۶۸ھ کے سفر حج میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے شریک سفر تھے اور حدود ۱۱۰۰ھ کو ان کا سال وصال بتایا گیا ہے۔ گویا حاجی امان اللہ لاہوری (خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم) اور مولانا امان اللہ لاہوری (خلیفۂ حضرت مجدد) بالکل مختلف اصحاب ہیں۔[1]

---

[1] مقامات معصومی، جلد۴، ص ۴۰۸

شیخ محمد عارف لاہوری

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب بنام مفتی محمد باقر لاہوری میں لکھتے ہیں:

”محمد عارف مناسبتی بہ ولایت علیاء پیدا کردہ لود و تصفیۂ عناصر کہ می یافت ازیں راہ گزر بود لیکن مسکن در ولایت کبریٰ داشت۔ الحال دریں دو سہ روز دراں ولایت بہ توجہ معلوم شد کہ رسید حقیقت تصفیۂ عناصر درآں جاست پیشتر صورتِ تصفیۂ عناصر درایں جا لود

(۳/۱۲۸/۱۷۷_۱۷۸،۲/۱۵۰/۲۰۴)“

شیخ محمد عارف لاہوری کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کا صرف ایک ہی مکتوب ہے جس میں لکھتے ہیں:

”آں چہ از احوالِ پسندیدۂ خود نوشتہ بودند..... مطالعۂ آں محظوظ و متلذذ ساخت......“(۱/۵۰/۸۳_۸۴)

حضرت خواجہ نے اپنے مکاتیب بنام مفتی محمد باقر لاہوری میں شیخ محمد عارف لاہوری کے باطنی احوال تحریر فرمائے ہیں۔ جن سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہ پہلے مفتی محمد باقر کے حلقہ میں تھے، اورانہیں کی سفارش وتحریک پر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۳/۱۲۸/۱۷۷،۱۵۰/۱۵۷)

حضرت خواجہ سیف الدین نے بھی اپنے ایک مکتوب بنام مفتی محمد باقر میں شیخ

محمد عارف لاہوری کا تذکرہ کیا ہے جس سے مندرجہ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے

(مکتوباتِ سیفیہ ۱۳۰/ ۱۵۷)

حضرت مروج الشریعت نے لکھا ہے کہ شیخ محمد عارف لاہوری حضرت خواجہ کے "یاران مخصوص" میں سے ہیں (خزینۃ المعارف ۲۴/ ۴۰)

مؤلف "روضۃ القیومیہ" (۲/ ۲۴۳) نے حضرت خواجہ کے خلفاء میں ایک حاجی عارف کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام حضرت خواجہ کے مکاتیب بھی ہیں لیکن یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ یہی لاہوری بزرگ تھے —— اسی طرح بغیر نسبت کے مکتوب (۲/ ۲۴۴) پر مولانا عارف کا نام بھی آیا ہے۔

میر حسین متخلص بہ عارف لاہوری کا تعلق بھی عہد اورنگ زیب سے ہے (فرحت الناظرین ۲/ ۱۷۲، پاکستان میں فارسی ادب ۲/ ۲۱۷) لیکن یہ زیر بحث شیخ محمد عارف لاہوری سے بالکل مختلف شخصیت ہیں [1]

---

[1] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مترجم: مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۴۰۸/ ۴۰۹ مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۴ء

میاں محمد عاقل لاہوری

آپ خواجہ سیف الدین سے بیعت تھے، اور خلافت بھی آپ ہی سے حاصل تھی۔[1]

شیخ محمد فاروق لاہوری

شیخ محمد فاروق لاہوری کے حالات سے بھی تذکرے خالی ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات میں مرزا محمد فاروق (۱/۸۰) اور خواجہ محمد فاروق بن اخوند عبدالغفور سمرقندی کے نام مکاتیب موجود ہیں لیکن شیخ محمد فاروق لاہوری ان سے مختلف شخصیت ہیں۔[2]

---

[1] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مترجم: مقامات معصومی، جلد۴، ص ۲۴۳/۲۴۴

[2] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مترجم: مقامات معصومی، جلد۴، ص ۴۰۸)

محمد حامد لاہوری

آپ خواجہ سیف الدین سے بیعت تھے، اور خلافت بھی آپ ہی سے حاصل تھی[1]۔

میر سنجر شیخ عبدالوہاب نقشبندی لاہوری

''تاریخ ارادت خان'' کا مشہور مؤلف اور شاعر مبارک اللہ واضح مخاطب بہ ارادت خان آپ کا مرید اور میر محمد زمان راسخ سرہندی کا شاگرد تھا[2]۔

[1] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مترجم: مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۲۴۵

[2] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مترجم: مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۲۵۳

باب نمبر۲:

اولیائے کرام ۱۷۰۱ء تا ۱۸۰۰ء

حضرت پیر زُہدی نقشبندی
(میانی صاحب)

کمال زُہد و مجاہدہ وجہ تسمیہ:

آپ کا اصل نام وجیہہ الدین تھا۔ آپ نے اتنا زُہد و تقویٰ اور مجاہدہ کیا کہ آپ بجائے اصل نام کے زُہدی (زہد کرنے والا) کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ لاہور ہی کے رہنے والے تھے، اور ابتدائی تعلیم یہیں پر حاصل کی۔ جوانی کے عالم میں حصولِ معرفت کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ تلاشِ حق میں گھومتے رہتے۔

ارادت و خلافت:

آپ اپنے دور کے مشہور بزرگ شیخ سعدی بلخاری کے مرید ہوئے۔ پیرومرشد کی وفات تک ان کی صحبت میں باطنی فیض حاصل کیا۔ ابھی آپ کی روحانی منازل کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ آپ کے پیرومرشد فوت ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے فیض طریقہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ جان محمد سہروردی لاہوری سے حاصل کیا۔

لاہور میں تشریف آوری:

شیخ جان محمد کی وفات کے بعد آپ لاہور سے دنیا کی سیر و سیاحت کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف، کربلا معلیٰ، بیت المقدس اور بغداد شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر مقدس مقامات کی زیارت کی۔ طویل سیر و سیاحت کے بعد آپ واپس لاہور تشریف لائے۔ یہاں اپنی روحانی تربیت گاہ بنا کر لوگوں کو مستفیض فرمانا شروع

کر دیا۔

دیگر اجازات:

واپسی پر حضرت میراں شاہ بھیکھ چشتی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا—— نیز حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری سے سلسلہ قادریہ میں کلاہ حاصل کی۔ آپ شیخ کامل تھے، لوگ آپ کی بے انتہا عزت اور تکریم کرتے تھے۔[1]

متوکل ولی:

آپ کی زندگی نہایت متوکلانہ تھی، لہٰذا جو بھی حاصل ہوتا اسے کھا لیتے—— آپ کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداء میں آپ نے اپنے نفس کی خواہشات کو کم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ شہر میں گزرتے ہوئے اگر کھانے کی کوئی چیز گری ہوتی تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے لیکن بعد میں آپ نے یہ طریقہ ترک کر دیا۔ آخری عمر میں آپ کی بے پناہ شہرت ہوئی۔

وصال اور تدفین:

آپ کی وفات ۱۱۴۰ھ بمطابق ۱۷۲۷ء لاہور میں ہوئی۔ آپ کو میانی صاحب قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلق اللہ ہے۔ کسی زمانہ میں آپ کی قبر پر گنبد تھا جو انقلاب زمانہ کے باعث گر گیا۔ آپ کے مزار پر لوگ نمکین اور شیریں روٹیاں بطور نذر نیاز لے جاتے ہیں۔[2]

---

[1] نور احمد چشتی، مولوی: تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور

[2] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۲ء

شیخ میر سیّد صفر احمد معصومی

میر صفر احمدؒ معصومی کئی نسبتوں سے معنون و ملقب ہیں۔ آپ کی نسبتوں: ''اسرار صدیقی، انوار فاروقی، وارثِ کرار سبحانی، نقشبندی، کمالاتِ احمدی اور آستان پاک معصومی'' کا مفہوم اس طرح ہے:

- ''اسرار صدیقی'' سلسلہ نقشبندیہ حضرت امیر المؤمنین سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے واصل ہے۔
- ''انوار فاروقی'' حضرت مجدد الف ثانی کے نسب مبارک کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نسباً فاروقی یعنی امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے ہیں۔
- ''وارث کرار سبحانی'' دراصل آپ نے اپنے نسب مادری کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کی زوجہ محترمہ حضرت میر صفر احمد رومی قدس سرہٗ کی صاحبزادی تھیں اور آپ حضرت خواجہ صاحب کے نواسے تھے۔ یہ کنایتہً ''حیدر کرام'' حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔
- ''نقشبندی'' سے مراد اس سلسلہ کے مؤسس حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
- ''کمالاتِ احمدی'' اشارہ ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی ''شیخ احمد'' کی طرف اور ''آستانِ پاک معصومی'' سے مراد حضرت خواجہ معصوم ہیں۔[1]

---

[1] محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۱۰۹، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

آباؤ اجداد:

شیخ صفر احمد، حضرت مجدد الف ثانی کے برادر حقیقی شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے اپنا نسب اس طرح لکھا ہے:

''شیخ صفر احمد بن شیخ محمد فضل اللہ بن قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد قدس اسرارہم''۔[۱]

شیخ محمد فضل اللہ کی ولادت ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔[۲] ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء میں حضرت خواجہ محمد معصوم کی دختر صفیہ سے شیخ محمد فضل اللہ کا نکاح ہوا۔[۳] شیخ محمد فضل اللہ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (بن حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیعت ہوئے۔[۴] شیخ محمد فضل اللہ کا وصال ۱۱۱۷ھ کو پشاور میں ہوا۔[۵]

شیخ محمد فضل اللہ کے والد شیخ عبدالقادر سرہند کے قاضی تھے جب ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء میں ان کا انتقال ہوا تو اورنگ زیب نے شیخ محمد فضل اللہ کو ان کی بجائے قاضی مقرر کیا۔ اورنگ زیب اس وقت تخت نشین ہو چکا تھا۔[۶]

شیخ صفر احمد معصومی مادری طور پر صحیح النسب سادات میں سے تھے یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم کی زوجۂ محترمہ روم کے سادات میں سے تھیں۔

اس خانوادے کے ایک فرد میر رمضان روم سے ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ انہی کے فرزند میر صفر احمد رومی کی دختر ثانی رقیہ سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کا نکاح ہوا۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، اس لیے ان کے نام پر ان کے نواسے کا نام صفر احمد (معصومی) رکھا گیا۔

یہی میر صفر احمد رومی (ف ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء) حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب

---

[۱] مقامات معصومی، جلد اول، ص ۳۲۹

[۲] مقامات معصومی، جلد ۴، ص ۲۶۷ — [۳] ایضاً، جلد اول، ص ۳۳۰ — [۴] ایضاً جلد ۴، ص ۲۷۰

[۵] ایضاً، جلد ۴، ص ۲۷۳

[۶] ایضاً، جلد اول، ص ۳۳۰

الیہ اور خلیفہ تھے۔ اس مبارک شادی کی تحریک لاہور کے نامور عالم اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ نامدار حضرت ملا محمد طاہر لاہوری نے کی تھی اور انہی کی سعی جمیلہ سے یہ عقد مسنون ہوا۔ اس کارِ خیر کے سلسلے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی عرصہ تک لاہور میں مقیم رہے۔ انہی خاتون جنت نشان سیّدہ رقیہ بنت میر صفر احمد رومی کے بطن سے جو آخری صاحبزادی صفیہ تولد ہوئیں ان کا نکاح شیخ صفر احمد معصومی کے والد شیخ محمد فضل اللہ سے ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تین صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہ شیر خوارگی میں اور ام کلثوم پندرہ سال کی عمر میں فوت ہو گئیں۔ صرف حضرت خدیجہ بقید حیات رہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی تمام تر دختری اولاد انہی کے بطن سے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے چھ ماہ بعد انہی بی بی خدیجہ کا نکاح قاضی عبدالقادر سے ہوا۔ ان کے بطن سے حاجی میر محمد فضل اللہ تولد ہوئے۔[1]

حاجی میر محمد فضل اللہ کا عقد مسنون صفیہ بنت خواجہ محمد معصوم سے ہوا۔ یہی (حاجی میر محمد فضل اللہ) میر صفر احمد معصومی کے والد محترم ہیں۔[2]

ولادت باسعادت:

میر صفر احمد رومی کی ولادت ۱۵/ذیقعد ۱۰۸۶ھ/۳۱/جنوری ۱۶۷۶ء کو ہوئی۔

وجہ تسمیہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کا لقب ''مجد الدین'' تھا، اس لیے آپ کا ایک نام اس مبارک لقب پر ''مجد الدین احمد'' رکھا گیا —— اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی کنیت ''ابوالبرکات'' تھی۔ اس لیے ان کی کنیت بھی یہی مقرر کی گئی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ان کا مشہور نام ''صفر احمد'' ہوگا کیونکہ یہ نام ان کے جد مادری میر صفر احمد رومی کا تھا چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لیے ان کے نام پر ان کا نام ''صفر احمد'' رکھا گیا تاکہ

۱؎ مقامات معصومی، جلد اول، ص ۳۳۰ تا ۳۳۱

۲؎ ایضاً، جلد اول، ص ۳۳۲

دنیا میں ان کی یادگار رہ جائے۔[1]

تعلیم:

آپ نے مروّجہ علوم کی تحصیل کا آغاز اپنے والد گرامی کی خدمت میں کیا۔ ان کے والد اس عہد کے درجہ اول کے مدرّسین میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کے علاوہ حدیث کی سند حضرت سیّد زین العابدین مدنی سے بھی لی تھی۔ انہوں نے مدتوں درس دیا — آپ نے مروّجہ کتب شرح مواقف اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ ''فیض الباری شرح صحیح بخاری'' (تالیف شیخ محمد اعظم بن حضرت خواجہ سیف الدین) کے چند اجزاء اپنے والد گرامی سے سبقاً پڑھے — نیز تیرہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ ملتان جا کر خانقاہ گردیزیہ میں سیّد ابراہیم بن مخدوم رابع محمد یوسف گردیزی سے علم منطق کی مشہور کتاب ''شرح شمسیہ'' کا درس لیا۔[2]

شیوخ طریقت:

میر صفر احمد معصومی نے اپنے مشائخ میں درج ذیل حضرات کی عنایاتِ خصوصی کا جا بجا تذکرہ کیا ہے:

(۱) اپنے والد گرامی حضرت میر محمد فضل اللہ کو اپنا پیر اول و استاد کامل بتایا ہے۔ اپنے نام کے ساتھ نسبت ''فضلی'' اپنے والد گرامی میر محمد فضل اللہ کے ساتھ اسی خصوصیّت کی بنا پر لکھی ہے۔

(۲) اپنے شیوخ میں دوسرا نام حضرت شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کا لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ صبغت اللہ نے اپنے آخری ایام حیات میں مجھے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی جس کے آثار بھی ظاہر ہوئے۔

(۳) آپ کو حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خصوصی

---

[1] مقامات معصومی، جلد اول، ص ۳۳۴/۳۳۵

[2] مقامات معصومی، جلد اول، ۳۳۶

لگاؤ تھا۔[1]

سلاطین و امراء سے روابط:

سلاطین ہند میں سے محمد معظم بہادر شاہ عالم خلد منزل بن اورنگ زیب اور فرخ سیر سے تعلقات رہے۔ امراء عصر میں سے نواب نظام الملک آصف جاہ، محمد امین خان، ارادت خان واضح، شیخ برہان فاضل خان تونی، امیر خان والیٔ کابل، گنج علی خان اور مرزا محمد مسعود فوج دار اٹک درہتاس کے ساتھ مراسم و ملاقات رہی۔[2،3]

شادی خانہ آبادی:

آپ حضرت شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے مرید صادق اور داماد تھے۔ حضرت شیخ صبغت اللہ کی چوتھی صاحبزادی ماریہ سے عقد ہوا تھا —— گویا میر صفر احمد معصومی کو حضرت خواجہ معصوم سے بہت قریبی تعلق تھا یعنی:

(۱) —— ایک طرف تو وہ حضرت خواجہ کے براہ راست نواسے تھے،

(۲) —— اور دوسری طرف وہ حضرت خواجہ کے صاحبزادے کے داماد تھے۔[4]

سال وفات:

آپ کے سال وفات سے قریباً تمام کتب تاریخ اور تذکرے خالی ہیں' البتہ ان کے ایک خاندانی تذکرے ''تحفۃ المرشد'' کے مؤلف نے میر صفر احمد معصومی کے پوتے میر فضل احمد پشاوری کا ایک رسالہ ''در تاریخ ہای عرس بزرگان'' من و عن نقل کر دیا ہے۔ اس کے مطابق آپ کا قیاسی سال وفات ۱۷ر جمادی الاول ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء تصور کیا جانا چاہیے —— تخمیناً آپ کی عمر حدود ۶۴ سال تھی —— یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہیں ان کے والد گرامی حضرت میر محمد فضل اللہ کے قریب یعنی روضۂ منورہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے درون

---

[1] مقامات معصومی، جلد اول، ص ۳۳۶/ ۳۳۷

[2] مقاماتِ معصومی، جلد اول، ص ۳۳۷/ ۳۳۸ ـــ [3] مقاماتِ معصومی، جلد ۴، ص ۱۷۰

[4] مقاماتِ معصومی، جلد اول، ص ۳۴۹

تہہ خانہ میں دفن کیا گیا ہوگا۔[1]

اولادِ امجاد:

میر صفر احمد معصومی کی تمام تر اولاد بی بی ماریہ بنت حضرت شیخ صبغت اللہ کے بطن سے تھی۔ آپ کے صرف دو بیٹے محمد معشوق اور شیخ نیاز احمد (جو ابوداؤد کی کنیت سے معروف ہیں) تھے۔ ان کے علاوہ تین بیٹیاں معز النساء، عزیز النساء اور ہدایت النساء تھیں۔[2]

آثارِ علمیہ:

میر صفر احمد معصومی کئی کتابوں کے مؤلف تھے جن کی کل تعداد معلوم نہیں ہے۔ ان کے والد گرامی نے کہ ابھی وہ کمسن ہی تھے، انہیں بشارت دی کہ وہ مصنف بنیں گے' چنانچہ آپ نے اپنی ان تصانیف کو اپنے والد گرامی کی بشارت کا مظہر قرار دیا ہے۔ ان کی صرف درج ذیل تصانیف کا علم ہو سکا ہے:

(۱) معدن الجواہر: (اپنے ماموں، خسر اور شیخ طریقت حضرت شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے احوال، ملفوظات اور کرامات پر لکھی)۔

(۲) منظر اولی الالباب: (یہ اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ قدس سرہٗ کے حالات پر تالیف کی تھی)۔

(۳) مظہر ابواب فضل: (اپنے والد گرامی کے حالات پر ایک اور رسالہ تالیف کیا)۔

(۴) رسالہ در حالات خواجہ محمد زبیر سرہندی:

(۵) فارسی اشعار:

(۶) مقاماتِ معصومی: (حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ کے احوال و آثار و تعلیمات)[3]

---

[1] مقاماتِ معصومی، جلد اول، ص ۳۵۰/۳۵۱

[2] مقاماتِ معصومی، جلد اول، ص ۳۵۱

[3] مقاماتِ معصومی، جلد اول، ص ۳۶۴ تا ۳۷۱ ملخصاً

حضرت حاجی محمد سعید نقشبندی

(نیپئر روڈ نزد میو ہسپتال)

ولادت:

حاجی محمد سعید لاہور کے مشہور بزرگ اور متوکل تھے۔ آپ ۱۰۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔

ارادت و خلافت:

طریقت میں آپ نے مختلف حضرات سے کسب فیض کیا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ حافظ سعد اللہ مجددی علیہ الرحمہ کے مرید تھے، انہی سے آپ نے معرفت حاصل کی۔ تکمیلِ سلوک پر آپ کو خلافت نقشبندیہ سے نوازا گیا۔

صاحب کتاب ''تشریف الشرفا'' فرماتے ہیں کہ حاجی محمد سعید کو خرقۂ خلافت قادریہ سیّد محمود بن سیّد علی حسین کردی سے ملا جن سے آپ کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہاں ہی آپ سے بیعت فرمائی۔

سلسلہ بیعت:

آپ کی بیعت کا سلسلہ خاندانِ عالیہ قادریہ سے چند درمیانی واسطوں سے سیّد عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ سے اس طرح پہنچتا ہے:

''آپ مرید شیخ سیّد محمود کردن کے (جن سے مکہ معظمہ میں بیعت ہوئے)
اور یہ (سیّد محمود) سیّد جلال الدین کے، اور یہ مرید سیّد شہاب الدین کے،

اور یہ سیّد جمال الدین کے، اور یہ سیّد شمس الدین ابوالعرفا کے، اور یہ شہاب الدین احمد کے، اور یہ سیّد قاسم کے، اور یہ سیّد عبدالباسط کے، اور یہ سیّد بہاؤالدین ابوالعباس کے، اور یہ سیّد بدرالدین ابوالحسن کے، اور یہ سیّد علاؤالدین کے، اور یہ سیّد شرف الدین یحیٰؒ تاتاری کے، اور یہ مرید سیّد ابوصالح نفر کے، اور یہ مرید قطب الافاق سیّد عبدالرزاق بن غوث الاعظم محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے'' [1]

لاہور میں تشریف آوری:

اطرافِ عالم کی سیر و سیاحت کے بعد جب آپ لاہور تشریف لائے یہاں آپ نے محلّہ عبداللہ داڑی میں رہائش اختیار فرمائی۔ لوگوں کو درس و تدریس اور رُشد و ہدایت کی تعلیم دینے لگے۔ آپ کی قیام گاہ کے پاس عالی شان مسجد تھی۔ لوگ اس میں حاضر ہوتے تھے۔ صبح سے نماز ظہر کے بعد تک آپ درس و تدریس میں مشغول رہتے اور نماز عصر کے بعد علم باطن کی تعلیم دیتے اور ذکر و فکر کرتے۔

کرامات کا ظہور:

آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ جس کرامت سے آپ کا چرچا ہوا وہ یہ ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی نے لاہور پر پہلی مرتبہ حملہ کیا اور صوبہ لاہور کو شکست ہوئی۔ لاہور کے لوگ قتل و غارت کے خوف سے اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آخر محلّہ لکھی اور عبداللہ داڑی کے رہنے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''سب لوگ بھاگ گئے ہیں اور ہم آپ کے بھروسے پر ابھی تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں'' —— فرمایا:

''ہاں! ہم نے اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کی ہے کہ ہماری سکونت کا محلّہ غارت گری سے محفوظ رہے۔ تم کھلے دروازے اپنے اپنے گھروں میں

[1] غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء، ص ۲۰۲، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء

بیٹھے رہو“۔

آخر جب شہر فتح ہو گیا اور افغان شہر میں لوٹ مار کرنے لگے تو احمد شاہ ابدالی جو شاہدرہ میں مقیم تھا، نے پوچھا: ”اس شہر میں کوئی صاحب شریعت وطریقت ہے؟“

لوگوں نے حضرت کا نام لیا تو بادشاہ محلہ عبداللہ داڑی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد زیارت حکم دیا کہ دونوں محلوں میں غارت گری نہ ہو بلکہ وہاں اپنی سپاہ مقرر کر دی ـــــ سیّد محمد لطیف مصنف ”ہسٹری آف لاہور“ نے احمد شاہ ابدالی کی تیسری مہم کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے ابدالی کو خط لکھا تھا جس سے وہ بہت متاثر ہوا اور خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تھا۔ نقل ہے کہ احمد شاہ ابدالی آپ کا مرید ہو گیا تھا۔ لوگ آپ کو ”پیر افغاناں“ کہنے لگے۔

شادی اور اولاد امجاد:

آپ نے ایک شادی کی۔ اولاد میں دو صاحبزادیاں تھیں جن سے اولاد آگے بڑھی۔ ایک صاحبزادی کا نام بیوی صاحب جان اور دوسری کا نام رحمت بیوی تھا۔ صاحب جان تو حافظ محمد مقیم لاہوری سے اور رحمت بیوی حافظ محمد مراد صوفی سے بیاہی گئی۔

حج کی سعادت:

حاجی محمد سعید علیہ الرحمہ دو دفعہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شرف حج و زیارتِ روضۂ مطہرہ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے۔ بہت سے مشائخ طریق سے فائدہ عام اور فیض تام حاصل کیا۔

وصال پُر ملال:

آپ ۵ ربیع الاول ۱۸۱اھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ آپ کا مزار کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج متصل میو ہسپتال کے قریب نیپئر روڈ پر ایک احاطے میں واقع ہے جو گوروں کے قبرستان سے متصل ہے۔[1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور ۲۰۰۲ء

قطعہ تاریخ وفات:

از مفتی غلام سرور لاہوری:

محمد سعید آں سعید زماں　　که بیرون است وصفش زگفت وشنید
تاریخ ترحیل آں شیخ دیں　　ندا شد روں واصل سعید [۳]

---

[۳] غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء

باب نمبر ۳:

اولیائے کرام ۱۸۰۱ء تا ۱۹۰۰ء

حضرت سیّد منور علی شاہ نقشبندی

(میانی صاحب)

سیّد منور شاہ کا تعلق سادات گیلانی سے تھا۔ آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ یہیں پرورش پائی اور یہاں ہی علم دین حاصل کیا۔ آپ کے والد گرامی کا نام سیّد صابر تھا جو سلسلہ سہروردیہ میں میر عبدالرزاق کے خلیفہ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

سہروردیہ سلسلہ میں اکتسابِ فیض:

آپ کو روحانی فیض طریقت کے دو سلسلوں یعنی نقشبندیہ اور سہروردیہ سے ہوا۔ سلسلہ سہروردیہ میں آپ اپنے والد صاحب کے ہاتھ پر روحانی نسبت رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے:

> ''آپ اپنے والد سیّد صابر کے مرید تھے، اور یہ اپنے والد میر عبدالرزاق کے' اور یہ اپنے پدر میر عبدالرحیم کے' اور یہ اپنے والد میر صدر الدین کے، یہ اپنے والد میر حیدر کے' اور یہ مرید شاہ نصیب الدین غازی کشمیری کے' اور یہ شیخ داؤد خاکی کے، یہ مخدوم حمزہ کشمیری کے، یہ سیّد جمال الدین بخاری کے مرید تھے' جو سیّد عبدالوہاب بخاری دہلوی کے بھائی تھے''۔

سلسلہ نقشبندیہ میں اکتسابِ فیض:

سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بھی اکتسابِ فیض کیا۔ آپ اس سلسلہ کی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ آپ دنیا اور دنیا والوں سے بچنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ:

''اہلِ طریقت کو اہلِ دنیا اور دنیا سے بالکل غرض نہ رکھنی چاہیے''۔

آپ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ حالِ قلوب آپ پر اس قدر مکشوف تھا کہ جو حاجت مند اور سائل حاضر خدمت ہوتا اُسے اظہارِ حال کی ضرورت نہ پڑتی اور اپنے دلی سوال کے مطابق جواب پالیتا۔

وصال پُر ملال:

سیّد منور علی شاہ جامع الکمالات کی وفات ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔ مزار مبارک شیخ محمد طاہر بندگی نقشبندی لاہوری کے مزار کی چاردیواری میں ہے۔

قطعہ تاریخ وصال:

تاریخ وفات از مفتی غلام سرور لاہوری:

پر تو افگن چو شد منور شاہ　　　درجناں ہم چو ماہ پارہ نُور
گشت تاریخ رحلتش روشن　　　از ''منور ولی ستارہ نور'' [1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

سیّد محمود شاہ نقشبندی
(گھوڑے شاہ)

آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد نہایت صالح تھے۔ ان کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ راہ سلوک کے طالبِ حقیقی بنے۔ آپ بڑے زاہد و عابد تھے۔

بیعت وخلافت:

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت عبدالکریم مجددی کے مرید تھے۔ صحبت مرشد میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ عمر کا بیشتر حصہ گوشہ نشین رہے۔ اس عالم تنہائی میں آپ نے بے حد ریاضت وعبادت کی۔ آپ دنیاداروں سے الگ تھلگ رہتے۔ آپ ہر لحاظ سے پابند شرع تھے۔ ذکر اور نوافل پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ تکمیلِ سلوک پر آپ کے مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔

مرکز فیض:

آپ کوچہ کوٹھی داراں، کشمیری بازار میں رہتے تھے۔ خرقۂ خلافت ملنے پر آپ لوگوں کو راہِ حق پر لانے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی دعا میں بے حد اثر تھا۔ لاہور میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پھیلانے میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ لاہور و بیرون لاہور ہزارہا آپ کے عقیدت مند تھے۔

آخری عمر میں آپ کافی ضعیف ہو چکے تھے۔ جسمانی کمزوری کے باوجود بھی آپ خدمتِ خلق میں مصروف رہتے۔

وصال پُر ملال:

آپ کا وصال ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۲ء میں ہوا۔ آپ کو شمالی لاہور میں مزار حضرت گھوڑے شاہ کے بالمقابل دفن کیا گیا۔[1]

قطعہ تاریخ وصال:

پیر غلام دستگیر نامی نے آپ کی تاریخ وفات پر یوں قطعہ کہا ہے:

بتاریخ او نامی خوش بیان "سیادت نشاۃ شاہ محمود" گفت
۱۲۸۰ھ
از نامی حامد زمانہ "تن بریاضت" است تاریخ
۱۸۶۲ء

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

حضرت سیّد سیّد محمود آغا کابلی نقشبندی

(بیگم پورہ)

آپ کا اصل وطن کابل تھا۔ آپ حضرت میر جان کابلی کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔۔۔ آپ کی ولادت کابل میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ آپ نے فارسی زبان میں خوب مہارت حاصل کی۔ آپ کا بچپن ہی سے حصولِ معرفت کی طرف رجحان تھا۔

شہر لاہور میں فیض رسانی:

حضرت میر جان کابلی جب لاہور میں آ کر ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے تو ان کے چھوٹے بھائی حضرت سیّد سیّد محمود آغا ان کی تلاش میں کشمیر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ خانقاہ حضرت ایشاں میں ملاقات ہوئی۔ بڑے بھائی کے پاس مستقل قیام نہ کیا۔ شالامار باغ میں شاہی حمام کے پاس والے برج میں رہنے لگے۔

معمولاتِ یومیہ:

آپ کا معمول تھا کہ زیادہ وقت اپنی قیام گاہ پر گزارتے اور دربار الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ پر عشقِ حقیقی حد درجہ غالب تھا۔ آپ اسی میں کھوئے رہتے۔ آپ دنیا کے دھندوں سے بے نیاز تھے، جو میسر آتا اسی پر گزارا کرتے۔ اکثر اوقات فاقہ بھی ہو جاتا لیکن کسی سے سوال نہ کرتے۔ آپ زیادہ تر عالم استغراق میں محو رہتے لیکن جب دل میں آتا تو اپنی قیام گاہ سے اٹھ کر ارد گرد کے علاقے میں گھوم پھر لیتے۔ آہستہ آہستہ لوگ آپ کی بزرگی کے قائل ہوئے اور کچھ حضرات آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے۔ آپ کے

پاس جو بھی آیا، آپ نے اسے عشقِ حقیقی کا درس دیا اور اللہ کا راستہ بتلایا۔ گاہے بگاہے آپ خانقاہ حضرت ایشاں میں بھی تشریف لاتے اور اپنے بھائی سے ملتے۔

سخن وری:

آپ فارسی کے نہایت عمدہ شاعر تھے۔ آپ کا تخلص ترابؔ تھا۔ آپ کے کلام میں سوز و گداز، جوشِ عقیدت اور دردمندی ہے۔ بعض اشعار میں جذب مستی بھی بڑی نمایاں ہے۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

بدہ دست یقین، اے دل کہ شاہ رہنما ایں جا مےایں جا وحدت ایں جا ساقی مشکل کشا ایں جا
نہ قائم سدا ایں درگاہ بردا اے مدعی ناداں سرایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا خدا ایں جا
مکن گردن کشتی با خود بزن چنگل بدامانش محمد مشرب ایں جا' مہٗ یوسف لقا ایں جا
بخاک درگہش خوکن گر مقصود مے خواہی تراب ایں جا شراب ایں جا کباب ایں جا بلا ایں جا

اس دور کے امراء اور رؤسا اکثر شالا مار کی سیر کو آیا کرتے تھے۔ جب کبھی وہ شاہی حمام والے برج سے گزرتے تو اس مستغنی المزاج اور سادہ لباس درویش کو اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے حیرانی سے دیکھتے تو باغ کا انگریز نگران آپ کی موجودگی کو اس باغ کی خوشنمائی میں ایک دھبہ خیال کرتا۔ یہ عظیم یادگار شاہجہان بادشاہ نے نواب علی مردان خان اور خلیل اللہ خان کی نگرانی میں ایک سال چار ماہ اور پانچ دن میں چھ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار کروائی تھی —— وہ انگریز ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ اس دھبہ کو دور کرے۔ آخر آپ کو جگہ خالی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ آپ نے تنگ آ کر شالا مار باغ کو چھوڑ دیا اور اپنے بڑے بھائی کے پاس خانقاہ حضرت ایشاں میں چلے آئے۔

امرتسر میں تشریف آوری:

کچھ عرصہ کے بعد امرتسر تشریف لے گئے اور مریدوں کے ہاں قیام کیا۔ اسی دوران میاں امین الدین باغبان پوری بیل خریدنے کی غرض سے میلہ مویشیاں بمقام امرتسر گیا۔ جب وہ بازار سے گزر رہا تھا، اتفاقاً آپ کی نظر اس پر پڑی۔ اپنے مریدوں میں سے

ایک کو کہا کہ:

''جاؤ اس مسافر کو میرے پاس لے آؤ''۔

میاں امین الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آداب بجا لایا۔ آپ نے دعا فرمائی اور پوچھا:

''شاہی حمام والے برج کا کیا حال ہے؟''

اس نے جواب دیا:

''یا حضرت! آپ کے چلے جانے کے بعد وہ گر گیا۔ نگران اور ناظم شالامار باغ دونوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حکومت ان پر سختی کر رہی ہے۔ آپ ان کی بھلائی کے لیے دعا فرمائیں''۔

وصال پُر ملال:

امرتسر سے واپسی پر آپ آخری دم تک درگاہ حضرت ایشاں پر رہے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ۱۱ر ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۸۲ء میں وفات پائی۔ آپ نے ساری زندگی تجرید میں گزاری کیونکہ آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔

آپ کا مزار مبارک حضرت ایشاں کے گنبد کے اندر بیگم پورہ نزد باغبانپورہ میں واقع ہے۔ گنبد میں تین قبریں ہیں۔ تیسری قبر مبارک آپ کی مرجع خلائق ہے۔[1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

باب نمبر۴:

اولیائے کرام ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء

حضرت سیّد میر جان کابلی نقشبندی

(بیگم پورہ)

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے جامع شریعت وطریقت بزرگ تھے۔آپ کا اصل نام سیّد میر جان تھا لیکن آپ ''بڑے پیر صاحب'' کے نام سے مشہور تھے۔کابل سے تعلق ہونے کی وجہ سے کابلی کہلاتے ہیں۔والد کا نام سیّد میر حسن بن عبید اللہ تھا۔سلسلۂ نسب ننھیال کی طرف سے حضرت ایشاں علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔

آباؤ اجداد:

آپ کے آباؤ اجداد عرصہ سے کابل میں آباد تھے۔آپ اپنے اسی آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم کابل ہی میں حاصل کی۔قرآنِ پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد عربی اور فارسی پڑھی۔اس کے بعد دینی علم کی طرف رجوع کیا اور اس زمانے کے اکابر علماء سے تحصیل علم کیا۔تفسیر حدیث اور فقہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔

تحصیلِ علم سے جب فارغ ہوئے تو ہدایتِ خلق اور تبلیغ دینِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔تمام احوال و مقامات کو شرعی نگاہ سے دیکھتے اور جو کچھ بیان کرتے قرآن و حدیث سے اسناد کرتے۔

بیعت وخلافت:

حصولِ معرفت کا جذبہ تو آپ میں ابتدائے بلوغت سے موجزن ہو چکا تھا لیکن صوفیاء کے اصول کے مطابق سلوک میں قدم رکھنے سے شرعی علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے چنانچہ پہلے آپ نے حصولِ علم میں کمال پیدا کیا' پھر آپ سوات میں حضرت اخوند صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی التجا کی۔ انہوں نے باطنی نگاہ سے دیکھ کر بتایا:

''آپ پنجاب میں امرتسر جائیں، وہاں سے فیض حاصل ہوگا''۔

چنانچہ آپ کابل سے نکل کر پشاور آئے اور وہاں سے امرتسر پہنچے۔ وہاں پر اس دور کے مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا سیّد احمد یار بخاری اوچی کے مرید ہوئے۔ سیّد احمد یار بخاری اپنے دور کے نامور صوفی تھے۔ بیعت کے بعد حضرت میر جان کابلی نے سلسلہ نقشبندیہ کے اوراد کے مطابق بے حد مجاہدہ کیا اور ذکر وفکر سے روحانی منازل عبور کیں۔ خدمت مرشد میں رہ کر مقاماتِ سلوک کی تکمیل کی۔ آخر خرقۂ خلافت وارشاد ہدایت سے سرفراز ہوئے۔ آپ جامع کمالات صوری ومعنوی اور کاشف اسرار شریعت وطریقت تھے۔ فقر اور استغناء میں بے نظیر و بے عدیل تھے۔ کتاب ''مصباح الحقیقت'' میں لکھا ہے:

''جب مولانا سیّد احمد یار نے خلافت نامہ تحریر فرمایا تو لکھا: جب میں نے حضرت میر جان کابلی کو سیر سلوک میں خوب آزمایا اور کئی بار مشائخ کرام کی طرف سے اجازت دینے کا حکم ہوا' تب میں نے اجازت نامہ لکھ کر ان کو دیا''۔

سلسلہ طریقت:

آپ کا سلسلہ طریقت حضرت مجدد الف ثانی سے یوں ملتا ہے:

''امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی، عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ سیف الدین، حضرت سیّد نور

محمد بداوُنی، حضرت شمس الدین حبیب اللہ‘ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی شاہ ، حضرت شاہ ابوسعید ، حضرت مولانا مولوی محمد شریف قندھاری، حضرت مولوی احمد یار بخاری، حضرت سیّدنا و مرشدنا و ھادینا حضرت سیّد میر جان کابلی رحمہم اللہ علیہم اجمعین“۔

لاہور میں رونق افروزی:

لاہور تشریف لانے سے پہلے آپ نے دور دراز ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی۔ اشاعتِ دین کی گراں بہا خدمات سرانجام دیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ سیر و سیاحت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ حضرت ایشاں سے خاندانی تعلق ہونے کے باعث آپ کی درگاہ کو رُشد و ہدایت کے سلسلے کا مرکز بنایا۔ درگاہ سے ملحق مسجد کے محراب میں آپ جلوہ گر رہتے۔ طالبانِ حق و صداقت کا ایک اجتماع آپ کے اردگرد رہتا۔ آپ انہیں اتباع قرآن و سنت، رِیاضت و عبادت، مراقبہ، ذکر و فکر، سماع سے اجتناب، غیر شرعی امور سے احتیاط کرنے اور اعلاء کلمہ حق کی ہدایت فرماتے۔ تقریباً تیس سال لاہور میں آپ کا فیضان جاری رہا۔ خلقِ کثیر نے آپ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔

لاہور کے علماء و صلحاء کی آمد:

اہلِ لاہور کے علماء و صلحاء میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ اور مولانا غلام قادر خطیب بیگم شاہی مسجد‘ لاہور عموماً جمعرات یا جمعہ کے روز تشریف لاتے۔ مسجد کے پاس ہی ایک عمارت جس کو نواب یحییٰ خان نے ”تسبیح خانہ“ کے نام سے تعمیر کروایا تھا، اس میں فاتحہ خوانی اور ختم خواجگان ہوا کرتا تھا۔

اہلِ کشمیر کو فیض رسانی:

گرمیوں کے موسم میں آپ اکثر اوقات کشمیر چلے جاتے، وہاں کے لوگوں کو رُشد و ہدایت کی دعوت دیتے اور کشمیر میں قیام کے دوران آپ خصوصاً اہلِ تشیع کو صراط مستقیم کی

طرف لانے کی کوشش کرتے۔ اس مقصد میں آپ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ اپنے حلقہ ارادت میں عموماً صوفیانہ مسائل پر بات چیت کیا کرتے تھے جس سے لوگ بہت محظوظ ہوتے۔ تصوف کے ایسے لطیف مسائل بیان کرتے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے۔ کشمیر میں آپ زیادہ تر خانقاہ شاہ ہمدان یا خواجہ خاوند معین الدین نقشبندی میں قیام کرتے۔ کبھی کبھی اپنے مرید خاص میاں محمد حسین باغبان پوری جو ان دنوں کشمیر میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ملازمت پر تھے، تشریف لے جاتے اور قیام کرتے۔ کشمیر میں بھی عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے اردگرد رہتی اور ارشاداتِ گرامی سے فیض حاصل کرتی۔ ان میں رئیس کشمیر، خواجہ حسن شاہ نقشبندی بن خواجہ عبدالرسول شاہ مقبل قابلِ ذکر بزرگ ہیں۔

زائرین کے لئے تعمیرات:

آپ نے طالبانِ علم و عقیدت مندوں کی رہائش کے لیے بہت سے حجرے بنوائے۔ ان کے ساتھ ایک حویلی اور مسافر خانہ بھی تعمیر کروایا۔ قبرستان کے لیے زمین وقف کی جو ''قبرستان حضرت ایشاں'' کے نام سے مشہور ہے۔ دور دراز ممالک اسلامیہ کے مسافر اور طالب علم آ کر قیام کرتے تھے۔ آپ بالعموم مسجد کے شمالی حجرہ یا محراب میں تشریف رکھتے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد کافی تھی۔ مریدوں کو ہمیشہ اتباعِ شریعت کا درس دیا۔ اپنے وعظ و تلقین کے ذریعہ سیرت کی پختگی، کردار و عادات کی بلندی اور جذبۂ اخلاص و محبت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ غرض کہ اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوضات سے سرزمینِ کشمیر، لاہور، بیگم پورہ اور باغبان پورہ کو مالا مال کیا۔

آپ پیر طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، جامع علوم ظاہر و باطن، کاملانِ وقت و صاحبِ کرامات تھے۔ آپ علم اور حلم کا ایک حسین مرقع تھے۔ لوگوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ اپنے آپ کو خادم خلق سمجھا کرتے۔ لنگر وسیع تھا جو کچھ ہوتا خرچ کر دیا کرتے۔

زیارت حرمین طیبین و حج کی سعادت:

آپ نے کئی بار حج کی سعادت حاصل کی۔

شادی و اولاد:

''مصباح الحقیقت'' میں آپ کی شادی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ہر سال حج کے لیے مکہ معظمہ اور زیارتِ نبی کے لیے مدینہ شریف تشریف لے جاتے، ـــــ اسی دوران آپ نے ایک نیک خاتون سے نکاح کیا، اس سے اولاد بھی ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے بھی تھے۔

اہلیہ اور بچوں کا سانحہ ارتحال:

ہندوستان واپسی پر زوجہ محترمہ اور صاحبزادے بھی ہمراہ تھے۔ جہاز کی تباہی کے سبب زوجہ محترمہ اور دونوں بچے سمندر میں ڈوب گئے لیکن آپ ایک تختہ پر تین یوم تیرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے آپ کو صحیح سلامت بمبئی کے کنارے پر لگا دیا۔ وہاں سے آپ لاہور واپس تشریف لائے۔

وصال پُر ملال:

آپ کا وصال یکم شعبان ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۳؍نومبر ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ آپ کو حضرت ایشاں علیہ الرحمہ کے گنبد میں دفن کیا گیا۔ گنبد کے اندر داخل ہوتے ہوئے حضرت ایشاں کے پہلو میں دوسری قبر آپ کی ہے اور تیسری قبر آپ کے چھوٹے بھائی کی ہے۔ آپ کا روضہ بیگم پورہ نزد باغبان پورہ لاہور میں مرجع خلائق ہے۔[1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی

(عثمان گنج، بیرون شیراں والا دروازہ)

ولادت باسعادت:

خانقاہ قلعہ شریف کے بانی حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ ۱۸۱۳ء میں موضع بھینی ضلع شیخوپورہ کے ایک ارائیں گھرانے میں پیدا ہوئے۔

نقل مکانی:

عالم شباب میں بعض مصالح اور وجوہات کی بناء پر موضع قلعہ لال سنگھ میں مستقل رہائش رکھ لی۔ یہ گاؤں بھی ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے اور آپ کی تشریف آوری سے ''قلعہ شریف'' مشہور ہوا۔ آپ نے بہاولپور جا کر تکمیل علوم متداولہ کی۔

بیعت وخلافت:

آپ نے حضرت میاں بدر الدین علیہ الرحمہ (چوہنگ، ضلع لاہور) کے دست اقدس پر بیعت وخلافت کی سعادت حاصل کی۔

ذریعۂ معاش:

زہد وعبادت کو ذریعہ روزگار نہیں بنایا بلکہ اپنی اراضی خود کاشت کر کے پیٹ پالتے رہے۔ ۱۸۸۵ء میں بستی بیلہ رام (عثمان گنج) لاہور تشریف لا کر تبلیغ واشاعت سلسلہ عالیہ کا کام شروع کر دیا۔ ہزارہا مخلوق فیض یاب ہوئی۔

صاحبزادگان:

آپ کے صاحبزادے خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ اور مہر محمد صوبہ لاہوری علیہ الرحمہ

(مدفون میانی صاحب' لاہور) بہت معروف ہوئے۔

شجرۂ طریقت:

آپ کا شجرۂ طریقت چند واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے:

''خواجہ غلام مرتضٰی، حضرت خواجہ بدر الدین نقشبندی، حضرت غلام محی الدین قصوری، حضرت غلام علی (مدفون دہلی)، حضرت مظہر جانِ جاناں شہید، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز''

مدارِج سلوک کے لیے زُہد:

صحبت مرشد سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ پانچ سال تک روزانہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کے گاؤں اور مرشد کی جائے قیام کے دوران پانچ میل کا فاصلہ تھا۔ آپ بلا ناغہ رات کے پچھلے پہر اپنے گاؤں سے روانہ ہوتے اور صبح کی نماز پیرو مرشد کی اقتداء میں جا کر ادا کرتے۔ پھر تھوڑا وقت خدمت مرشد میں گزار کر واپس اپنے گاؤں آ جاتے اور حصول معاش میں مصروف ہو جاتے۔ اس دوران موسموں کے تغیر و تبدل کے اثرات کی آپ نے مطلق پروانہ کی۔ حتیٰ کہ اس صحبتِ مرشد کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ آپ مرشد کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

آپ کے مرشد نے ایک ویران مسجد میں چلّہ کاٹنے کے لیے کہا۔ چنانچہ پہلے اس مسجد میں ایک چلّہ کاٹا، روحانیت میں استقامت کے لیے مزید کئی چلے کاٹے۔ یہ مسجد غیر آباد تھی اس لیے وہاں رات دن عبادت میں مشغول رہنا آسان تھا۔ اس طرح چلّہ کشی سے آپ منازل روحانیت کو طے کر کے درجہ تکمیل تک پہنچے۔

خرقۂ خلافت:

اس ریاضت و عبادت کے بعد آپ اپنے گاؤں آ گئے اور مرشد کے حکم پر ازدواجی زندگی اختیار کر لی —— جب آپ سلسلہ نقشبندیہ میں ہر طرح سے کامل ہو گئے تو خرقۂ

خلافت عطا فرما کر مرشد نے فرمایا:

''بیٹا جاؤ اب مخلوق خدا کی خدمت کرو''۔

اب آپ دن کا کچھ حصہ کاشتکاری میں گزارتے اور بقیہ وقت ارشاد و تلقین میں محو رہتے۔

سکھوں کا قبول اسلام:

رفتہ رفتہ آپ سے کئی لوگوں کو فیض پہنچنا شروع ہوا۔ موضع قلعہ لال سنگھ میں اس زمانے میں سکھ بھی رہتے تھے، ان میں سے کئی سکھ آپ کے خلق سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔

ایک بار آپ تین دن سے فاقہ مستی سے تھے۔ آپ ہندوؤں کے ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں آپ نے تین دن تک کچھ نہ کھایا۔ جب گھر واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں دو روٹیاں اور اچار پیش کیا گیا۔ عین اس وقت جبکہ آپ لقمہ اُٹھانے لگے، ایک سائل آ گیا۔ اس نے کہا:

''میں چار روز سے بھوکا ہوں، مجھے کچھ کھانے کے لیے دو''۔

آپ نے وہ دونوں روٹیاں اور اچار اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیا۔ بارگاہِ رب العزت میں آپ کا یہ عمل بہت مقبول ہوا۔

لاہور میں تشریف آوری:

۱۸۵۵ء میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آپ اپنے گاؤں سے لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے مستقل قیام کر لیا۔ شروع میں آپ علاقہ عثمان گنج میں املی والی مسجد میں رہے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ کے مرید مستری احمد بخش نے چار کنال اور ۱۳ مرلے زمین خرید کر آپ کی نذر کر دی۔ یہاں آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج اور تبلیغ کے لیے قیام کر لیا۔

ذریعہ معاش:

آپ کا ذریعہ معاش زمینداری تھا۔ ضلع شیخوپورہ میں آپ کی تقریباً تین مربعے

زمین تھی۔ اس کی آمدن سے اپنی گزر اوقات کرتے۔ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل یہ زمین اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔

معاصرین:

آپ کے ہم عصر بزرگوں میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری، حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے آپ کی بارہا ملاقات ہوئی۔

خلفاء کرام:

آپ کے خلفاء میں یہ اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں:

- ــــــ مہر محمد صوبہ (میانی صاحب)
- ــــــ آپ کے صاحبزادے نور محمد، (میانی صاحب)
- ــــــ مولانا چراغ شاہ' کوٹلی لوہاراں
- ــــــ حضرت میاں قادر بخش تحصیل چونیاں اور
- ــــــ مولوی نور دین امرتسر

شادی اور اولاد:

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی اپنے والدین کے اصرار پر کی اور اس سے پانچ لڑکے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادے تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر صاحبزادیاں حیات رہیں ـــــ دوسرا نکاح رحمت بی بی المشہو راماں جی سے کیا جن کے بطن سے صاحبزادہ خواجہ نور محمد ولی کامل پیدا ہوئے۔

وصال پُر ملال:

آپ نے بروز ہفتہ ۲۲/ ذیقعد ۱۳۲۰ھ بمطابق ۲۱/ فروری ۱۹۰۳ء کو وصال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال تھی۔ آپ کو آپ کی قیام گاہ محلہ عثمان گنج میں دفن کیا گیا جو کہ ریلوے لائن کے بالکل ساتھ ہے۔ مزار پر ایک گنبد ہے۔ عمارت نہایت ہی

عالی شان ہے۔ آپ کا مقبرہ آپ کے مرید خاص مستری احمد بخش نے بنوایا تھا۔ گنبد کے اندر اور باہر نقاشی کا کام بے نظیر ہے۔[1]

سجادہ نشین:

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ نور محمد سجادہ نشین ہوئے جن کی ولادت ۴؍ دسمبر ۱۸۹۶ء کو عثمان گنج، لاہور میں ہوئی۔ مدرسہ حمیدیہ لاہور سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد یار (خطیب سنہری مسجد، لاہور) سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ والد گرامی سے بیعت و خلافت تھی۔ علم و عرفان کی نہریں بہائیں۔ ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر (بھارت) میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔۔۔

● ۔۔۔ حجت ربانی ● ۔۔۔ تحقیق الوجد ● ۔۔۔ حج فقیر بر آستانہ پیر

وغیرہ کتابیں بھی لکھیں۔ بدمذہبوں کو مناظروں میں شکست فاش دی۔ آپ کی رحلت یکم ذیقعد ۱۸۷۷ھ/ ۲۱؍ مئی ۱۹۵۸ء بروز بدھ ہوئی۔ مزار مقدس محلہ عثمان گنج بیرون شیرانوالہ دروازہ نزد ریلوے لائن (لاہور) واقع ہے۔۔۔ محکمہ اوقاف نے ۲۶؍ فروری ۱۹۶۰ء کو قبضہ میں لے کر انتظام سنبھال لیا تھا۔[2]

---

1. عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء
2. محمد صادق قصوری: تکملہ پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں مشمولہ جہان امام ربانی، جلد ۶ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

پیر عبدالغفار نقشبندی

(باغ گل بیگم، میانی صاحب)

آباؤ اجداد:

آپ کے خاندان کے جدامجد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا حضرت پیر مصطفیٰ شاہ وہاں سے سیر و سیاحت کے لیے نکلے اور ہوتے ہوئے ملتان کے قریب ایک ویرانے میں آ کر مکیں ہو گئے۔ پھر یہی علاقہ آپ کے دم قدم سے آباد ہو گیا اور وہاں ایک گاؤں بن گیا۔ آپ کے والد کا نام پیر احمد شاہ تھا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر تک قرآنِ مجید پڑھا۔ اس کے بعد آپ کے والدِ ماجد گاؤں سے آ کر لاہور آباد ہو گئے۔ لاہور میں حصول علم میں آپ کو کافی سہولت میسر آئی۔ یہاں کے علمی ماحول میں دینی علوم کا حاصل کرنا بہت آسان تھا۔ اسی لیے آپ نے مروّجہ دینی علوم حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور لاہور کے مختلف اہلِ علم و فضل اساتذہ سے استفادہ کیا۔

امامت و خطابت:

علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مسجد حنفیہ تکیہ سادھواں میں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔ آپ جمعہ کا خطبہ دیتے۔ آپ کے سامعین میں بڑے اہلِ علم بھی شامل ہوتے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔

سلسلہ نشر و اشاعت:

آپ ایک ماہانہ رسالہ ''وعظ'' بھی نکالتے تھے۔ درود شریف کے مجموعے چھاپ

کر تقسیم کرتے رہے۔ آپ کے مرتبہ درود شریف کے دس حصوں کا نام ''عشرۂ کاملہ'' ہے ــــ ''عشرۂ کاملہ'' کے علاوہ دو ضخیم جلدوں میں درود شریف کا ایک مجموعہ ''خزائن البرکات'' مرتب کر کے نہایت خوش خط لکھوایا۔ اس کتاب کا دیباچہ آپ نے عربی میں لکھا۔ اس مجموعہ کی اشاعت کا موقع آنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا ــــ علاوہ ازیں آپ نے وظائف اور تصوف کی متعدد کتابیں شائع کیں۔

تبلیغ و تدریس:

تبلیغ و تدریس کے لیے ۱۹۰۱ء میں مسجد حنفیہ تکیہ سادھواں میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کا نام مدرسہ غوثیہ رکھا۔ اس مدرسے کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں لاہور کے نہایت ہی قابل اور فاضل مدرّس پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں مفتی عبدالقادر جہانگیری ایک مدت تک صدر مدرّس رہے۔ مولانا سیّد احمد علی شاہ بٹالوی اعزازی طور پر ہر ہفتہ ترمذی شریف پڑھایا کرتے تھے۔

سلسلۂ طریقت:

آپ کا سلسلہ طریقت نقشبندیہ تھا۔ بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مند تھے لیکن آپ نے چند ہی لوگوں کو مرید کیا۔ جنہیں مرید کیا ان کی اچھی طرح تربیت کی۔

وصالِ پُر ملال

آپ کا وصال بروز بدھ ۱۷ر جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ آپ کا مزار میانی صاحب کے قبرستان میں باغ گل بیگم کے نزدیک واقع ہے۔[۱]

---

[۱] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

مولانا فتح محمد اچھروی

(اچھرہ)

آپ بچپن ہی سے نابینا تھے۔ آپ ظاہری تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے بہرہ ور کیا۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم:

آپ کے والدِ ماجد کا نام میاں امام دین تھا۔ آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والدِ ماجد جہاں دیدہ انسان تھے۔ انہوں نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لیے سکول میں داخل کروا دیا۔ اس دوران آپ چیچک کا شکار ہو گئے جس سے آپ کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ آپ نے مختلف اساتذہ سے عربی فارسی اور اردو کی زبانی تعلیم حاصل کی۔ نیز آپ نے قرآنِ پاک بھی حفظ کیا۔

بیعت و خلافت:

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبدالرسول سے بیعت تھے۔ ذکر اذکار کے علاوہ آپ مرشد کی خدمت میں بھی مصروف رہے۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ ان کا کھانا اپنے گھر میں بوئی ہوئی سبزیوں سے تیار کرتے تھے۔ آپ نے منازلِ سلوک طے کر لیں تو خواجہ عبدالرسول صاحب نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مولوی نور عالم صاحب سے اکتسابِ فیض کیا۔

ایک نابینا کی دینی خدمات:

نابینا ہونے کے باوجود آپ نے بے شمار دینی خدمات انجام دیں۔ اچھرہ میں

ایک دینی مدرسے کا اجراء کیا۔ آپ وہاں بذات خود بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ "جامعہ فتحیہ" کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ قرآنِ پاک کے علاوہ عربی کتب بھی آپ خود پڑھاتے تھے۔

تدریس وحکمت:

تدریس کے علاوہ آپ حکمت میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ لوگوں کی طبی خدمت بھی کیا کرتے۔ آپ اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی بے حد قدر کیا کرتے تھے۔ طالب علموں کے ساتھ اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔

آپ ایک درویش کامل اور عارف باللہ تھے۔ آپ مجیب الدعوات تھے۔ بے شمار لوگوں کو آپ سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ آپ نے ایک کتاب "صلوٰۃ القرآن بمتابعت حبیب الرحمٰن" شائع کرائی۔

معاصرین:

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری اور سائیں توکل شاہ انبالوی قدس سرہم آپ کے ہم عصر صوفیاء تھے۔

شادی واولاد:

آپ نے ایک نیک خاتون سے شادی کی۔ ان سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام میاں مشتاق احمد تھا۔

وصال:

آپ کا وصال بروز ہفتہ ۲۹ رشوال ۱۳۳۵ھ/ بمطابق ۱۶ راگست ۱۹۱۷ء ہوا۔ آپ کو اچھرہ قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔[۱]

---

۱ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

ابوالرضا سیّد حاکم علی شاہ نقشبندی

(سمن آباد)

آپ موضع کوٹلی منو ضلع گوجرانوالہ میں سیّد شہاب الدین شاہ کے ہاں صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی حاکم علی تجویز فرمایا۔

سلسلۂ نسب:

آپ کا مختصر نسب نامہ یوں ہے:

سیّد شہاب الدین بن سیّد پیر بخش بن میاں امیر بخش رحمتہ اللہ علیہم اجمعین——
اٹھارہ واسطوں سے آپ کا نسب نامہ غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ تک پہنچ جاتا ہے۔

حلیہ شریف:

آپ کا چہرۂ انور سفید، بال سیاہ اور گھنگریالے تھے۔ جملہ امور میں میانہ روی کا پہلو غالب تھا، مخلوق خدا سے حسن اخلاق اور شفقت کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔

مادرزاد ولی اللہ:

سیّد حاکم علی شاہ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ تین دن کے تھے کہ بے ساختہ زبان مبارک سے اسم اعظم ''اللہ'' نکلا۔ حاضرین اس غیر معمولی بات پر بہت متعجب ہوئے۔

جواں عمری میں فضیلت:

جواں عمری میں عادات واطوار دوسروں سے بالکل مختلف تھیں۔ تقویٰ وطہارت، ذکر وفکر، اخلاص واخلاق اور دیگر خوبیوں کے باعث لوگ قدم بوسی و دست بوسی کرنے کی کوشش کرتے لیکن آپ کو یہ اچھا نہ لگتا۔ عموماً دریائے بیاس کے کنارے جا کر یادالٰہی میں

مصروف رہتے۔ ہمہ وقت ریاضت سے آپ میں کمزوری اور نقاہت ہو گئی۔ اسی دوران ہاتف غیبی نے آپ کو ''ابوالرضا'' کے نام سے پکارا ـــــ ''ابوالرضا'' کنیت کی ایک وجہ آپ کا ہر کام رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھنے کی عادت بیان کی جاتی ہے۔

مروّجہ علوم کی تحصیل:

نہایت قلیل عرصہ میں قرآنِ پاک حفظ کیا، سکول کی پرائمری تعلیم کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف، نحو، فارسی، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، منطق، فلسفہ، لغت، ادب اور دیگر علوم وفنون کی تحصیل فرمائی۔

معاشی و تعلیمی سلسلہ ساتھ ساتھ:

دوران تعلیم آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا جس سے تعلیم و معاش کا حصول بڑا مسئلہ اور امتحان بن گیا۔ آپ نہایت استقامت سے ایک طرف حصول معاش کے لیے کوشش فرماتے رہے اور ساتھ ساتھ حصول تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس امتحان میں اللہ تعالیٰ نے کامرانی سے ہمکنار فرمایا۔ آپ تبحر عالم دین بن گئے۔ باطنی علوم کے لیے شرقپور شریف میں شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رسائی پائی۔

علوم ربانی میں مہارت:

عالم ربانی ہونے کے ناطے آپ قرآنی علوم وفنون میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ خطبہ جمعتہ المبارک یا دیگر خطبات میں قرآن کریم کے اسرار و رموز اس انداز میں بیان کرتے کہ حاضرین آپ کی قرآن فہمی کی داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ آپ ایک ایک آیت کی چودہ چودہ تفسیریں بیان کیا کرتے۔

مُرشد کے لیے خواب میں رہنمائی:

مرشد کامل کے لیے خواب میں یوں رہنمائی ہوئی کہ کوئی شخص آپ کا بازو پکڑ کر شرقپور شریف کی طرف لے جا رہا ہے۔ چنانچہ آپ شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ میاں صاحب نے دیکھتے ہی فرط محبت سے فرمایا:

''شاہ جی ہم تو کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں، آخر آپ آ ہی گئے''۔

آپ نے شفقت فرماتے ہوئے شاہ صاحب کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ القاء نسبت سے نوازنے کے لیے اپنے دست اقدس پر شرف بیعت عطا فرمایا۔

خلافت کا اعزاز:

مرشد کریم کی نظر فیض سے آپ نے جب تمام منازلِ سلوک طے کر لیں تو مرشد کامل نے خرقۂ خلافت سے نوازا۔ اجازت و خلافت کے بعد آپ پر مجذوبانہ کیفیت طاری ہو گئی۔ مرشد کامل نے آپ کو اپنے رنگ میں ایسے رنگا کہ ان کو مرشد کامل بنا دیا۔ ان کی زبان پر بھی حضرت شیر ربانی علیہ الرحمہ کی تاثیر ظاہر ہونے لگی۔

خانقاہ کا قیام:

رُشد و ہدایت کے لیے آپ نے موضع پکی ٹھٹھی سمن آباد، لاہور کو اپنا مسکن و قیام گاہ بنا لیا۔ بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور فیوض و برکات حاصل ہوئے۔

حج کی سعادت:

آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کو شاعری سے بھی شغف تھا۔ حمد الٰہی اور نعت سرور کونین ﷺ آپ کے خصوصی موضوع سخن تھے۔

وصال پُر ملال:

۲۰ر ذی الحج ۱۳۵۹ھ/۲۲ر جنوری ۱۹۴۰ء کو تریسٹھ سال کی عمر میں شب ساڑھے بارہ بجے وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پُر انوار بالمقابل طبیہ کالج نزد سمن آباد لاہور مرجع خلائق ہے۔

اولاد امجاد:

اولاد امجاد میں دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک صاحبزادہ کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ دوسرے صاحبزادے سیّد محمد صدیق شاہ آپ کے جانشین تھے۔ آپ ہی سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔[1]

---

[1] محمد یاسین قصوری، مولانا: چشمہ فیض شیر ربانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء

پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی

(بیگم پورہ)

ولادت باسعادت:

پروفیسر مولوی حاکم علی تقریباً ۱۸۶۹ء میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے اور لڑکپن ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ انہوں نے سکول اور یونیورسٹی کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کیئے۔ انگریزی، عربی، ریاضی، طبیعات اور کیمیا ان کے خاص مضامین تھے۔

تدریس کا آغاز:

۱۸۹۱ء میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ریاضی کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔ پھر اسلامیہ کالج، لاہور آ گئے اور ۹۸-۱۸۹۷ء کے درمیان صدر شعبہ ریاضی وطبیعات رہے۔ اس کے بعد سات سال پرنسپل رہے۔

۱۹۰۷ء میں کالج کی ملازمت چھوڑ دی تھی مگر ۱۹۰۷ء میں پھر بلا لیے گئے اور صدر شعبہ ریاضی وسائنس ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء تک اسی عہدے پر رہے۔

ایک شفیق اور دردمند استاد:

وہ صحیح معنوں میں شفیق اور دردمند استاد تھے۔ اپنی تنخواہ کا بیشتر حصہ طلبہ کی امداد پر صرف کر دیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل آج کل کے اساتذہ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ کالج میں رہ کر انہوں نے شریعت کی سختی سے پابندی کی۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں جب اسلامیہ کالج کے ہاسٹل کا افتتاح ہوا تو افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی آئیں۔ اس خاتون نے جب مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مولوی حاکم

علی نے مصافحہ نہیں کیا اور اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس پر میاں بیوی دونوں بہت خفیف ہوئے مگر مولوی صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی اور شریعت کا پاس ولحاظ رکھا حالانکہ ۱۹۰۸ء کا زمانہ اس جرأتِ مومنانہ کا متحمل نہیں تھا۔

اسلامیہ کالج، لاہور کی تعمیر میں فعال کردار:

مولوی حاکم علی انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے ممبر بھی تھے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر وترقی میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا بلکہ ان کو کالج کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

قرطاس وقلم سے تعلق:

وہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور اور عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن کے شعبۂ تالیف و ترجمہ سے منسلک رہے۔ کئی کتابیں لکھیں اور کامیاب ترجمے کیے۔ مترجم اور مصنف ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے، اور انگریزی، پنجابی، فارسی، اردو میں شعر کہتے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت:

مولوی حاکم علی کو اہل اللہ سے محبت تھی۔ وہ سیّد میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے۔ تقریباً ۱۹۱۷ء میں خواجہ سیّد خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں لاہور کے دربار سے ملحقہ ایک حجرے میں جا رہے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کا مزار اسی درگاہ میں ہے۔ کتبے پر ۱۹۲۵ء سن وفات کندہ ہے۔

ایک دیدہ ور سیاست داں:

مولوی حاکم علی تھے تو ریاضی دان اور سائنس دان مگر وہ بڑی سیاسی بصیرت کے مالک تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک ترک موالات چلی اور سیاست دانوں نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیہ کالج کے الحاق کو منسوخ کرانا چاہا تو مولوی صاحب نے اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ انہوں نے مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ابوالکلام آزاد، مولوی محمود حسن دیوبندی وغیرہ کی تحریروں اور تقریروں کا تعاقب کیا۔

مولوی حاکم علی نے مسٹر گاندھی کو چیلنج کیا جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی تباہی

کے ذمہ دار تھے۔ وہ ترک موالات کو مسلمانوں کے لیے تباہ کن سمجھتے تھے، اور اس میں شامل ہونے والوں کو خوابیدہ و غافل۔ انجمن حمایت اسلام کے بعض ارباب حل وعقد ترک موالات اور یونیورسٹی سے الحاق منسوخ کرنے کے حامی تھے۔ خود سیاسی فضا بھی اس تحریک کے لیے ساز گار تھی اور ایک طوفان اُٹھا ہوا تھا مگر مولوی حاکم علی نے طوفان کا مقابلہ کیا، نہ اپنی ملازمت کی پرواہ کی، نہ عزت کی پرواہ کی اور نہ زندگی کی پرواہ کی۔ وہ آتش نمرود میں بھی بے خطر کود پڑے۔ اس جرم وفا کی پاداش میں ان کو اسلامیہ کالج کی ملازمت سے معطل کر دیا گیا۔ سب کچھ کیا مگر یونیورسٹی سے کالج کا الحاق باقی رہا اور بالآخر مولوی حاکم علی ہی کامیاب رہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات:

مولوی حاکم علی اور علامہ اقبال کے درمیان راہ و رسم رہی، قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ دونوں ایک محلے میں رہے، دونوں اسلامیہ کالج سے متعلق رہے۔ علامہ اقبال کچھ عرصے مولوی حاکم علی کے رفیق تدریس بھی رہے۔ دونوں انجمن حمایت اسلام کے رکن بھی رہے۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۲۰ء کے اجلاس میں انجمن حمایت اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے علامہ اقبال نے جو رپورٹ پڑھی تھی اس میں مولوی حاکم علی کے فتوے کا ذکر ہے جو انہوں نے امام احمد رضا کی توثیق کے ساتھ شائع کرایا تھا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مولوی حاکم علی کے گہرے تعلقات تھے۔ دونوں میں بڑی یگانگت اور ہم آہنگی تھی۔ امام احمد رضا اگر ''نہایت اندیشہ و کمال جنون'' کے آئینہ دار تھے تو مولوی حاکم علی ''خیال ونظر کی مجذوبی'' کے ترجمان۔ وہ امام احمد رضا سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس مصرع سے ہوتا ہے جو وہ اپنے رسالے کی پیشانی پر لکھا کرتے تھے:

ع مجدد الف ثانی و مجدد حاضرہ داری

امام احمد رضا خاں نے ان کے استفسارات پر یہ محققانہ رسائل تحریر فرمائے:

● —— نزولِ آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ● —— الجنۃ المؤتمنہ

مولوی حاکم علی مشرباً نقشبندی مجددی تھے مگر ان کو امام احمد رضا سے عشق تھا حالانکہ وہ مشرباً قادری تھے —— مولوی حاکم علی کی بے لاگ محبت و الفت دور جدید کے اہلِ طریقت کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

ایک عالم باعمل، ایک صوفیٔ باصفا:

مولوی حاکم علی دین کے متوالوں، شیدائیوں، سیاست دانوں اور سائنس دانوں کے حلقوں میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ وہ عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے۔ ماہر ریاضی داں، صاحب بصیرت سیاست داں اور متصلب سُنی تھے۔ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ وہ اسلام کے ایک عظیم فرزند تھے' جو زمانے کے ساتھ نہ بہے بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ بہایا۔[1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تقدیم "پروفیسر مولوی حاکم علی" مصنف پروفیسر محمد صدیق مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

مولانا سیّد احمد علی شاہ بٹالوی
(میانی صاحب)

ولادت باسعادت:

مناظر اسلام محقق اہلِ سُنت مولانا سیّد حافظ احمد علی شاہ بٹالوی حنفی نقشبندی چشتی نظامی کالا افغاناں بٹالہ ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے ممتاز فضلاء و مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا اور تبحرِ علمی میں معاصرین سے ممتاز ہوئے۔

غیر مقلدوں کا ردّ:

بٹالہ میں قیام کے دوران مولوی محی الدین (غیر مقلد) کی کتاب "الظفر المبین" کے رد میں مشہور کتاب "نصر المقلدین" (جس میں منکرین تقلید کے اعتراضات کے مسکت جواب دیئے تھے) تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو علمی دنیا میں قبولیتِ عامہ کی سند حاصل ہوئی۔

لاہور میں تشریف آوری:

۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں آپ لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں پادری پورن چند مدرّس مشن سکول، لاہور نے مخالف اسلام سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں۔ سادہ لوح مسلمان اس پادری کے ہاتھوں تنگ آ چکے تھے۔ مولانا نے مناظرہ میں پادری پورن چند کو شکست فاش دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے عیسائی مبلّغین کے خلاف تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ اکثر لوہاری دروازہ کے باہر تقریر کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے "دعوۃ الحق" کے نام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے عوام و خواص خوب مستفیض ہوئے۔ لاہور کے علاوہ ملتان، راولپنڈی، گوجرانوالہ، انبالہ، بٹالہ اور امرتسر وغیرہ شہروں میں تبلیغ کے سلسلے

میں تشریف لے جاتے اور عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرما دیتے۔

اسلامیہ کالج، لاہور سے وابستگی:

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں اسلامیہ کالج، لاہور میں عربی، فارسی اور دینیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں مولانا حافظ مشتاق احمد انبیٹھوی کی کتاب ''ضابطہ در تحصیل رابطہ'' پر تکملہ لکھ کر تصور شیخ کے مسئلہ کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ اس علمی بحث کو معاصرین صوفیاء اور علمائے تصوف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔

بادشاہی مسجد کی خطابت:

قیام لاہور کے دوران آپ کو بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا۔ یہاں آپ کا بیشتر وقت مولانا پیر عبدالغفار شاہ کے ہاں گزرتا۔ ایک عرصہ تک بعد نمازِ مغرب مسلم شریف کا درس دیتے رہے۔ درس حدیث کی شہرت کی بنا پر آپ مدرسہ غوثیہ، لاہور کے شیخ الحدیث کہلائے۔ پیر عبدالغفار شاہ کے ہاں ہر ماہ کی گیارہ بارہ تاریخ کو ختم شریف میں شرکت فرما کر خطاب کرتے۔ انہی کے ہاں ہر سال محفلِ میلاد النبی ﷺ میں سیرت طیبہ پر خطاب فرمایا کرتے تھے۔

جمعیت الاحناف' امرتسر کے لئے خدمات:

۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں جمعیت الاحناف امرتسر قائم ہوئی تو آپ بھی اس کی مجلس منتظمہ میں بحیثیت رکن شامل تھے۔

تحریری و قلمی خدمات:

آپ نے عقائد اہلِ سنت کی ترویج و اشاعت اور غیر مقلد علماء کے کھوکھلے دلائل کی تردید میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ معاصر علماء آپ کے کمال علم کے معترف تھے۔

آپ کو شاعری کا بھی شوق رہا۔ تراجم و تصانیف کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا جسے اہلِ علم نے وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور بڑا استفادہ کیا۔ تراجم میں:

● ـــ نفحات الانس ● ـــ تحفۃ القلوب

- ہدایۃ الارواح
- مشکوٰۃ الانوار
- رسالہ حق نما
- بہجۃ الاسرار
- معدن الاسرار
- شفا شریف شامل ہیں۔

تصانیف میں:

- سرور الخاطر الفاتر فی نداء یا شیخ سیّد عبدالقادر
- نصر المقلدین
- نور الشمع فی ظہر الجمعہ یادگار ہیں۔

وصال پُر ملال:

۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں وفات ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوری قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ مزار مبارک میانی صاحب لاہور میں ہے۔[1]

---

[1] محمد عبدالحکیم شریف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہلِ سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

سیّد دیدار علی شاہ نقشبندی

(دہلی دروازہ)

آباء واجداد:

آپ کے آباء واجداد ایران کے شہر مشہد کے رہنے والے تھے۔ آپ کے پردادا سیّد خلیل شاہ مشہد کو خیر آباد کہہ کر ریاست الور میں آباد ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام سیّد موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام سیّد نجف علی شاہ تھا۔

ولادت باسعادت:

سیّد دیدار علی شاہ الور کے محلّہ نواب پورہ میں بروز پیر ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے عم بزرگوار سیّد نثار علی شاہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔ انہوں نے آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ہی آپ کی والدہ کو بشارت دی تھی:

''بیٹے کی پیدائش پر اس کا نام دیدار علی رکھنا''۔

ابتدائی تعلیم وتربیت:

آپ کے گھر کا ماحول دینی تھا۔ والد گرامی بذاتِ خود عالم دین تھے۔ جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالا تو حصول علم کا بہت شوق ہوا۔ ناظرہ قرآنِ مجید کے بعد ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔ صرف ونحو کی کتب مولوی قمر الدین سے پڑھیں۔ مزید تعلیم کے لیے دہلی کا رُخ کیا۔ وہاں مولانا کرامت اللہ خاں سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالولی رام پوری، مولانا ارشاد حسین نقشبندی جیسے زعمائے علم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان سے فقہ ومنطق کی تعلیم حاصل کی۔

دورہ حدیث:

اس زمانے میں سہارن پور میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری تدریس حدیث میں یگانۂ روزگار مانے جاتے تھے۔ مولانا نے آپ ہی کے درس حدیث سے دورۂ حدیث پڑھا۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ تعالیٰ تھے۔ دورۂ حدیث کے بعد معقولات کا بڑی دقتِ نظر سے مطالعہ کیا۔

بیعت وخلافت:

دینی تعلیم کے حصول کے بعد سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت گنج مرادآبادی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، انہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ بعد ازاں سلسلہ چشتیہ میں پیر سیّد علی حسین چشتی کچھوچھ شریف اور سلسلہ قادریہ میں امام العارفین شاہ آل رسول مارہروی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

سلسلۂ تدریس:

استاد مکرم مولانا ارشاد حسین کے ارشاد پر ''مدرسہ ارشاد العلوم رام پور'' میں مدرّس اوّل مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں بمبئی چلے گئے، وہاں ایک سال خدمات انجام دے کر الور تشریف لے آئے۔ یہاں مسجد دائرہ میں ''مدرسہ قوت الاسلام'' کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ آپ کی عملی زندگی کا سنگِ اولین قرار دیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں مفتی اعظم آگرہ مقرر ہوئے۔

سلسلہ خطابت:

۱۹۱۷ء میں مولانا ارشاد حسین کے حکم پر شاہی مسجد، آگرہ کے خطیب مقرر ہوئے، وہاں ۱۹۲۲ء تک خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۳ء میں دوسری بار لاہور تشریف لائے تو مسجد وزیر خاں کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ باقاعدہ دارالافتاء قائم کیا جس سے بے شمار خلقت نے استفادہ کیا۔

انجمن حزب الاحناف کی بنیاد:

اجتماعی زندگی کو اعتقادی رنگ دینے کے لیے ایک فعال ادارہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ۱۹۲۴ء میں انجمن حزب الاحناف کی تشکیل کی۔ انجمن حزب الاحناف کے زیر اہتمام بلند پایہ دارالعلوم حزب الاحناف ۱۹۲۶ء میں قائم کیا گیا۔ یہ دارالعلوم مسجد وزیر خاں میں قائم ہوا۔ اس ادارے نے تھوڑے ہی عرصہ میں مرکزی علمی حیثیت اختیار کر لی۔ مولانا دیدار علی شاہ اور ان کے صاحبزادے علامہ سیّد ابوالبرکات سیّد احمد قادری، مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی، مولانا عبدالواحد ملتانی اعزازی مدرّس مقرر ہوئے بعد ازاں جامع مسجد چنگڑ محلہ میں منتقل ہو گیا۔ اس دارالعلوم نے اپنی فعال کارکردگی سے غیر اعتقادی تحریک کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بند کھڑا کر دیا۔ پنجاب میں بلند کردار وعظ، پُر اثر خطیب جیّد مناظر اور قابل مدرّس پیدا کیے۔[1]

قلمی خدمات:

آپ نے مذہب اہلِ سُنت کی ترویج اور عقائد باطلہ کی تردید میں بڑی پامردی سے کام لیا۔ لاہور کو وہابیت، دیوبندیت اور دوسرے بدعقائد کے زہر سے کافی حد تک بچا لیا۔[2]

حضرت دیدار علی شاہ صاحب نے وعظ وتقریر کے ساتھ علمی خدمات انجام دیں۔ فن مناظرہ کے بے مثال عالم تھے۔ ایک عمدہ شاعر ہونے کے باعث دو دیوان تحریر فرمائے: ایک دیوان اردو اور دوسرا دیوان فارسی۔ اس کے علاوہ آپ نے نثر میں مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

(۱) تفسیر میزان الادیان　(۲) ہدایہ الغوی در رد روافض　(۳) رسول الکلام
(۴) تحقیق المسائل　(۵) ہدایۃ الطریق　(۶) سلوک قادریہ

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور: مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

[2] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

(۷) علاماتِ وہابیہ (۸) فضائل شعبان (۹) فضائل رمضان

(۱۰) الاستغاثۃ ان اولیاء (۱۱) فتاویٰ دیداریہ[۱]

آپ اتباعِ سُنت اور اطاعتِ رسول کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ تقویٰ وورع کا سچا نمونہ تھے۔ طبیعت میں خودداری اور بے نیازی تھی۔ ملنے والوں سے بڑے انکسار سے ملتے۔ طلبہ پر بڑی شفقت فرماتے' بالعموم بحث سے اجتناب کرتے۔ مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے۔

اولادِ امجاد:

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ دو صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی نے طویل عمر پائی۔ چھوٹے صاحبزادے سیّد احمد ابوالبرکات قادری استاذ العلماء تھے' جو کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا انتظام و انصرام انہی کے ذمّہ تھا۔ دوسرے صاحبزادے علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خاں اور جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر تھے۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال ۲۲/رجب المرجب ۱۳۵۴ھ/۲۰/اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ہوا۔ اندرون دہلی دروازہ دارالعلوم حزب الاحناف میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔[۲]

---

۱ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ دیداریہ" ۲۰۰۶ء میں لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔ طاہر

۲ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مجالس علماء، ص ۶۸/۶۹، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

خواجہ خدا بخش نقشبندی

(کوٹ خواجہ سعید)

یکتائے زمانے حضرت خواجہ خدا بخش نقشبندی عارف کامل تھے۔ آپ کا تعلق میانوالی سے تھا۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ کے والد ایک صالح انسان تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ میانوالی میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد مختلف اساتذہ سے دینی علوم حاصل کیے۔ آپ تفسیر، حدیث اور فقہ میں خاص مہارت رکھتے تھے' نیز عربی اور اردو زبان بخوبی جانتے تھے۔

لڑکپن کا عالم تھا کہ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے لاہور آئے، پھر یہیں عمر گزار دی۔ لاہور میں ابتدائی ایام بڑی تنگدستی اور عسرت سے گزارے۔ خوش قسمتی سے آپ کی ملاقات حضرت سیّد جلال الدین سے ہوگئی جس سے آپ کی زندگی کا رُخ بدل گیا۔

سلسلۂ بیعت:

حضرت سیّد جلال الدین سلسلہ نقشبندیہ کے ایک صاحب روحانیت بزرگ تھے' جو حضرت مہر محمد صوبہ علیہ الرحمہ سے فیض یاب تھے۔ خواجہ خدا بخش، حضرت سیّد جلال الدین

سے متاثر ہو کر ان سے بیعت ہو گئے۔ راہ سلوک طے کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے حکمت سیکھی۔ ذریعہ معاش کے لیے حکمت کو اپنایا۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مسجد وزیر خان کے ایک حجرے میں گزرا، اسی حجرے میں آپ مطب کیا کرتے تھے۔ آپ روزانہ مقررہ وقت پر مطب کھول دیتے، چند پیسے آ جاتے جس سے دو وقت کا کھانا مل سکے تو آپ مطب بند کر دیتے۔

اجازت وخلافت:

مرشد کریم نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ بے شمار لوگ آپ کے دامانِ فیض سے وابستہ ہوئے۔ حاضرین کو پابندی شرع وسُنت کی تلقین وتاکید فرماتے۔ جس پر آپ خاص توجہ فرماتے اس پر اسرار ربانی ظاہر ہونے لگتے۔ ایک دفعہ مسجد وزیر خاں میں نماز جمعہ کے دوران پاس کھڑے صوفی محمد علی کوئٹہ والے پر توجہ فرمائی اور انہیں خانہ کعبہ سامنے دکھلا دیا۔ ایسے ہی ایک بار صوفی محمد علی پر توجہ خاص فرما کر انہیں مجذوب کر دیا، صوفی صاحب تین ماہ تک مجذوب رہے۔

آپ کے خلیفہ:

صوفی محمد علی ہی آپ کے خلیفہ ہوئے جنہوں نے کوئٹہ میں سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔

وصال پُر ملال:

آپ کا وصال بروز جمعہ ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۴۰ء کو ہوا۔ آپ کو شمالی لاہور میں کوٹ خواجہ سعید کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ حسبِ وصیت آپ کی قبر کو خام رکھا گیا۔[۱]

---

[۱] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

خواجہ محمد بخش

(لکھن شریف، جلوموڑ)

ولادت باسعادت:

خانقاہ لکھن شریف، ضلع لاہور کے شیخ اول خواجہ محمد بخش بن ملک بلند خاں کی ولادت ۲۳رنومبر ۱۸۱۹ء کو موضع لکھن شریف نزد جلوموڑ ضلع لاہور میں ہوئی۔

حلیہ شریف:

بچپن سے ہی زُہد وعبادت کے عادی تھے۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑہ شریف علیہ الرحمہ (راولپنڈی) سے بیعت وخلافت تھی۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ مریدوں کو شریعتِ مطہرہ کی پابندی پر خصوصی زور دیتے تھے۔ عام آدمی سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ تک فیض یاب ہوتے تھے۔[1]

شجرۂ طریقت:

آپ کا شجرہ طریقت یوں ہے:

خواجہ محمد بخش مرید حضرت خواجہ نظام الدین کے، وہ مرید حضرت خواجہ سلطان کے، وہ مرید حضرت عبدالعزیز کے، وہ مرید حضرت عبدالمجید کے، وہ مرید حضرت خواجہ گل محمد کے، وہ مرید حضرت عبدالصبور کے، وہ مرید حافظ احمد کے، وہ مرید حضرت سیّد عنایت اللہ کے، وہ مرید حضرت سیّد عبداللہ کے، وہ مرید حضرت سیّد محمود کے، وہ مرید حضرت سیّد عبدالقادر

---

[1] محمد صادق قصوری: تکملہ پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں مشمولہ جہان امام ربانی، جلد ۶، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

کے، وہ مرید حضرت خواجہ عبدالباسط کے، وہ مرید سیّد حسین کے، وہ تابعت طریقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرۂ العزیز کے۔

حلیہ شریف:

آپ کا قد درمیانہ اور جسم مضبوط تھا۔ رنگ گندمی اور سر مبارک متوسط درجہ گول تھا۔ پیشانی پر چار لکیریں تھیں۔ جوانی میں لمبی زلفیں رکھی تھیں۔ آپ اپنی زلفیں رات کو درخت سے باندھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ تقریباً پچاس سال کی عمر میں زلفیں منڈوا دی تھیں۔[1]

سلسلۂ نسب:

آپ کے والد گرامی موضع رمداس ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپ نسباً راجپوت تھے۔ آپ کے دادا اور والد بزرگوار سکھوں سے تنگ آ کر تحفظ ایمان کی خاطر مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے موضع لکھن شریف تحصیل و ضلع لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔

والدہ کا انتقال:

آپ کی والدہ کا نام سلطان بی بی تھا۔ ابھی آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد ایک مرتبہ دلی گئے اور وہاں جامع مسجد کے خطیب کے پاس تعلیم کے لیے آپ کو چھوڑ آئے۔ آپ وہاں گیارہ سال کی عمر تک رہے۔ پھر والد صاحب کے ہمراہ لکھن شریف واپس آ گئے۔

سلسلۂ معاش:

آپ کے والد بیل گاڑی کے ذریعے بار برداری کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ ذرا بڑے ہوئے تو آپ نے بھی والد کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ دنیاوی کاروبار کے ساتھ ساتھ آپ نماز پنجگانہ باقاعدہ ادا کرتے اور اللہ کی یاد میں محو رہتے ہوئے رزق حلال کماتے۔

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۲ء

اوائل عمری سے آثارِ سعادت:

اللہ نے آپ کو عقل و بصیرت کا ایسا خزانہ عطا کیا تھا جس سے ہر مشکل سے مشکل کام حل فرماتے۔ آپ کا ہر قول و فعل سُنت رسول ﷺ کے مطابق ہوتا۔ آپ کی شرافت اور زُہد کے باعث لوگ اوائل عمری سے ہی آپ کو سائیں کہہ کر پکارتے۔

صاحب کرامت بزرگ:

حضرت خواجہ صاحب بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی کرامات کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ چند کرامات ملاحظہ فرمائیں:

● ——"تذکرہ حضرت خواجہ محمد بخش نقشبندی" میں ہے کہ موضع گلیانہ ضلع گجرات میں ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں دودھ کا گلاس لے کر حاضر ہوئی۔ حاضرین میں اس کا خاوند بھی تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے دودھ کا گلاس چھین لیا۔ دودھ میں چینی ڈالنے کی غرض سے گھر گیا۔ جلدی میں بجائے چینی کے پسا ہوا نمک ڈال لایا۔ آپ نے دو گھونٹ پی کر باقی دودھ اہلِ محفل کو پینے کے لیے دیا۔ ہر آدمی نے ایک ایک گھونٹ پیا جس کا ذائقہ نہایت ہی میٹھا تھا۔ آپ کی روانگی کے بعد وہ شخص واپس گھر گیا۔ بیوی نے پوچھا:

"تو نے چینی کون سے ڈبہ سے ڈالی تھی"۔

اس نے نمک والے ڈبہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ نمک والا دودھ کیسے میٹھا ہو گیا۔

● ——موضع گیال ضلع گجرات میں شاہ شرف نامی ایک بزرگ تھے۔ وہ دو تین مریدین کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ راستے میں ایک زمین دار گندم کی کٹائی کر رہا تھا۔ اس نے کام کرنے والوں کے لیے روٹیوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ شاہ صاحب کا اپنے مریدین کے ساتھ ادھر سے گزر ہوا۔ آپ کو بہت بھوک لگ رہی تھی۔ آپ نے اس زمیندار سے کہا کہ میرے مریدین بھوکے ہیں، انہیں روٹی کھلاؤ۔ آپ نے تین بار اس سے کہا، اس نے تینوں بار ہی انکار کر دیا۔ آپ اپنے مریدین کو نزدیک کے درختوں کے

نیچے لے گئے جہاں ایک چھوٹا سا جوہڑ تھا۔ شاہ صاحب درخت کا ایک پتا توڑتے اور جوہڑ سے تھوڑا سا مٹی کا گارا اٹھا کر پتے پر رکھتے۔ وہ فوراً ہی روٹی حلوہ بن جاتا۔ اسی طرح وہ اپنے مریدین کو دیتے۔ ادھر زمیندار کی طرف بھی اعلان کرا دیا کہ جو روٹی کی خواہش رکھتا ہے ادھر آ جائے۔ چند آدمی آپ کی طرف بھی آئے اور خوب سیر ہو کر روٹی حلوہ کھایا —— شاہ شرف صاحب نے زمیندار کے انکار پر غصے میں بددعا دی تھی:

''سوکھ جائے یہ زمین، یہاں کے لوگ اللہ کے لیے کچھ خیرات نہیں کرتے''۔

چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ اس علاقہ میں بارہ بارہ میل پانی نہیں نکلتا۔

● —— اس علاقے میں ہمارے ممدوح حضرت خواجہ محمد بخش کا خلیفہ مستری چراغ دین رہتا تھا۔ اس نے اپنے علاقہ میں کنواں لگانے کا ارادہ کیا۔ تقریباً سو فٹ سے زیادہ گہری کھدائی کی، پانی نہ نکلا۔ مستری چراغ دین اپنے مرشد کا تصور کر کے پریشانی کے عالم میں رونے لگا۔ روتے روتے اُونگھ آ گئی۔ اس اونگھ میں حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نظر آئے۔ فرمایا:

''مستری چراغ دین اس زمین میں پانی نہیں ہے۔ ہمیں پانی دُور سے لانا پڑا۔ اپنے بھائی باغ علی سے کہنا کہ وہ کل بعد نماز جمعہ بسم اللہ پڑھ کر کنوئیں میں ٹپا مارے۔ پانی بہت تیزی سے نکلے گا۔ بھائی کو رسّوں سے کھینچ لینا''۔

انہوں نے حسب ہدایت کام کیا۔ اب اس کنوئیں سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہے کہ اس کنوئیں کے سوا اس علاقے میں بارہ میل تک کوئی دوسرا کنواں نہیں۔ لوگ اسی کنوئیں کا پانی استعمال کرتے ہیں۔

ازواج واولاد:

آپ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کے فوت ہونے پر دوسری شادی کی —— دوسری بیوی کے وصال پر تیسری شادی کی —— تیسری اللہ کو پیاری

ہو گئیں تو چوتھی سے عقد کیا —— دوسری بیوی سے چار بچے پیدا ہوئے اور تیسری سے آٹھ پیدا ہوئے۔ ان میں سے چند بچے ابتدا ہی میں فوت ہو گئے۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال بروز ہفتہ ۲۷/شوال ۱۳۶۳ھ/۱۴/اکتوبر ۱۹۴۴ء میں ہوا۔ آپ کو لکھن شریف نزد جلو موڑ سپردِ خاک کیا گیا۔ مزار مبارک پر ایک خوبصورت گنبد ہے۔[1]

سجادہ نشین:

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر محمد عارف حسین علیہ الرحمہ سجادہ نشیں ہوئے۔ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان کے لختِ جگر خواجہ پیر محمد سرور سلطان مسند آراء ہوئے۔ جو آج بھی سلسلہ رُشد و ہدایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔[2]

۱۔ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

۲۔ محمد صادق قصوری: تکملہ پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں مشمولہ جہان امام ربانی، جلد ۶، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی

(جامع مسجد کوتوالی، بیرون دہلی دروازہ)

مولانا محمد نبی بخش حلوائی مؤلف ''تفسیر نبوی ﷺ'' کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے بیسویں صدی کے نصف اول میں پاک و ہند میں اعتقادی نشوونما میں شبانہ روز جدوجہد کی۔ انگریزی عہد میں نظریاتی کشمکش کی جو فضا پیدا کر دی گئی تھی وہ ہماری تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔[1]

آپ ایک سُنی العقیدہ جید عالم دین کی حیثیت سے علمی دنیا میں متعارف ہوئے۔ ایک قادر الکلام پنجابی شاعر کی حیثیت سے شہرت سخن وری پائی۔ ایک مفسّر قرآن حکیم کی حیثیت سے اہلِ علم وفضل سے داد و تحسین حاصل کی۔ اپنی نظریاتی اور ناقدانہ طرز نگارش میں ممتاز ہوئے۔ تبلیغی مساعی کی وجہ سے پنجاب بھر میں تبلیغی فرائض کو سرانجام دیتے رہے۔ سادہ بود و باش کی وجہ سے فقیر بے نوا بنے اور ریاضت و مجاہدہ کی بنا پر سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ عصر سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ایک مدرّس، معلم، مفسّر اور سالک راہ طریقت ہونے کی وجہ سے ہزاروں شاگردوں، متعلموں، قارئین، مریدین اور عقیدت مندوں کے ممدوح و محبوب رہے۔[2]

ولادت باسعادت:

آپ لاہور میں ۱۸۶۰ء میں ایک ارائیں خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد میاں

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہلِ سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۰ تا ۲۹۵ ملخصاً

[2] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی، ماہنامہ جہان رضا' لاہور شمارہ جنوری ۲۰۰۵ء

محمد وارث دہلی دروازے کے اندرونی محلے اکبری منڈی میں رہائش رکھتے تھے۔

ذریعہ معاش:

ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ نولکھا گاؤں (ان دنوں فیض باغ کی ساری زمین نولکھا گاؤں میں تھی) میں دو کنوئیں اور کچھ زمین لاہور کے شمالی حصے میں تھی جس میں سبزیاں بوتے اور منڈی لا کر بیچتے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا کو دس سال کی عمر میں محلے کے ایک حلوائی کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ آپ سحر سے رات گئے تک دکان پر کام کرتے۔ نیک دل استاد نے آپ کو قرآن کی تعلیم کے لیے کچھ وقت کی اجازت دینا شروع کر دی۔ آپ نزدیک ترین مسجد میں قرآنِ پاک پڑھتے۔ ذہانت اور محنت نے آپ کو اپنے ہم سبق طلباء میں ممتاز بنا دیا۔

مجالسِ علماء میں شرکت:

آپ نے قرآنِ پاک کے معانی ازبر کیے اور ساتھ ہی لاہور کے علماء کی مجالس میں شرکت کرنے لگے۔ ان دنوں علمائے کرام نظریاتی مباحث اور مناظرے کے میدان میں اپنے مخالفین کو جواب دیا کرتے تھے۔ مولانا کو ان مباحث نے بڑا متاثر کیا۔ آپ اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ باقاعدہ عربی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ان دنوں حافظ فتح محمد اچھروی کا مدرسہ فتحیہ اور پیر عبدالغفار کا مدرسہ غوثیہ، تکیہ سادھواں لاہور میں علمائے دین کا ایک مرجع تھا۔ مدرسہ نعمانیہ بھاٹی گیٹ، لاہور بھی اہلِ علم کے لیے چشمہ شیریں تھا۔ آپ بھی ان مدارس کے اساتذہ سے استفادہ کرتے۔

۱۹۳۷ء میں آپ کی درس گاہ دور و نزدیک کے طلبہ کو دعوت علم دے رہی تھی۔ دہلی دروازے کے باہر کوتوالی کی شمالی دیوار کے ساتھ آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جو دو منزلہ ہے۔ یہی مسجد آپ کی خانقاہ تصوف تھی، درس گاہ طلبہ تھی، ادارۂ تصنیف و تالیف تھی اور مرکز رُشد و ہدایت تھی —— اس درس گاہ میں ان دنوں تقریباً تیس طلبہ علم دین حاصل کرتے

تھے۔ سینکڑوں علماء کرام ملاقات کو آتے، دینی موضوعات پر گفتگو کرتے۔ آپ کے خیالات سے بہرہ اندوز ہوتے ـــــ ذکر و فکر کے رسیا اسی مسجد کی راتیں زندہ رکھتے اور صبح کی نماز کے بعد حضور پُر نور ﷺ پر درود کا حلقہ ہوتا جس میں طلباء و علماء، مسافر و درویش، فقیر و امیر، مہمان و میزبان سب شریک ہوتے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ فقیر بھی تھے، اور بے نظیر بھی۔

ع تیری محفل میں بیٹھنے والے آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

حضرت مولانا کی خالی از تکلف اور سادہ زندگی ایک فقیر بے نظیر کی مثالی زندگی تھی۔ مجلس میں بیٹھتے تو امتیاز کہ و مہ نہ ہوتا۔ خود گفتگو کرتے مگر لوگوں کو بات کرنے کا موقع دیتے۔ لباس عامی، قصوری لنگی، سفید ململ کا کھلا کرتا، سر پر سفید درویشانی ٹوپی، نرم اور سرخ کھال کی گاے شاہی جوتی، لوگ دور دراز سے آتے، علوم و اسرار سے جھولیاں بھر کر اٹھتے، سالکانِ طریقت روحانی تربیت پاتے، علماء مسائل اعتقادیہ پر گفتگو کرتے، طالب علم قال اللہ و قال الرسول کی دولت سے مالا مال ہوتے۔[۱]

شرفِ بیعت:

علوم دینیہ سے فارغ ہو کر آپ کو تلاش مرشد کی فکر ہوئی تو اس دور کے ایک جیّد عالم دین، راسخ الاعتقاد، مبلّغ سُنّیت اور مناظر اسلام حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی شخصیت نے بڑا متاثر کیا۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ (م-۱۳۱۴ھ) مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری (م-۱۲۷۰ھ) کے خواہر زادے شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنے وقت کے تمام بد اعتقاد علماء کو میدانِ مناظرہ میں للکارا۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی نے آپ کے آستانہ پر سر جھکایا۔ بیعت ہوئے اور علوم و سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ استاد کامل کی نگاہ نے جوہر کامل کو پرکھا اور شاگرد رشید کو محنتی، دانش مند اور راسخ العقیدہ پا کر ایسی تربیت دی کہ عوام الناس کے

[۱] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: ماہانہ جہان رضا، لاہور شمارہ جنوری ۲۰۰۵ء

اعتقادی خرمن کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ مولانا نبی بخش حلوائی پنجاب کے ہر شہر میں پہنچے۔ غریب عوام میں تبلیغ کی، پھر ٹھیٹھ پنجابی میں تفاسیر واحادیث کی ضیاء پاشیوں سے لوگوں کے سینے منور کرنے لگے۔

تصنیف وتالیف:

حضرت مولانا نے ''تفسیر نبوی ﷺ'' کے علاوہ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں:

- ''شفاء القلوب''
- ''رسالہ جمعہ''
- ''رسالہ اربعہ''
- ''اظہار انکار المنکرین من صلوٰۃ المحبین''
- ''الامتیاز بین الحقیقت والمجاز'' (تین ہزار صفحات)
- ''النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ''
- ''انواع نبوی ﷺ''
- ''جامع الشواہد'' اور
- ''قصص المحسنین'' خاص طور پر مشہور ہوئیں۔

پنجابی میں ممتاز مفسّر:

فاضل مرشد نے پنجابی میں قرآنِ پاک کی تفسیر لکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے قرآنِ پاک کی پندرہ جلدوں میں تفسیر تحریر کی جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔

اجازت وخلافت:

تصنیف وتالیف کی دنیا سے ہٹ کر آپ نے ایک سالک طریقت کی حیثیت سے وقت کے مشائخ کی خدمت میں تربیت حاصل کی۔ معمولاتِ اولیاء کو اختیار کیا۔ مجاہدہ و ریاضت کی منزلیں طے کیں۔ اپنے پیرومرشد حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، خلیفہ خاص دائم الحضوری علیہ الرحمۃ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت پیر

سیّد جماعت علی شاہ ثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے عقیدت طے کیا۔ منازلِ سلوک طے کئے اور پھر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ دونوں مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی معروف شخصیتیں تھیں۔ ان حضرات کا روحانی فیضان مولانا محمد نبی بخش حلوائی کی زبان و قلم کی وساطت سے ہزاروں طالبانِ حق تک پہنچا۔ سینکڑوں مریدوں نے آپ کے زیرِ نگاہ رہ کر تربیت حاصل کی، مقاماتِ سلوک طے کیے۔ شب بیداری، قیام اللّیل، کثرت درود اور معمولاتِ اولیاءِ نقشبند کی نعمت حاصل کی۔ آپ کے شاگردوں نے نہ صرف اعتقادی اور نظریاتی پختگی حاصل کی بلکہ محبت رسول اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے اپنے سینوں کو منور کرتے رہے۔[1]

حلوہ فروشی کے ساتھ تبلیغِ دین:

مولانا نبی بخش حلوائی کی زندگی کا یہ پہلو دوسرے علماء سے ممتاز ہے۔ آپ علی الصبح حلوہ تیار کر کے دہلی دروازے کے باہر آ بیٹھتے۔ صبح صبح ریلوے میں جانے والے مزدور حلوہ خریدتے اور کھاتے۔ آپ حلوہ فروشی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دین کی میٹھی میٹھی باتیں بھی ذہن نشین کرا دیتے۔ لاہور کا یہ امتیازی حلوائی خواص و عوام کی نظروں کا محبوب ترین حلوہ فروش تھا جو کام و دہن کی حلاوت کا سامان بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ ذہن و فکر میں اتر جاتا۔ مخلوقِ خدا مانوس ہوتی۔ حلوہ خورانی اور شیریں بیانی، دونوں شکم و قلب کو مطمئن کرنے والی چیزیں تھیں۔ پیٹ کی بھوک اور دل کی بے چینی کا علاج تھا۔

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی　　　تو بڑھ کے زلف سے اسے اسیر دام کیا

آپ کی دکان سے حلوہ کھانے والے اور ساتھ ساتھ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی باتیں سننے والے آج تک حضرت حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ گفتگو کو یاد کرتے ہیں۔

دکان سے جو بچتا، گھر کے مختصر اخراجات میں کام آتا یا کتابوں کی اشاعت میں صرف ہو جاتا۔[2]

---

[1] ایضاً　[2] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: ماہنامہ جہان رضا، لاہور، شمارہ جنوری ۲۰۰۵ء

معمولاتِ خصوصی:

سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ سے مالا مال تھا۔ ہر وقت درود پاک وردِ زبان رہتا۔ اپنے زیر اثر لوگوں کو کثرت سے درود پاک پڑھنے کو کہتے۔ طلباء کو نماز صبح کے بعد ہزاروں بار درود پڑھاتے۔ ختم خواجگان با قاعدگی سے پڑھاتے۔ گیارھویں کی مجالس ہر ماہ ہوتیں۔ عید میلاد النبی ﷺ اور معراج شریف پر خصوصیت سے مجالس قائم کرواتے۔

بیعت ثانی:

مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت پیر جماعت علی لاثانی علی پوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔

شاعری سے شغف:

پنجابی میں اشعار کے بحر بیکراں ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی اور اردو نعت خوب کہتے۔

وصال پُر ملال:

آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ تمام شہری جائیداد فروخت کر کے مسجد کی تعمیر پر لگا دی یا تفسیر کی طباعت پر۔ ۱۹۴۴ء میں وصال ہوا۔ جامع مسجد کوتوالی کے پہلو میں آرام گاہ ملی۔[1]

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۰ تا ۲۹۵ ملخصاً

مہر محمد صوبہ نقشبندی
(میانی صاحب)

ولادت باسعادت:

۱۸۳۵ء کے لگ بھگ لاہور کے قدیمی محلّہ کوچہ اللہ داد خان میں ارائیں خاندان میں ایک اللہ کا بندہ پیدا ہوا جس کے والد کا نام نظام الدین تھا جو پشت در پشت لاہور میں آباد تھا۔ کھیتی باڑی پر محنت کر کے اپنے بال بچے کا پیٹ پالتا تھا، نیک اور صالح تھا۔ مولیٰ کریم کو جانے اسکی کیا بات بھا گئی کہ اس کے گھر ایک صالح بچہ پیدا ہوا جس کا نام صوبہ رکھا گیا جس کے پانچ بھائی تھے۔

حلیہ شریف:

آپ کا قد درمیانہ، جسم پتلا اور داڑھی مبارک مناسب تھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ لباس عموماً لمبا کرتا اور کنارے والی لنگی تھا۔ سر پر نقشبندی ٹوپی اور اس پر پگڑی باندھتے، کاندھے پر بالعموم رومال ہوتا۔ کبھی کبھار شلوار قمیص اور اچکن بھی پہنا کرتے۔

تعلیم وتربیت:

والدہ کی تربیت میں عہد طفولیت گزرا۔ ذرا ہوش سنبھالی تو مسجد کی راہ لی جہاں بچوں میں بیٹھ کر چند سال میں قرآنِ مجید پڑھا۔ بعد ازاں مسجد ہی میں اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ دین کی لگن نے شرع کا پابند کیا۔ تحصیل علم کے بارے میں آپ رقم طراز ہیں:

"جس دن خداوند کریم نے مجھے پیدا کیا وہ خاص فضل وکرم مجھ بندہ پر مبذول فرمائے کہ اگر میرے ہر موئے بن میں ہزار ہزار زبان ہوتو پھر بھی

اپنے مالک، اپنے رازق، اپنے مولائے کریم ستار کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ جس خدا نے مجھ جیسے بے ہنر، بے کس، مفلس، نادار و ناتواں، بے یارومددگار عاجز بندے کو ہزاروں ہزار نعمتیں دین و دنیا کی عطا فرمائیں جن کا میں کسی طرح بھی مستحق نہ تھا،—— ماں باپ وہ عطا فرمائے جو مجھ پر بہت ہی مہربان تھے،—— مادرِ مہربان کی گودِ شفقت میں پرورش پاتا رہا،—— باپ کے سایۂ عاطفت میں بالغ ہوا۔ کسی طرح کی تکلیف نہ دیکھی۔ خدا ان کو غریقِ رحمت کرے''۔[1]

عالمِ بلوغت میں آزمائش:

جب حضرت مہر محمد صوبہ نے عالمِ بلوغت کی بہاروں میں قدم رکھا تو والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو کوئی اپنی والدہ کے سوا مادری محبت دے سکتا ہے اور نہ کوئی اپنے باپ کے سوا شفقتِ پدری دے سکتا ہے۔ آپ کو والدین کے دنیا سے جانے کا غم تو ہوا لیکن یادِ الٰہی نے سب کچھ بھلا دیا—— والد کے وصال کے بعد بھائیوں میں بڑا ہونے کے باعث فکرِ معاش ہوئی، چنانچہ آپ نے ایک ملازمت اختیار کر لی۔

حصولِ معرفت کی لگن:

دورانِ ملازمت آپ کو اللہ اللہ کرنے کا شوق ہوا۔ آپ نے بذاتِ خود وصیت نامہ میں تحریر کیا ہے:

''میں آغازِ زمانہ بلوغت میں اورادِ فتحیہ پڑھا کرتا تھا اور میری یہ تین دعائیں تھیں:

● —— پہلی یہ کہ مجھے صحت عطا ● —— دوسری یہ کہ مجھے پیر کامل ملے،

● —— تیسری یہ کہ مجھے آبائی پیشہ میں سرفراز کیا جائے''۔

آپ کی یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں—— آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ

[1] نذیر احمد، میاں: وصیت نامہ حضرت مہر محمد صوبہ، مملوکہ، سکنہ شاد باغ لاہور

آپ کو حصولِ معرفت کا بڑا شوق تھا۔ اسی لیے مرشد کامل کے ملنے کے لیے اللہ کے حضور دعا گو رہا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت:

آپ کے زمانہ میں شیراں والا دروازے کے باہر محلہ عثمان گنج میں حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی کا بہت پتہ چلا تھا۔ حضرت غلام مرتضیٰ ایک ولی کامل تھے۔ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں زیرِ تربیت تھے۔ ایک روز آپ بھی حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مرشد نے ذکر وفکر کی تلقین کی۔ بیعت ہونے کے بعد آپ کی کوشش ہوتی کہ روزانہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور مرشد کریم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اسی لیے آپ مرشد کریم کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ آپ پر ایسی نگہِ التفات ہوئی کہ آپ سلوک میں کامل ہو گئے۔ آپ کے پیر نے آپ کو خلافتِ نقشبندیہ سے نوازا۔ اپنے وصیّت نامہ میں مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ایسا پیر کامل اعلیٰ عاشق رسول ﷺ جن کا درجہ فنا فی الرسول تھا، خدا نے عطا فرمایا جس کی نظرِ عنایت نے دونوں جہان تار دیئے، —— خداوند کریم نے ان کو مجھ پر ایسا مہربان کیا کہ تمام مریدین ماسلف وبعد پر اس عاجز کو اپنی کمال شفقت سے اس قدر ممتاز فرمایا کہ مجھے خلیفہ مقرر فرمایا۔ سینکڑوں اشخاص امیر غریب عالم فاضل سیّد قریشی میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ہر ایک شخص کو خداوند کریم نے حلاوتِ ایمان، چاشنی عبادت عطا فرمائی، —— درد اور عشق رسول ﷺ حاصل ہوا۔ یہ سلسلہ تا قیامت ان شاء اللہ حضرت صاحب کی عنایت سے جاری رہے گا"۔

آبائی پیشہ کاشت کاری کی تجدید:

آپ کی یہ خواہش تھی کہ ملازمت کی بجائے اپنا آبائی پیشہ زمینداری اختیار کروں چنانچہ آپ اس کے لیے اللہ کے حضور ہمیشہ دعا گو رہتے۔ لاہور کے گرد و نواح میں آپ کے

والدین کی زرعی زمین تھی لیکن رہن رکھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے زمین کو رہن سے چھڑا کر آپ کے حوالے کیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی زمین پر کاشت کاری شروع کروا دی۔ بعدازاں آپ نے شراکت میں کچھ زمینیں ٹھیکے پر لے کر بھی کاشت کروائیں۔ شراکت میں مہر میراں بخش اور مہر محمد دین کا چھو تھے۔ گھوڑے شاہ کے گرد و نواح میں تمام زمین آپ کے زیر کاشت رہی ہے۔ اس کے علاوہ ڈپٹی برکت علی کی زمین بھی آپ کے پاس رہی۔

آپ نے زندگی میں سفر بہت کم کیا۔ نابھہ اور پٹیالہ میں چند بار جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر آپ کے ایک خلیفہ رجب علی خان تھے۔ ان کے کہنے پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے پوتے میاں نذیر احمد راوی ہیں کہ وہاں پر کچھ غیر مسلم آپ کے دستِ حق پر بیعت کر کے مسلمان ہوئے تھے۔

شعر و شاعری سے لگن:

آپ کو شعر و شاعری سے بے پناہ لگن تھی۔ نعتیہ کلام کے بہت ہی دلدادہ تھے۔ صوفیاء کا فارسی کلام پسندیدہ تھا۔ بے شمار فارسی اشعار آپ کو یاد تھے۔ آپ خود پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ ''سہ حرفی'' ملک سراج الدین پبلشر نے شائع کیا تھا۔

حج کی سعادت:

۱۹۱۹ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سفر میں آپ کا بیٹا کرم الٰہی اور بیٹی غلام فاطمہ بھی ہمراہ تھے۔

شادی اور اولاد:

آپ کی شادی کا چھوارائیں خاندان میں ہوئی۔ شریک حیات کا نام مہر النساء تھا جو اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں۔ ان کی زمین موجودہ مال گودام اور اس کے گرد و نواح کے سارے علاقے پر مشتمل تھی۔ مہر محمد صوبہ کی اولاد میں دو صاحبزادے فضل الٰہی اور کرم الٰہی اور ایک صاحبزادی غلام فاطمہ ہوئے۔

خلفاء کرام:

آپ کے خلفاء یوں تو بے شمار ہوئے لیکن ان میں یہ نام قابلِ ذکر ہیں:

- ——میاں کرم الٰہی،
- ——شیر علی خاں،
- ——رجب علی خاں اور
- ——حاجی چراغ دین۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال بروز جمعرات ۲۴ر صفر ۱۳۶۴ھ/ ۸ر فروری ۱۹۴۵ء کو ہوا۔ آپ کو کوٹ خواجہ سعید کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ساڑھے پانچ سال کے بعد آپ کے چند عقیدت مندوں نے رات کی تاریکی میں آپ کا جسد مبارک وہاں سے نکالا اور قبرستان میانی صاحب میں موجودہ جگہ پر سپرد خاک کر دیا۔

مزار کا محلِ وقوع:

آپ کا مزار قبرستان میانی صاحب میں بہاولپور روڈ سے مزنگ چونگی کو آتے ہوئے لب سڑک واقع ہے۔ آغا حشر کاشمیری اور مولانا احمد علی کی قبور سے ذرا آگے سڑک کے دائیں جانب پُر وقار مقبرہ ہے جو ایک نہایت وسیع و عریض چبوترے پر عام سطح سے تقریباً دس بارہ فٹ بلند ہے۔ مقبرہ سے باہر آپ کے مریدوں کی قبریں ہیں۔ خاص طور پر خلیفۂ صادق حاجی چراغ دین (م-۱۹۵۸ء) کی قبر ہے جنھوں نے یہ عالیشان مقبرہ بنوایا تھا۔[1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

مولانا معوان حسین مجددی

رام پور (ہندوستان) کے علمی اور روحانی خانوادہ کے ایک عالم دین حضرت مولانا معوان حسین رام پوری خطیب شاہی مسجد، لاہور، لاہور میں تشریف لائے تو فاضل مؤلف مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شاگردی بھی اختیار کی۔

ولادت باسعادت:

مولانا معوان حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزند تھے۔ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

مروّجہ علوم کی تحصیل:

اپنے گرامی قدر والد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سلامت اللہ رام پوری اور مولانا عبدالغفار خان رام پوری سے مروّجہ علوم میں تکمیل کی۔

بیعت کی سعادت:

مولانا معوان حسین رام پوری اپنے والد مولانا ارشاد حسین رام پوری کے علاوہ مولانا عنایت اللہ خان سے بیعت تھے۔

سلسلہ تدریس وخطابت:

آپ نے مدرسہ ''الارشادیہ'' کے نام سے ایک تدریسی شعبہ قائم کیا جو سینکڑوں طلبائے علم کی تشنگی کا سامان بنا۔ مولانا معوان حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم نعمانیہ، لاہور جو ان دنوں شاہی مسجد میں قائم تھا، کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرنے آئے تو انجمن اسلامیہ،

لاہور نے آپ کو شاہی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا۔[۱]

۱۹۲۶ء میں خانوادہ نقشبندیہ مجددیہ کے فاضل مولانا معوان حسین مجددی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہی مسجد کی خطابت کے لیے منتخب ہوئے۔ آپ بے مثال مقرر تھے، اور خانوادۂ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ٹیم کے رکن تھے۔

سلسلۂ رُشد و ہدایت:

آپ نے بادشاہی مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ مجددیہ کی روحانی تربیت کا آغاز کیا۔ آپ کے زیرِ نگاہ مراقبے اور اذکار کی مجالس قائم ہونے لگیں۔ اس طرح بادشاہی مسجد علم اور روحانیت کا مرکز بن گئی۔ پنجاب کے علاوہ وسطی ہندوستان سے اور کابل و قندھار کے سالکانِ طریقت بھی تربیت پانے لگے۔ جن دنوں جنوبی ہندوستان میں شُدھی تحریک چلی تو آپ لاہور چھوڑ کر رام پور چلے گئے تاکہ اس تحریک کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے علماء کرام کے ساتھ کام کر سکیں۔[۲]

۱۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مجالس علماء، ص ۲۲۷، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۷ء

۲۔ ایضاً، ص ۲۶۴/۲۶۵

حافظ مولانا چراغ دین نقشبندی

(ریلوے پھاٹک، غازی آباد)

آپ موضع کیراں والی ضلع گوجرانوالہ میں ملک برادری میں پیدا ہوئے۔

سلسلۂ بیعت وکسبِ فیض:

حضرت شیر ربانی نے میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ حضرت سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت کرماں والا علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا۔

مسجد نور، مغل پورہ (لاہور) کی آبادکاری:

حضرت سیّد محمد اسماعیل شاہ صاحب کے حکم سے ۱۹۳۵ء میں مسجد نور کو آباد کرنے کی غرض سے مغلپورہ، لاہور میں تشریف لائے اور تاحیات مسجد نور مغلپورہ، لاہور میں امامت وخطابت اور اشاعتِ دین کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حلیہ شریف:

آپ کا رنگ گندمی تھا، قد میانہ، رفتار و چال میانہ تھی۔ سُنت کے مطابق داڑھی، محبت شیخ سے سرشار دل رکھتے تھے۔ ہر معاملہ میں سُنت نبوی ﷺ اور تعلیماتِ مرشد کی جستجو اور عمل، لباس سادہ و سفید رہا۔ نظر آخری وقت تک بحال رہی اور ریش مبارک بالکل سیاہ تھی۔

مستجاب الدعوات:

مستجاب الدعوات تھے، جو فرماتے ہو کر رہتا۔ بیشتر طلبگاروں کو آپ کی دعا سے نرینہ اولاد عطا ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے:

''اللہ کریم سے لڑکے لڑکی دلوانا تو کچھ کام نہیں اصل کام یہ ہے کہ بندے کو رب تعالیٰ تک پہنچایا جائے''——

کامل ہونے کے باوجود بیعت نہ فرماتے تھے حالانکہ متعدد بزرگوں سے فیض پایا تھا''۔

جامع مسجد نور کا تاریخی تناظر:

جامع مسجد نور مغلپورہ ریلوے پھاٹک کے قریب غازی آباد کے علاقے میں واقع ہے۔ اس مسجد کو سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے تعمیر فرمایا تھا۔ اس کی آبادکاری کے لیے حضرت کرماں والا نے مولوی چراغ دین علیہ الرحمہ کو بھیجا تھا۔ اب اس میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعۃ المبارک باقاعدگی سے ادا ہوتی ہے۔

نورِ بصیرت والے:

آپ فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔ حاضرین کے دلوں کی بات بتا دیا کرتے، کشف قبور پر عبور حاصل تھا۔ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حضوری مقام حاصل تھا، متعدد بزرگوں سے فیض پایا تھا۔ شافی الامراض تھے۔ بہت سے لاعلاج آپ کی نگاہ شفا بار سے شفایاب ہوئے۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال پچاسی سال کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں تین رمضان المبارک بوقت عشاء مسجد نور میں ہوا۔ آپ کو جامع مسجد نور سے متصل دفن کیا گیا۔[۱]

---

[۱] سعید سہول، انجینئر: حضرت مولانا مولوی چراغ دین مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ء (ملخصاً)

حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی

(عثمان گنج، شیراں والا دروازہ)

حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی عاشق رسول مقبول ﷺ تھے، ولایت میں فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ آپ خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی کی دوسری بیوی رحمت بی بی سے تھے' جو اماں جی کے نام سے معروف تھیں اور قلعہ لال سنگھ تحصیل شرقپور کی رہنے والی تھیں۔ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ کی پہلی بیوی سے تین صاحبزادیاں حیات رہیں' جب نرینہ اولاد ہوئی وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔

نیک فرزند کی تمنا:

حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ ایک روز اپنی زوجہ محترمہ رحمت بی بی کے پاس گئے تو اللہ سے دعا کی: "اے فرزند عطا فرما"۔ بارگاہِ رب العزت میں دعا قبول ہوئی اور اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا:

> "جاؤ خدا بیٹا ایسا عطا فرمائے گا کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مالا مال کرے گا اور وہ ولی ہو گا"۔

اللہ کے فضل و کرم سے ایسا ہی ہوا۔

ولادت باسعادت:

حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی جمعتہ المبارک کے دن ۱۳۱۴ھ بمطابق ۴ر ستمبر ۱۸۹۶ء کو موضع لال سنگھ، شرقپور میں پیدا ہوئے۔ اماں جی بالعموم اپنے میاں کے پاس لاہور

ہوتی تھیں لیکن خواجہ نور محمد صاحب کی ولادت کے وقت اپنے میکہ قلعہ لال سنگھ تشریف رکھتی تھیں۔

بچپن کا دور اور خلافت کا اعزاز:

آپ کا بچپن کا کچھ وقت والد گرامی کے زیر سایہ گزرا' لیکن جب آپ کی عمر چھ سال سے زائد ہوئی تو آپ کے والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن آپ کو والدِ ماجد کی نگاہِ شفقت و عنایت سے بچپن ہی میں ولایت اور خلافت حاصل ہو گئی۔ انہوں نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے آپ کو اپنا روحانی جانشین مقرر کر دیا۔

تعلیم و تربیت:

تعلیمی دور کے آغاز میں آپ نے کچھ عرصہ مدرسہ حمیدیہ سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مفتی اعظم حضرت مولانا یار محمد خطیب سنہری مسجد' لاہور کی شاگردی اختیار کی۔ جوان ہونے تک آپ ایک عالم دین بن گئے۔ آپ کو اردو، فارسی، عربی اور پنجابی زبان پر پورا عبور حاصل تھا۔ تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ اور علم کلام میں پورا ادراک رکھتے تھے۔ مثنوی مولانا روم سے دلی لگاؤ تھا۔ مثنوی کے بے شمار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے۔

سلسلہ معاش:

کاشت کاری آپ کا آبائی پیشہ تھا۔ ارائیں خاندان سے تعلق تھا۔ ہوش سنبھالنے پر آپ نے اپنے والدِ ماجد کی چھوڑی ہوئی زرعی زمین کی خود نگرانی کی۔ آپ کی زمین موضع قلعہ لال سنگھ' شرقپور میں تھی۔ اس کی آمدنی پر ہی گزر اوقات تھی۔ آپ زیادہ وقت اپنے والدِ ماجد کی خانقاہ میں ہی گزارتے۔

مسجد کی تعمیر:

علوم ظاہری کی تکمیل پر آپ نے ۱۹۲۰ء میں درگاہ حضرت خواجہ غلام مرتضٰی کے غربی سمت میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ چند سال بعد رہائش کے لیے دو حجرے بھی تعمیر کروائے۔ یہ حجرے مسجد سے ملحق تھے۔

سلسلہ رُشد و ہدایت:

خلق خدا پر رفتہ رفتہ آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا تو بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ بیعت کرنے میں کچھ تامل سے کام لیتے۔ طالب کو پہلے پابند شرع کرتے، صوم وصلوٰۃ اور سُنت رسول اکرم ﷺ کے لیے تاکید فرماتے۔ آپ فرماتے کہ سالک کے لیے شرع کی پابندی لازم ہے۔

آپ جمعہ کے روز اپنی تعمیر کردہ مسجد میں خطاب فرماتے تھے۔ آپ کا یہ معمول آخری دم تک جاری رہا۔ آپ کا پسندیدہ موضوع عشق رسول ﷺ تھا۔ وعظ نہایت عالمانہ ہوتا۔ ہر موضوع قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرماتے۔

نماز جمعہ کے بعد مسجد میں محفلِ ذکر ہوتی۔ محفل میں ایک روحانی سماں ہوتا جس سے اکثر حاضرین وجد میں آجاتے۔ ذکر سے پہلے یا بعد میں نعت خوانی ہوتی۔ آپ کی دعا اور توجہ ایسی پُر تاثیر تھی کہ جسے چاہتے مقامِ حضوری تک پہنچا دیتے۔

تصنیف وتالیف:

جیّد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ آپ کے زمانے میں بے ادب گروہوں نے شانِ رسالت میں گستاخیاں کیں تو آپ نے تحریر وتقریر سے ان کا رد فرمایا۔ وہابیوں، شیعہ، مرزائیوں، غیر مقلدوں کے سخت خلاف تھے۔

رسول کریم ﷺ کے عطائی علم غیب کے انکار پر دو رسالے لکھے گئے:

- تحفہ لاثانی　از مولوی عبدالشکور ایڈیٹر رسالہ النجم لکھنؤ
- غیب دانی　از مولوی حسین علی ضلع میانوالی

آپ نے ان دونوں رسائل کے جواب میں ''حجت ربانی'' کے نام سے مدلل کتاب رقم فرمائی۔ اس کے علاوہ یہ نگارشات آپ کے قلم سے سینہ قرطاس پر رقم ہوئیں:

(۱) توثیق الابحاث شرح درود مستغاث

(۲) تحقیق الوجد

(۳) ظہور صفات فی جمیع الموجودات

(۴) حج فقیر بر آستانہ پیر

(۵) قدم بوسی

(۶) سرور عشق

(۷) رد وہابیت

سخن وری:

آپ نے پنجابی میں اشعار کہے جو کہ مدحتِ رسول کریم ﷺ سے آراستہ ہوتے۔

دیگر یومیہ معمولات:

شب زندہ دار تھے، عمر بھر نماز تہجد کے پابند رہے، نماز کے بعد درود شریف پڑھتے، سورہ مزمل، درود مستغاث، قصیدہ بردہ شریف آپ کے معمولات میں شامل تھے۔

ازدواجی زندگی:

آپ نے یکے بعد دیگر تین شادیاں کیں لیکن کسی بیوی سے اولاد نہ ہوئی۔ آپ کی چہیتی اہلیہ غلام فاطمہ تھیں جن کی قبر آپ کے پہلو میں ہے۔

وصال کی پیش گوئی:

● ——وصال سے پندرہ روز قبل اپنے بچپن کے دوست حکیم نور الٰہی کو اپنے وقت آخر سے مطلع کیا:

"اب شاید آپ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو"۔

● ——وصال سے تین روز قبل مریدوں سے فرمایا:

"اب ہمارا آخری وقت ہے۔ فقیر رسول اکرم ﷺ سے زیادہ عمر نہیں چاہتا"۔

وصال پُر ملال:

چنانچہ بدھ یکم ذیقعدے ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ رمئی ۱۹۵۸ء کو آٹھ بج کر پچاس منٹ پر اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ آپ کو اپنے والدِ ماجد کی پائنتی جانب دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار شیراں والا دروازہ کے باہر ریلوے لائن کے قریب محلہ عثمان گنج میں واقع ہے۔[1]

---

[1] عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

حکیم مولانا غلام محمد ترنّم
(میانی صاحب)

ولادت باسعادت:

مولانا غلام محمد ترنم امرتسر کے ایک غریب کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے۔[۱]

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی دینی تعلیم مولانا پروفیسر عبدالرحیم (م-۱۹۱۲ء) اور فقیہہ عصر مولانا مفتی عبدالصمد خاں امرائی کاشمیری علیہ الرحمہ (م-۱۹۱۸ء/۱۳۳۴ھ) سے حاصل کی۔

کسبِ ہنر:

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے والدِ ماجد عبدالعزیز کشمیری نے قالین بافی اور شال بافی کا ہنر سیکھنے پر لگا دیا۔ آپ نے اس فن میں خوب مہارت حاصل کی اور ایک اعلیٰ درجے کے ڈیزائنر بن گئے۔

سلسلۂ تعلیم کا دوبارہ آغاز:

بعدازاں فطری میلان کے باعث تعلیم کی طرف دوبارہ راغب ہو گئے۔ مولانا علامہ محمد حسین عرشی امرتسری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے علمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے اظہار معذوری کرتے ہوئے انہیں اپنے استادِ گرامی حکیم علامہ فیروز الدین طغرائی (م-۱۹۳۱ء) کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ حضرت طغرائی کی امداد و اعانت سے آپ نے منشی فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ اگلے سال ادیب فاضل کے

---

[۱] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماءِ اہلِ سُنت و جماعت لاہور، ص ۳۰۴

امتحان میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔ فن شعر و شاعری میں بھی استفادہ کیا اور فن طب کی تعلیم کی تکمیل بھی انہی سے کی۔ علامہ عرشی نے ہی آپ کا تخلص ترنم تجویز کیا۔[1]

دیگر تعلیم و تربیت:

طغرائی مرحوم کے فیضِ صحبت نے آپ کی طبیعت میں بہت جلا پیدا کر دی اور آپ کا شوقِ علم بہت بڑھ گیا۔ پھر آپ عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی عبدالصمد خاں امرائی کے پاس جانے لگے۔ آپ کو حضرت طغرائی کے فیض نے ترنم بنایا اور مفتی صاحب کے فیض نے مولانا۔[2] دینی تعلیم سے فارغ ہو کر حکیم حاجی محمد علی گوجرانوالہ اور حکیم محبوب عالم امرتسری سے فنِ طب کی آخری کتابیں پڑھیں۔ لاہور کے حکیم شہزادہ غلام محمد سے مطب کے اصول سیکھے۔

جامعہ اسلامیہ، امرتسر کے بانی:

فارغ التحصیل ہو کر آپ نے ہال بازار امرتسر میں ۱۹۳۱ء میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جس میں فاضل عربی و فاضل فارسی اور فاضل اردو کی تعلیم پنجاب یونیورسٹی کے سلیبس کے مطابق دی جاتی تھی۔ اس تعلیمی درس گاہ نے بہت ترقی کی اور لاتعداد نوجوان مسلم اس سے مستفیض ہو کر محکمہ تعلیم میں برسرروزگار ہوئے۔[3]

تدریسی و تبلیغی خدمات:

آپ امرتسر ہائی سکول شریف پورہ میں دینیات کے مدرّس تھے، اور فارغ وقتوں میں مطب بھی کرتے تھے۔ ساری زندگی سادگی میں گزاری۔ تبلیغی کاموں کو فی سبیل اللہ ہی کیا۔ تقسیم ملک کے بعد گوالمنڈی نزد امرت دھارا بلڈنگ' لاہور میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں آپ کے تبلیغی مشاغل اور بھی بڑھ گئے جنہیں بڑی ہمت و استقلال سے نباہتے رہے۔

۱۔ محمد حسین بدر، حکیم: سات ستارے، ص ۹۶ مطبوعہ لاہور جمادی الاول ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۲۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء: اہلِ سنت و جماعت لاہور، ص ۳۰۵

۳۔ محمد حسین بدر، حکیم: سات ستارے، ص ۹۷

طبابت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا جس سے قوتِ لایموت کا سامان میسر آتا۔[1]

ثناء خوانِ رسول ﷺ:

آپ کا دل حضور نبی کریم ﷺ کی سچی محبت سے سرشار تھا۔ آپ کا نعتیہ کلام عشق رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ مولانا کو اپنے مسلک سے جو والہانہ عشق تھا اس کی مثال بھی بہت کم ملتی ہے۔

مولانا ترنم شعر بہت کم کہتے تھے۔ ابتدائی دور میں مناجاتیں اور نعتیں لکھی تھیں۔ بطور نمونہ ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

میں نیاز مند حضور ہوں میں اسیر زلف جہاں نہیں
مجھے نام پاک سے ہے غرض، کوئی فکرِ سود و زیاں نہیں
جو خدا کا خاص حبیب ہو، جو خدا کے عین قریب ہو
کرے وصف اس کے بشر بیاں، یہ مجال و تاب وتواں نہیں
جو حریق سوز رسول ہے، وہی ذاتِ حق کو قبول ہے
یہ ہے اک حقیقت مسلسل، کوئی اس میں وہم و گماں نہیں[2]

مقبول عام خطیب:

موصوف ایک جادو بیاں خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ مولانا ظفر علی خان نے آپ کی نسبت لکھا:

ترنم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا　　درخشاں اس کے ہالے میں مسلمانان امرتسر[3]

چند ہی سالوں میں آپ لاثانی خطیب بن کر عوام کے سامنے آئے اور مقبولیت کا یہ درجہ پایا کہ امرتسر کے کسی بھی علاقے میں جا کر خطبہ دینا شروع کرتے، لوگ وہیں جوق در جوق پہنچنے لگتے۔ شہر امرتسر کی کئی تنگ، بوسیدہ اور غیر آباد مساجد صرف آپ کے ورود سے

[1] تذکرہ علماء اہلِ سنت و جماعت لاہور، ص ۳۰۵
[2] تذکرہ علماء اہلِ سنت و جماعت لاہور، ص ۳۰۸
[3] سات ستارے، ص ۹۷

بڑی بڑی شان دار جامع مسجدوں میں تبدیل ہو گئیں۔ جامع مسجد شریف پورہ، رانی بازار اور جامع مسجد کوچہ قاصداں امرتسر کو آپ ہی کے اثر واعظ کے نتیجہ میں وسعت و رونق ملی۔ [۱]

انجمن تبلیغ الاحناف، امرتسر کا قیام:

امرتسر کے احناف نے ''انجمن تبلیغ الاحناف'' قائم کر رکھی تھی۔ مولانا اس کے روح رواں تھے۔ اس انجمن کے زیر اہتمام سیّدنا حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا عرس مبارک ہر سال مسجد میاں جان محمد، ہال بازار میں نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا تھا۔ عرس مقدس کے سہ روزہ جلسوں میں مقامی علماء کے علاوہ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء و فضلاء اور مشائخ عظام شمولیت فرما کر اپنے مواعظ حسنہ سے عوام کو مستفیض فرماتے تھے۔ [۲]

تحریکِ پاکستان میں حصہ:

حکیم مولانا غلام محمد ترنم امرتسری تحریکِ پاکستان کے ایک سچے اور مخلص مجاہد تھے۔ ۱۹۳۵ء سے حضرت مولانا اس تحریک میں شامل ہوئے۔ مشرقی پنجاب میں آپ اور حضرت سیّد بوٹے شاہ رمداسی نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

لاہور میں مستقل سکونت:

تقسیم برصغیر کے بعد حضرت مولانا ترنم نے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے تبلیغی پروگرام کے تحت مسجد حضرت داتا گنج بخش میں وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

جبکہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا غلام محمد ترنم، امرتسر سے لاہور آئے تو ''مائی لاڈو'' کی مسجد میں آغاز خطابت کیا۔ ان کی زور بیانی نے مسجد کے در و بام کو لوٹ لیا۔ [۳]

---

[۱] تذکرہ علماء اہلِ سُنت و جماعت لاہور، ص ۳۰۵

[۲] مجالس علماء، ص ۱۶۷

[۳] سات ستارے، ص ۱۰۱

پھر مسجد حنفیہ موری دروازہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا کے عقیدت مندوں نے مسجد پنجاب سول سیکرٹریٹ میں خطابت کی دعوت دی جو مولانا موصوف نے بصد خوشی قبول فرمالی۔ شروع میں یہ مسجد چھوٹی تھی۔ سردار عبدالرب نشتر کے علاوہ صاحب ثروت لوگوں نے لاکھوں روپے مسجد کی توسیع کے لیے دیئے—— چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مسجد لاہور کی بہترین مساجد میں شمار ہونے لگی۔

دیگر سیاسی خدمات:

مولانا ترنم نے قوم دشمن عناصر کو ملک میں دوبارہ سر اٹھاتے دیکھ کر اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر ''جمعیت العلمائے پاکستان'' کی بنیاد ڈالی۔ آپ جمعیت العلمائے پاکستان صوبہ پنجاب کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ جماعت کی ملک گیر شاخیں قائم ہوئیں تو آپ ملکی سطح پر نائب صدر منتخب کیے گئے۔ اس سلسلہ میں ان کی سعی جمیلہ بلاشبہ قابلِ ستائش ہے۔[1]

جمعیت العلماء کے زیر اہتمام جہاد کشمیر اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کشمیر کی جنگ میں اگلے مورچوں پر گئے اور غازیانِ صف شکن کے دوش بدوش کھڑے ہو کر پیغام جہاد سناتے رہے۔ ختم نبوت کی تحریک میں قید و بند کی ساری عظمتیں آپ کے حصہ میں آئیں۔ اس ابتلائی دور میں آپ کے پایۂ استقلال میں ذرہ بھی لغزش نہیں آئی تھی۔

بیعت کی سعادت:

آپ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ سیّد علی حسین شاہ صاحب چشتی نظامی کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے بھی روحانی استفادہ کیا۔

حضرت مولانا محمد عالم آسی علیہ الرحمہ آپ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے——[2]

---

[1] سات تارے، ص ۱۰۱

[2] تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت' لاہور' ص ۳۰۸

مرض وصال:

حضرت مولانا غلام محمد ترنم کو وفات سے اڑھائی تین سال پہلے ذیابیطس کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ مرض بڑھتا گیا جس سے دل اور جگر متورم ہو کر بڑھ گیا تھا۔ مرض کی شدت کے باعث وفات سے دو ماہ قبل آپ خطبہ جمعہ دینے کے قابل نہ رہے' لیکن بستر علالت پر بھی آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند رہے۔

سانحہ انتقال:

آخر اسلامیانِ برصغیر پاک و ہند کا یہ عظیم المرتبت راہنما' مبلغ اسلام مورخہ ۱۷ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ/۲۴ر جولائی ۱۹۵۹ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو رحلت فرما گیا —— آپ کی آخری آرام گاہ قبرستان میانی صاحب بہاولپور روڈ برلب سڑک، لاہور بالمقابل مزار شریف حضرت مہر محمد صوبہ نقشبندی میں ہے۔[۱] حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری صاحب ناظم حزب الاحناف، لاہور نے نماز جنازہ پڑھائی۔[۲]

۱۔ سات ستارے، ص ۱۰۴

۲۔ تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۳۱۰

حافظ قاضی سراج احمد نقشبندی

آپ سیّد ابوالبرکات احمد شاہ قادری علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے —

ارادت و خلافت:

حافظ سیّد جماعت علی شاہ ثانی صاحب علی پور شریف کے مرید اور خلیفہ تھے۔

زورِ خطابت:

ریلوے کیرج شاپ میں تقریباً تیس سال تک جمعہ پڑھایا۔ آپ کی تقریر اتنی پُر مغز اور جامع ہوتی تھی کہ سننے والا پندرہ منٹ میں سیراب ہو جاتا تھا۔

دیگر یومیہ معمول:

ہر جمعرات بعد نماز عصر داتا صاحب کے دربار میں حاضری دینا آپ کا معمول تھا۔

حج کی سعادت:

آپ کو حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔

زیاراتِ اسلاف کا اعزاز:

آپ کو داتا صاحب علیہ الرحمہ کی زیارت بھی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی زیارت و صحبت سے شادکام ہوئے۔

وصالِ پُر ملال:

قاضی سراج احمد نقشبندی ۱۲ر اپریل ۱۹۶۶ء میں اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔[1]

[1] بابر سعید سہول، انجینئر: نور چراغ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء، ملخصاً

پیر سیّد چراغ علی شاہ

(پیر کالونی، والٹن کینٹ)

سلسلۂ نسب:

پیر سیّد محمد چراغ علی شاہ نجیب الطرفین سیّد تھے۔ والدِ ماجد سیّد حسن علی شاہ سلسلہ قادریہ کے صاحب مجاز بزرگ تھے جو اپنی گوری اور سرخ رنگت کی وجہ سے "سیّد بگے شاہ" کے نام سے مشہور تھے۔ سادات کا یہ گھرانہ ضلع ہوشیار پور کے قصبہ بسی ولی داد خان میں آباد تھا۔

ولادت باسعادت:

۱۸۷۷ء میں سیّد حسن علی شاہ کے ہاں فرزند جلیل سیّد چراغ علی شاہ کی ولادت ہوئی۔ سلسلہ نقشبندیہ کے نامور بزرگ مخدوم سائیں توکل علی شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گھٹی بھی دی۔ نام چراغ علی رکھا اور خصوصی دعاؤں سے بھی نوازا۔

بچپن کے حالات:

سیّد چراغ علی شاہ پانچ چھ برس کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ تین سال بعد والدِ ماجد نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ یوں اوائل عمری میں شفقت پدری اور شفقت مادری سے یکے بعد دیگرے محروم ہو گئے۔

پہلی شادی:

سولہ سترہ سال کی عمر میں آپ کے تایا سیّد باغ علی شاہ صاحب نے اپنی بڑی

صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ حسن اتفاق ازدواجی زندگی کے چند سال ہی گزرے تھے کہ آپ کی شریک حیات بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ نیک سیرت بیوی کی اچانک موت کے صدمہ نے آپ کے فکر و ذہن کو خاصا متاثر کیا۔[۱]

دینی تعلیم کا حصول:

آپ بچپن میں نصابی تعلیم خاطر خواہ طریقے سے حاصل نہ کر سکے۔ مگر جوں ہی ہوش سنبھالا تو دینی علوم کے حصول کی طرف راغب ہوئے۔ آپ نے مختلف اوقات میں متعدد علماء کرام سے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں یہ حضرات قابلِ ذکر ہیں:

- ——کالو شاہ، موضع چھین بھٹیاں ضلع گورداس پور اور
- ——میاں صدرالدین، موضع چھاڑ، تحصیل کھاریاں،
- ——میاں محمد بخش، موضع سوکڑا ضلع گجرات

شرفِ بیعت و خلافت:

عالم جوانی میں آپ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی، سیالکوٹ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ مرشد کریم کے زیرِ نگرانی روحانی منازل طے کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے بے پناہ ریاضت و عبادت کی۔ تکمیلِ سلوک پر حضرت ثانی صاحب نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔[۲]

لاہور کینٹ میں جلوہ افروزی:

۱۹۴۷ء میں آپ مراڑہ شریف سیالکوٹ تشریف لے آئے۔ مئی ۱۹۵۴ء میں آپ ریلوے ٹریننگ سکول، والٹن لاہور کے بالمقابل اپنی تعمیر کردہ مسجد میں تشریف لائے۔ ۱۹۶۴ء تک آپ یہاں گاہے بگاہے تشریف لاتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں والٹن میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ زائرین و مریدین کو نیک کام کی تلقین فرماتے۔ نہایت ہی خلیق اور

۱۔ ریاض احمد، مرزا: نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور بار اول ۱۹۸۶ء، اشاعت دوم ۲۰۰۳ء

۲۔ عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

متواضع تھے۔[1]

مستجاب الدعوات:

دنیاوی حاجات کے لیے آپ کے پاس بے شمار لوگ آتے جاتے تھے۔ آپ کی دعا نہایت ہی مؤثر تھی۔ کئی بے اولاد افراد کو آپ کی دعاؤں سے اولاد کی نعمت نصیب ہوئی۔ کئی تنگ دست حضرات کی روزی میں برکت ہوئی۔[2]

تصنیف وتالیف:

آپ کو تحریر کا بھی شوق تھا۔ آپ کی یادگار تصانیف میں

- ــــ ''تنویر لاثانی'' اور
- ــــ ''ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے'' معروف ہیں۔[3]

احقر راقم السطور نے لڑکپن میں آپ کی زیارت کی ہے۔ آپ کھلے جسم کے دراز قامت، وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ تھے، رنگت سفید گوری تھی، داڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ علالت ونقاہت سے حجرہ میں لیٹے ہوئے تھے۔

وصال پُر ملال:

۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ/۴ر اپریل ۱۹۶۹ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کے فوراً بعد آپ نے وصال فرمایا۔ وقت وصال آپ کی عمر ۹۲ برس کی تھی۔ آپ کی نماز جنازہ تین بار ادا کی گئی۔ پہلی نماز جنازہ صدر المشائخ پیر فضل عثمان مجددی کابلی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔[4]

ازدواجی زندگی اور اولادِ امجاد:

پیر سیّد چراغ علی شاہ نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ پہلی زوجہ سے ایک بیٹی ہوئی جو کم سنی میں فوت ہوگئی ـــــ دوسری زوجہ کے بطن سے چھ صاحبزادے اور ایک

[1] نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

[2] تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

[3] نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

[4] نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

صاحبزادی پیدا ہوئیں:

- سیّد خادم حسین شاہ
- سیّد نور حسین شاہ
- سیّد مسعود حسین شاہ
- سیّد فضل حسین شاہ
- سیّد محمود حسین شاہ
- حافظ سیّد گلزار حسین شاہ
- صاحبزادی سیّدہ غلام فاطمہ

تیسری زوجہ سے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں:

- سیّد مقبول حسین شاہ
- سیّد محمد یعقوب حسین شاہ
- سیّد امداد حسین شاہ
- سیّد منور حسین شاہ
- حافظ سیّد محمد ارشاد حسین شاہ
- سیّد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ
- سیّدہ فیض رسول
- سیّدہ بنت رسول
- سیّدہ صغراں بی بی
- سیّدہ اعجاز بتول

مدارج سلوک کی تکمیل:

آپ اپنے پیر و مرشد کی خصوصی توجہ سے منازلِ سلوک بخوبی طے کرتے رہے۔ مرشد کریم کے وصال سے قریباً ایک سال قبل ان کی زیارت کے لیے علی پور شریف حاضر ہوئے۔ ان دنوں حضرت لاثانی پر ایک عجب کیفیت طاری تھی۔ نماز ظہر کے بعد شرفِ باریابی ہوا۔ سرکار لاثانی چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ آپ ان کے قریب زمین پر مراقب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مرشد کریم نے بکمال محبت فرمایا:

''شاہ صاحب پہلے کیوں نہ آگئے، چلو خیر ہے''۔

معاً مرشد کریم کے وجود سے نورانی شعاعوں کا ایک فوارہ پھوٹا۔ نور کے اس ہالہ نے آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مرشد کریم نے مرید باصفا کو اسرار و رموزِ خصوصی ودیعت کرتے ہوئے فرمایا:

''امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف سے جو روحانی امانت

سلسلہ درسلسلہ مجھ تک پہنچی تھی میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے۔ اب تم قطب مدار کے مقام پر فائز ہو"۔

آپ جونہی قطب مدار کے مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے آپ کا فیض ہمہ گیر ہو گیا۔ معاصرین نے بھی آپ سے حاضر وغائب دونوں صورتوں میں استفاضہ کیا اور راہ سلوک میں مہربانیاں پائیں۔

آپ سُنت نبوی ﷺ کا غایت درجہ اتباع فرماتے۔ زندگی کے تمام امور میں سُنت کی متابعت کرتے، سادگی پسند تھے۔

حج کی سعادت:

آپ کو دو بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلی بار ۱۹۴۴ء میں، دوسری بار ۱۹۵۲ء میں۔ دونوں مرتبہ حج اکبر کی سعادت میسر آئی۔

خلفاءِ کرام:

آپ نے بے شمار لوگوں کی روحانی تربیت فرمائی۔ آپ کے خلفاء میں صاحبزادہ حافظ سیّد ارشاد حسین شاہ اور صاحبزادہ سیّد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ کے علاوہ درج ذیل مشہور حضرات کے اسمائے گرامی شامل ہیں:

- ——شیخ الحدیث سیّد محمد شاہسوار علی شاہ، (ناظم اعلیٰ جامعہ چراغیہ، گوجرہ)
- ——مولانا غلام نبی، (گوجرہ)
- ——صوفی عبدالکریم، (گوجرہ)
- ——غازی عطا محمد
- ——حاجی غلام حیدر، (موضع گنہ گوجرہ)
- ——صوفی جلال دین، (موضع کالا ضلع فیصل آباد)
- ——میاں فضل دین (بھوگن، ضلع فیصل آباد)
- ——صوفی رحمت اللہ (نمبردار چک مہرہ، ضلع فیصل آباد)

- —— بابا رمضان دین، (موضع گھڑتل کلامی، ضلع فیصل آباد)
- —— مولوی عبدالعزیز، (موضع گھڑتل، ضلع فیصل آباد)
- —— صوفی محمد اسمٰعیل عرف مجنوں، (رائے چک، ضلع فیصل آباد)
- —— حاجی مہر دین، (سمندری، ضلع فیصل آباد)
- —— میاں محمد غوث، (چک نواباں والا، ضلع فیصل آباد)
- —— حاجی حسن دین، (ڈجکوٹ، ضلع فیصل آباد)
- —— صوفی غلام علی (ڈجکوٹ، ضلع فیصل آباد)
- —— حافظ نور محمد، (موضع مرید والا، ضلع فیصل آباد)
- —— چوہدری علی اکبر، (ضلع فیصل آباد)
- —— حکیم محمد دین، (فیصل آباد)
- —— حکیم حاجی فضل دین، (کانواں والی، ضلع شیخوپورہ)
- —— صوفی عبداللطیف (موضع کٹیاں والی، ضلع شیخوپورہ)
- —— مولوی خیر دین (موضع کٹیاں والی، ضلع شیخوپورہ)
- —— مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عنایت اللہ، (سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ)
- —— صوفی عبدالکریم، (موضع بھٹیاں، ضلع شیخوپورہ)
- —— صاحبزادہ سیّد عاشق حسین شاہ سرہندی، (بھلیر شریف' شیخوپورہ)
- —— حافظ محمد صدیق، (بہاولپور)
- —— حاجی خیر دین (موضع زنڈا بہاولپور)
- —— حافظ محمد سلیمان، (کوٹ سابہ، ضلع رحیم یار خان)
- —— صوفی دین محمد انصاری، (چشتیاں، ضلع رحیم یار خان)
- —— چوہدری فخر دین (ضلع سیالکوٹ)
- —— حکیم عنایت اللہ، (ظفروال، ضلع سیالکوٹ)

- ——مستری غلام رسول (ضلع سیالکوٹ)[1]
- ——شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد جلال الدین شاہ، (بھکھی شریف، ضلع گجرات)
- ——شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی، (گجرات)
- ——صوفی غلام محمد، (موضع سنگو وال، ضلع ہوشیار پور)
- ——ملک عظمت علی، (موضع سنگو وال، ضلع ہوشیار پور)
- ——صوفی جمال دین، (موضع ولہ وہرکا)
- ——چوہدری غلام علی (ملتان)
- ——ملک محمد مشتاق احمد، (ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ)
- ——خان غلام محمد، (کالا افغاناں)
- ——صوفی محمد اشرف
- ——سائیں صادق علی، (موضع کوڑے والٹن لاہور)

آپ کا مزار مبارک پیر کالونی والٹن لاہور کینٹ میں برلب سڑک مرجع خلائق ہے۔اس پر شاندار گنبد تعمیر کیا گیا ہے[1]

---

[1] ۔ نجم الہدیٰ (ملخصاً)

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی

(اچھرہ)

ولادت باسعادت:

سنیوں کے مایہ ناز عالم دین، مناظر اور عوامی خطیب مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ بمقام شیرو کا ہنہ نزد قصور، ضلع لاہور میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا کے والد مولوی محمد امین بن عبدالمالک قریشی حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے خاندان میں سے تھے۔۔۔۔ قرآنِ پاک والد مکرم سے پڑھا۔۔۔۔ فارسی کتابیں مولانا صلاح الدین موضع چانوٹ (پاک پتن سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے) سے پڑھیں۔۔۔۔ صرف ونحو اور اصول، موضع لکھو کے فیروز پور میں مولانا محمد حسین اور عطاء اللہ لکھوڑی سے پڑھیں۔۔۔۔ منطق و معقولات قصور کے مدرسہ فریدیہ میں پڑھی اور پھر بعض کتابیں مولانا محمد عالم سنبھلی سے مدرسہ حمیدیہ نیلا گنبد، لاہور سے پڑھتے رہے۔۔۔۔ کتب حدیث کے لیے آپ دہلی کے مدرسہ رحمانیہ میں داخل ہوئے۔ مولوی محمد عبداللہ امرتسری ثم روپڑی (وہابی) سے سند حاصل کی۔ مکرراً مولانا احمد علی میرٹھی سے (جو محدث احمد علی سہارن پوری کے شاگرد تھے،) صحاح ستہ کا مطالعہ کیا۔ آپ ۱۹۱۸ء میں فارغ التحصیل ہو کر قصور آئے۔

عوام کے محبوب خطیب:

آپ نے ٹھیٹھ پنجابی زبان میں تقریر کا آغاز کیا۔ قرآنِ پاک خاص سادہ انداز

میں پڑھتے اور مناظرانہ انداز بیان سے دیہاتی عوام کے محبوب واعظ بن گئے۔

مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پنجابی تقاریر سے نہ صرف اہلِ لاہور کو متاثر کیا بلکہ دوسرے شہروں سے جوق در جوق نمازی آتے اور آپ کی تقاریر سنتے۔ مولانا پنجابی کے قادر الکلام خطیب تھے۔ وہ نہ صرف پنجابی کے مخصوص الفاظ استعمال کرتے بلکہ بعض اوقات الفاظ گھڑتے۔ مجھے جب کبھی مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اور مولانا محمد شریف نوری مرحوم کے ساتھ ''دارالمقیاس'' میں آپ کی ذاتی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملتا تو پنجابی کے بے تکلف جملے سن کر ہم لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ مولانا محمد بخش مسلم مرحوم کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا مگر مولانا عمر اچھروی مرحوم کے محاورے سنتے تو نہ صرف عش عش کر اٹھتے بلکہ کئی بار رقص کرنے لگتے۔[1]

بے مثال و باکمال مناظر:

وہابی دیوبندی آپ سے ٹکر لیتے مگر منہ کی کھا کر میدانِ مناظرہ سے بھاگ جاتے۔ آپ ۱۹۳۴ء میں لاہور قیام پذیر ہوئے تو آپ کی شہرت پنجاب میں پھیل گئی۔ آپ کے موضوعات دیوبندی، وہابی، شیعہ اور مرزائی عقائد پر برق بار تنقید تھے۔ اس فن میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ معاندین کی کتابوں کے حوالے آپ کو ازبر تھے، اور نادر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ آپ کے پاس رہتا۔ آپ بڑی جرأت سے میدان مناظرہ میں پہنچتے اور مخالف فریق کو للکارتے۔[2]

مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ ایک مناظر کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ ان کے سامنے شیعہ، وہابی اور دیوبندی مناظرہ باز آتے تو خفت اٹھا کر بھاگ جاتے۔ ٹھیٹھ پنجابی میں تقریر کرتے تو دلوں کو موہ لیتے۔ دوران تقریر اپنے خاص انداز میں قرآن پڑھتے تو سامعین جھوم جھوم جاتے۔ ابھی پاکستان میں ایسے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جو اپنے ضروری کاموں کے لیے گھر سے نکلے اور مولانا اچھروی کی زبان سے قرآن سن کر اپنے

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مجالس علماء، ص ۳۱۳، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

[2] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلِ سنت و جماعت لاہور، ص ۳۸۶/۳۸۷

ضروری کام بھول گئے۔ وہ دورانِ تقریر مناظرانہ نکتے بیان کرتے تو سامعین عش عش کر اٹھتے۔

مولانا محمد عمر جس مجمع میں تقریر کرتے کئی کئی گھنٹے لوگوں کو ہلنے نہ دیتے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی کہ مولانا اچھروی تقریر کرتے جائیں اور وہ سنتے جائیں۔[1]

اہلِ حدیث کے دارالعلوم سے سندِ فضیلت پائی مگر اعتقادی طور پر بڑے پختہ ذہن کے آدمی تھے۔ وہ محنت شعار اور شب بیدار عالم دین تھے۔ فن مناظرہ میں بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔ طبیعت کے ٹھنڈے، اصول کے پکے، للکار میں شیر، مخالف پر مناظرہ وار کرنے میں دلیر اور مخالف کا وار سہنے میں بڑا جگرا رکھتے تھے۔ وہابیوں کے صف اول کے مناظر ان کی زد میں ہوتے۔ مولوی عبداللہ روپڑی لاہور، مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی، شیعہ مجتہدین اور دوسرے عقیدوں کے بڑے بڑے مولوی ان کے سامنے ٹھہر نہ سکتے تھے۔ جہاں کوئی بدعقیدہ مولوی سر اٹھاتا تو آپ وہاں کے لوگوں کی دعوت پر خم ٹھونک کر جا پہنچتے تھے، اور مناظرانہ انداز میں انہیں للکارتے۔[2]

اولاد امجاد:

آپ بڑے جری، بہادر اور فاضل مناظر تھے۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے:

- ——مولانا عبدالوہاب صدیقی مبلغ انگلینڈ،
- ——مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب،
- ——مولانا سلطان باہو،
- ——مولانا فقیر محمد اور
- ——محمد ظفر آپ کے علمی جانشین ہیں۔

سٹیج پر بیٹھے ہوئے ایک مخالف شیعہ عالم مناظر نے آپ کو دبانے کے لیے لاؤڈ سپیکر پر پوچھا: ''عمر! سُنی اور سؤر میں کیا فرق ہے؟'' —— نہایت ٹھنڈے انداز میں اپنی

[1] مجالس علماء، ص ۳۱۴

[2] مجالس علماء، ص ۲۰۱

طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے: ''یہ سنی ہے'' اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''وہ سؤر بیٹھا ہوا ہے' فرق اور فاصلہ خود ناپ لو''۔

ایک مناظرہ کے دوران ایک شیعہ مناظر نے بھرے پرے مجمع میں مولانا اچھروی سے سوال کیا: ''مولانا! مرغ سُنی ہوتا ہے یا شیعہ؟'' —— آپ نے فرمایا:

''ٹوکرے کے نیچے ہو تو سُنی، ٹوکرے سے باہر آ جائے تو مرغیوں کے جمگھٹے میں شیعہ بن جاتا ہے اور متعہ کرتا چلا جاتا ہے''۔[1]

بیعت کی سعادت:

آپ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آپ کی دعا سے ہر میدان میں فتح یاب ہوتے۔

بے باک مردِ حق تھا، مجاہد دلیر تھا وہ شرقپور کے شیر محمد کا شیر تھا

آپ نے ۱۵۰ مناظرے جیتے اور اپنے عقائد کی فتح کے سکے بٹھا دیئے۔ اچھرہ لاہور میں دار المقیاس تعمیر کیا۔

تصنیف و تالیف:

آپ کی تصانیف میں سے

- —— ''مقیاس حنفیت''
- —— ''مقیاس مناظرہ''
- —— ''مقیاس خلافت''
- —— ''مقیاس نور''
- —— ''مقیاس الصلوٰۃ'' کے کئی ایڈیشن چھپے
- —— ''مقیاس وہابیت'' آپ کی وفات کے بعد چھپی۔ ''مقیاس توحید''
- —— ''مقیاس میلاد''

---

[1] مجالس علماء، ص ۲۰۳

- ——"مقیاس حیات"
- ——"مقیاس اسلام" ابھی تک مسودات کی شکل میں ہیں——

رسالے کا اجراء:

آپ نے ماہنامہ "المقیاس" جاری کیا۔ جمعیۃ المسلمین قائم کی۔ المقیاس پریس لگایا۔

مسجد دربار داتا گنج بخش میں خطابت:

وہ جب تک جامع مسجد داتا گنج بخش، لاہور میں اعزازی خطیب رہے تو لوگ دوسرے شہروں سے کشاں کشاں چلے آتے اور ان کی تقریر سنتے۔[1]

حضرت داتا گنج بخش کی مسجد میں سولہ سال تک خطابت فرمائی اور اپنے خطاب سے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے سُنی عوام کو زندہ کر دیا۔

وصال پُر ملال:

آپ ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۱ء ۹ر ذیقعد ۱۳۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ مدفن اچھرہ، لاہور میں ہے۔[2]

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہلِ سُنت و جماعت لاہور، ص ۳۸۶/ ۳۸۷

[2] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہلِ سُنت و جماعت لاہور، ص ۳۸۶/ ۳۸۷

سیّد محرم علی نقشبندی لاہوری

آپ اعظم اولیائے ہند سے گزرے ہیں۔ پابند سنت، صاحبِ ذوق وشوق، قطب وقت، شیخ عہد گزرے ہیں۔ کمالات آپ کے ظاہر ہیں کہ حضرت مولانا فخرالدین دہلوی نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کے فقر و کمال کی تعریف کی۔ سن وفات نہیں ملا۔[1]

---

[1] محمد اختر دہلوی، مرزا: تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند، مطبوعہ لاہور

پیر سائیں محمد صادق نقشبندی لاہوری

(لبِ نہر پھاٹک نمبر ۷، مغل پورہ)

آپ لاہور کے معروف مجذوب تھے' جو پھاٹک نمبر ۷ مغل پورہ کے پاس رونق افروز تھے، اور وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ "الف ثانی" پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کیونکہ بالعموم امام ربانی شیخ احمد سرہندی قیوم زمانی قدس سرہٗ العزیز کو مجدد الف ثانی لکھا پڑھا اور کہا جاتا ہے۔ پھر یہ دوسرے "الف ثانی" چہ معنی؟ —— آپ صادق الطلب اور سیف اللسان تھے، جو بات کہتے پوری ہو جاتی۔ نہایت دبدبے والے صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کے والدِ ماجد مولوی عبدالواحد گاؤں کی مسجد کے امام تھے۔ دادا مولانا عبدالصمد اور پردادا حافظ نجیب اللہ تھے' جو تبحر عالم اور متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ درس و تدریس آپ کا پیشہ تھا۔ کئی ایک جنات بھی آپ کے شاگرد تھے —— پیر محمد صادق کے خاندان کے مزارات حضرت غازی بابا کے دربار کے نزدیک ہیں —— آپ کے آباؤ اجداد کا موضع بوگڑہ' مانسہرہ کے پہاڑی علاقہ میں دور دور تک کا رقبہ ملکیت ہے۔

ولادت باسعادت:

حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی لاہوری رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء کو موضع بوگڑہ منگ ڈڈر ہسپتال تحصیل مانسہرہ، ضلع ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ قریشی ہاشمی

خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

والدہ ماجدہ:

آپ کی والدہ کا نام ملک جانہ تھا۔ پیر محمد صادق ابھی سن بلوغت کو پہنچے تھے کہ آپ کے والدِ ماجد انتقال کر گئے —— اس کے بعد آپ کی والدہ کوٹلی بالا تحصیل مانسہرہ میں آباد ہو گئیں۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی ——

لاہور تشریف آوری:

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی ۱۹۲۸ء میں بعمر چودہ سال مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے اور باغبان پورہ کے علاقہ محلہ شاہ بخاری میں اقامت گزیں ہوئے۔

دیگر تعلیم:

محلہ شاہ بخاری کی مسجد اللہ دین میں حافظ نابینا صاحب سے قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع کیا اور بعض درسی کتابیں مثلاً گلستان، بوستان، قدوری، ہدایہ شریف وغیرہ مدرسہ حضرت سیّد دیدار علی شاہ اندرون دہلی دروازہ میں پڑھیں۔

اس زمانہ میں آپ لاہور کے مختلف مقامات میں پھرتے رہے۔ مدینۃ الاولیاء لاہور میں آپ کا قیام تین چار سال رہا۔

سیر و سیاحت:

آپ کی طبیعت میں شروع ہی سے سیر و سیاحت کا جذبہ تھا۔ اس لیے آپ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ ہندوستان کی سیر و سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اس زمانے میں آپ پر مجذوبیت کا جذبہ غالب تھا۔ اسی غلبہ کے تحت آپ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچے۔ لاہور سے بمبئی، پونا، ترچنا پلی، پھر دہلی سے کلکتہ پہنچے۔ بے شمار اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے مزاراتِ عالیہ پر حاضری دی۔ دور دراز پہاڑوں میں مجاہدات

اور ریاضات کیے۔ اسی حالت میں کئی سال بسر کیے۔ کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے تھے۔

اس سے پہلے سفر ہندوستان میں امرتسر میں شریف پورہ کی گول مسجد میں رہے۔ اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان سیّد معین الدین اجمیری چشتی علیہ الرحمہ کے مزار پر سات سال قیام فرمایا اور چلّہ کاٹا۔ پونا میں چار سال رہے۔ یہاں آپ کے نام کی مسجد بھی موجود ہے۔ بمبئی میں دو سال قیام پذیر رہے۔ یہ سفر ۱۹۴۱ء تک محیط ہے۔

آپ نے ۱۹۸۱ء میں ہندوستان کا دوسرا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں دہلی، اجمیر شریف، مظفر گڑھ، سہارن پور اور امرتسر تشریف لے گئے۔

پاکستان میں آپ نے کراچی، حیدرآباد سندھ، سکھر، سیہون شریف، پاکپتن شریف، شورکوٹ، گجرات، وزیرآباد، نور پور شاہاں، چواء سیّدن شاہ، سیالکوٹ، ملتان، کوئٹہ، لواری شریف، قصور اور چھانگا مانگا کا سفر کیا۔ ان شہروں میں موجود معروف مزارات پر حاضری دی۔

بیعت کی سعادت:

ہندوستان سے واپسی کے بعد آپ لاہور آ گئے۔ مرشد کی تلاش میں علی پور سیّداں حضرت پیر حافظ جماعت علی شاہ نقشبندی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تین دن وہاں قیام کیا اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''تمہارا حصہ سیالکوٹ میں حضرت پیر حیات محمد نقشبندی کے پاس ہے، وہاں چلے جاؤ''۔

چنانچہ آپ نے سیالکوٹ جا کر ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی —— پھر آپ لاہور لوٹ آئے۔ لاہور کی مختلف آبادیوں میں قیام فرمایا۔ ہنجروال قیام کے دوران آپ نے وہاں ایک مسجد کی تعمیر شروع کروائی۔ کچھ دن باغبانپورہ اور سنگھ پورہ میں گزارے۔

دورِ مجذوبیت:

۱۹۴۸ء تا ۱۹۷۸ء آپ پر مجذوبیت کا دور ہے۔ اس دوران آپ لاہور کی مختلف آبادیوں میں قیام فرمار ہے۔ باغبان پورہ، سنگھ پورہ، ہنجروال وغیرہ آبادیوں میں پھرتے رہے۔ پھر مقبرہ نواب بہادر خان نزد ریلوے پھاٹک نمبرے مغل پورہ قیام کیا۔ اس وقت جذب وسکر کا غلبہ تھا۔ تقریباً تیس سال آپ نے اسی حالت میں گزارے۔ سردی گرمی سے بے نیاز رہے۔ سخت سردی میں بھی ایک تہہ بند میں پڑے رہتے اور نہر میں گھنٹوں پڑے رہتے۔ گرمیوں میں چودہ چودہ گرم کوٹ زیب تن کیے رہتے اور کبھی کبھی کئی دن گدڑی کمبل میں پڑے رہتے۔

آپ مقبرہ نواب بہادر خان میں کئی سال ریاضات ومجاہدات میں مشغول رہے۔ اس مقبرہ کی سب سے اونچی سطح پر رہتے تھے۔ ازاں بعد سڑک کے کنارے نہر کے پاس شہتوت کے درخت تلے آ گئے۔ وہاں سے ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک بھارت کے بعد نہر کی دوسری جانب شیشم کے درخت تلے آ گئے اور ایک معمولی سا کچا پکا کمرہ بنوا کر تاوصال وہیں قیام فرمار ہے۔

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی مجددی لاہوری نوراللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حالت مجذوبیت میں بسر کیا۔ ان پر سکر و جذب کی حالت طاری رہی لیکن آخری ایام میں آپ عالم صحو میں آ گئے۔ باقاعدگی سے سُنت محمدیہ ﷺ کے عامل ہو گئے اور تاوفات اسی منزل پر فائز رہے۔ رُشد و ہدایت سے لوگوں کے قلوب کو مسخر اور منور کیا اور یہ ثابت کیا کہ اس سلسلہ کی خدمات بے پناہ ہیں۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار انند
که برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

وصال:

۳۰ رمئی ۱۹۸۴ء کی صبح ڈاک خانہ مغل پورہ کے قریب موٹر سائیکل کے حادثہ میں

شدید زخمی ہو گئے۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ/۱۰ جون ۱۹۸۴ء بروز اتوار سحری کے وقت وصال فرما گئے۔

عجب اتفاق یہ ہوا کہ ۱۰ رمضان المبارک، ۱۰ جون، وارڈ نمبر ۱۰ اور چارپائی نمبر ۱۰ اٹھی۔ نماز جنازہ علامہ احمد حسن نوری (خطیب جامع مسجد فاروقیہ، ریلوے کالونی نزد ڈاک خانہ مغل پورہ) نے پڑھائی۔ تقریباً دس ہزار افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کا مزار نہر اپر باری دوآب اور ریلوے لائن کے درمیان برلب سڑک واقع ہے۔ مزار کے متصل آپ کے نام سے منسوب جامع مسجد پیر محمد صادق نقشبندی تعمیر کی گئی ہے نیز ایک دینی مدرسہ دارالعلوم نقشبندیہ بھی جاری ہے۔

آپ کے مرید بے شمار تھے مگر کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ آپ فرمایا کرتے:

''میں یہ دعویٰ پسند نہیں کرتا کہ میرے لاکھوں مرید ہوں بلکہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے مریدوں میں سے کوئی بھی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو''۔[۱]

۱؎ محمد دین کلیم قادری، مورخ لاہور: تذکرہ حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی لاہوری، مطبوعہ لاہور جون ۱۹۸۷ء

مناظر اسلام صوفی محمد اللہ دتہ

(وسن پورہ)

عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر ہو وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو وہ مناظر نہیں ہوا کرتا کیونکہ ان دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے لیکن پروردگار عالم نے حضرت صوفی محمد اللہ دتہ میں ان دونوں خوبیوں کو جمع کر دیا۔ آپ جہاں فطری طور پر مناظر اسلام تھے وہاں طبعاً صوفی باصفا بھی تھے ــــ

صوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ اپنے خداداد علم کے مطابق عمل کرتے اور ان کا ہر عمل محض رضائے الٰہی کے لیے ہوتا تھا۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کا نادر نمونہ اور سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے...... حق و صداقت کو بیان کرنے سے کوئی خطرہ انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ اس سلسلے میں غیروں کی مخالفت تو رہی ایک طرف وہ اپنوں کی ناراضگی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ محترم صوفی صاحب کی تقریر ہو یا تحریر وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے تھی۔[1]

خاندانی پس منظر:

حضرت مولانا صوفی محمد اللہ دتا (رحمۃ اللہ علیہ) نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی، مشرباً نقشبندی

---

[1] محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: پیش لفظ "تذکرہ عاشق رسول" مرتبہ شہزاد احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

مجددی، مولد لدھیانوی تھے۔ آپ کے والدِ ماجد میاں مہر الدین ہندوستان کے مشہور شہر لدھیانہ محلہ چھاؤنی کے خوشحال اور متوسط ارائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۳۴۹ھ/۱۹۲۹ء میں لدھیانہ محلہ چھاؤنی میں ہوئی۔

حصولِ تعلیم:

میٹرک تک تعلیم آریہ ہائی سکول لدھیانہ میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے حصول کے لیے اپنے شیخ طریقت کے حکم سے حضرت مولانا مہر محمد خاں ہمدم صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں چھانگا مانگا حاضر ہوئے۔ مولانا ہمدم سے ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔ بعدازاں دینی علوم کی تکمیل کے لیے جامعہ نعیمیہ، لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ کو وقت کے خلیق و شفیق اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع ملا۔ ان میں:

- ——فقیہہ عصر مفتی محمد اعجاز ولی خاں قادری،
- ——علامہ قاضی محمد عبد النبی کوکب،
- ——استاذ القراء قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور
- ——مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

فنِ مناظرہ کی تربیت:

فن مناظرہ کی تعلیم صوفی صاحب نے پاک و ہند کے مشہور عالم دین اور شہرۂ آفاق مناظر حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ صوفی صاحب کو استاد مکرم کے معتمد علیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ صوفی صاحب کے علاوہ حاجی محمد یوسف نگینہ کے سوا کسی کو مولانا اچھروی کے کتب خانے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

آغاز خطابت:

دینی علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد استاد گرامی مفتی محمد حسین نعیمی کے حکم سے آپ نے خطابت کا آغاز جامع مسجد حنفیہ غوثیہ آر۔اے بازار سے کیا۔ پھر کچھ عرصہ

جامع مسجد مزنگ بازار میں بھی خطابت فرمائی۔

۱۹۵۸ء میں جامع مسجد حنفیہ وسن پورہ، لاہور میں تشریف لے آئے۔ ۔دمِ گ اسی مسجد میں امام و خطیب رہے۔ صوفی صاحب تقریباً ۲۸ برس تک وسن پورہ ۔ ۔ ُشد و ہدایت کا سرچشمہ بنے رہے۔

آپ کی خدمات نے جو اثرات چھوڑے وہ ایک کرامت سے ؍ نہیں۔ آپ نے ہزاروں طالبانِ علم و یقین کی ایمانی و عملی اصلاح فرمائی۔ جہالت، بدعقیدگی، لادینیت اور بے راہ روی کی پستی میں گرے ہوئے بے شمار انسانوں کو سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ وا ۔م کا شیدائی بنایا۔ خوش نما پردوں میں چھپے ہوئے دینی راہزنوں اور فتنوں کی نشاندہی، ان ۔ اعتقادی و عملی خرابیاں اور ان کے موذی اثرات سے بچاو آپ کی تعلیما ت کے خاص موضوعات تھے۔ آپ کا سارا زورِ بیان اولاً عقائد کی درستگی پر تھا۔ اعمال کی درتی کی حیثیت ثانوی تھی۔

معاشی مشاغل:

آپ کے والد گرامی کا پیشہ چونکہ تجارت تھا اس لیے تعلیم کے ۔ ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ علاوہ ازیں کچھ عرصہ محکمہ ٹیلیفون میں ملازم رہے۔

ہجرت کے بعد قلعہ دیدار سنگھ کے قریب والد محترم کے ساتھ کاشتکاری کرتے رہے۔

پاکستان ہجرت:

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان پر اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ قصبہ قلعہ دیدار سنگھ، ضلع گوجرانوالہ کے قریب موضع ڈیوڑھی وڑائچ میں سکونت اختیار فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد ضلع شیخوپورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

میلانِ طبع:

بچپن ہی سے خاموش طبع اور متین تھے، اولیائے کرام سے خصوصی لگاؤ او ر محبت

کے باعث دہلی، متھرا، سرہند شریف واجمیر شریف پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

ضلع شیخوپورہ میں شہر کے مشہور خطیب اور جید عالم دین مفتی عبدالمجید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب نے نگاہِ ولایت سے آپ کے میلانِ طبع کے باعث اپنے پاس رکھ لیا۔ یہیں آپ کو حاجی محمد اکبر صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

بیعت وارادت:

حاجی محمد اکبر صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ عرصۂ دراز تک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ سرہند شریف کے کلید بردار رہے تھے۔ مفتی عبدالمجید صاحب کے ہاں جب حاجی صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو صوفی صاحب کی قلبی کیفیات یکسر بدل گئیں۔ صوفی صاحب نے دیکھتے ہی دیکھتے شیخ طریقت کا لباس واطوار اختیار کر کے ''صوفی'' کا لقب پایا۔

ایک شام مفتی صاحب نے حاجی صاحب کے حضور میں صوفی صاحب کو بیعت کرنے کی سفارش کی۔ حاجی صاحب نے فرمایا: ''بیعت کیا ہے تو ایسی حالت ہے''۔

پیرومرشد حاجی محمد اکبر صاحب کی خدمت میں مسلسل ساڑھے تین سال رہے۔

شیخ طریقت کا آستانہ عالیہ ہنجروال نزد چھانگا مانگا ہے۔

درسِ قرآن:

صوفی صاحب جامع مسجد حنفیہ وسن پورہ میں روزانہ فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ چھبیس سال تک کے درسِ قرآن کو عقیدت مندوں نے آٹھ سو کیسٹوں میں محفوظ کیا۔

وفات:

گردوں کے دیرینہ عارضے کے باعث ضعف کا غلبہ ہو چکا تھا۔ ۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ ۱۵ / جون ۱۹۸۵ء شب گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے واصلِ بحق ہو گئے۔ آپ کی عمر ۵۶ برس تھی۔ جنازے میں ایک جم غفیر تھا۔

آپ کی تدفین جامع مسجد حنفیہ المعروف صوفی صاحب والی مسجد وسن پورہ، لاہور کے صحن سے متصل جگہ پر ہوئی۔ احقر راقم السطور نے آپ کے مزار پر انوار کی زیارت کی ہے۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی عالم شیر خواری میں انتقال کر گئے۔ بڑے صاحبزادے محمد اکبر مدرسہ عالیہ بھکھی شریف ضلع گجرات سے فارغ التحصیل ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے محمد عمر زیر تعلیم ہیں۔

رشتہ قرطاس وقلم:

دائمی مریض رہنے کے باوجود آپ نے متعدد تحقیقی کتابیں لکھیں۔

۱۳۱۵ھ/۱۹۷۵ء میں بغرض ترویج واشاعت ''ادارہ اشاعت العلوم'' قائم فرمایا۔

آثارِ علمیہ:

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار	عنوان
(۱)	الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام	(۱۱)	اسلام کے بدترین دشمن
(۲)	تنویر الخواطر بتحقیق الخاطر والناظر	(۱۲)	حدیث مجدد اور مودودی صاحب
(۳)	تحصین الخواطر	(۱۳)	سوادِ اعظم اور ابنِ سبیل کی
(۴)	بھیڑ نما بھیڑیے	(۱۴)	علمائے اہلِ سُنت کی نظر میں یزید
(۵)	امتِ وہابیہ کی بدحواسی	(۱۵)	مروّجہ حسنات
(۶)	دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ	(۱۶)	کاشف کید الثعلب فی ایمان ابی طالب
(۷)	دینِ اسلام کے خدوخال	(۱۷)	الرد علی الغبی فی ظہور الامام المہدی
(۸)	کتاب الولایت	(۱۸)	رفع الاشتباہ عن قول نظام الدین اولیاء
(۹)	تنبیہہ الانبیاء فی کمالات اولیاء	(۱۹)	ایقاظ الافہام

(۱۰)	نبی الانبیاء چودھویں صدی کے ایک سیاسی لیڈر کی نظر میں	(۲۰)	القول السدید فی بس الصفر والرصاص و الحدید

اشتہارات

(۱)	اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ و صلاۃ و سلام مسنون ومشروع ہے	(۲)	وہابیانِ پاکستان اور فتاویٰ عالمگیری
(۳)	ابن عبدالوہاب کی تمام ذریت کو چیلنج	(۴)	پاکستان کی سربراہی کا خواب دیکھنے والے انسانو!
(۵)	ملک وملت کے دشمن گستاخ وہابیو! تمہارا چیلنج ہمیں قبول ہے!		

شہزاد احمد: تذکرہ عاشق رسول مطبوعہ لاہور [illegible]

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی

(بیرون بھاٹی دروازہ)

ولادت باسعادت:

آپ میاں صوفی فتح محمد کے ہاں ۱۹۳۳ء میں بمقام چھپاں قبراں یا برہیری مضافات نوشہرہ (مقبوضہ کشمیر) ضلع میر پور میں پیدا ہوئے۔

پُر آشوب بچپن:

چار سال کی عمر میں والدِ ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد صاحب کی وفات کے ساتھ ہی حالات بڑے پُر آشوب ہو گئے جو ۱۹۴۷ء تک طوالت اختیار کر گئے۔ اس بنا پر آپ نے اپنے برادر کلاں مولوی محمد عبداللہ (فاضل دیوبند) کی انتھک کوشش سے زلیخا تک فارسی نظم اور سکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی۔

پاکستان کو ہجرت:

اوائل ۱۹۴۸ء میں آپ پاکستان میں ہجرت کر آئے۔ یہاں خانہ بدوشی کی سی کیفیت میں دس گیارہ ماہ گزرے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا تعلق ایک علمی اور دینی خاندان سے ہے۔ والد مرحوم فارسی نظم پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ ضروری شرعی احکام و مسائل سے بھی پوری طرح آگاہ تھے اور صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متشرع بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے چھ بھائی بھی اسی طرح نیک اور پارسا حضرات تھے۔

آپ کے نانا مولانا الحاج نظام الدین علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم، اسلام کے بے لوث مبلّغ اور عارف کامل جناب قاضی صاحب اعوان شریف قدس سرہٗ اور مرشدِ برحق حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ سے فیض یافتہ بزرگ تھے۔

دینی تعلیم کا آغاز:

پاکستان آنے کے بعد خاندانی پس منظر کے پیش نظر کچھ اعزہ واقارب نے آپ کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرانے کا پروگرام طے کیا۔ اس کا علم ہونے پر لاأبالی طبیعت کے باعث آپ گھر سے چلے گئے۔ خدا کی شان کہ گھر سے نکل کر آپ رات کو جہاں جا کر ٹھہرے وہ دارالعلوم محمدیہ رضویہ، بھکھی (ضلع گجرات) تھا۔ مقلّب القلوب نے دوسرا کرشمہ یہ دکھایا کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دل کی کیفیت بدل گئی، دل کو شوق نے گھیر لیا۔ بے چینی واضطراب کی بجائے تسکین اور اطمینانِ قلب نصیب ہوگیا۔ نحو میر وغیرہ کی ابتدائی کتب سے اگلے دن تعلیم کا آغاز کیا۔

شرفِ بیعت:

دو تین ماہ بعد ۱۹۴۹ء میں بانی ومہتمم جامعہ ہذا استاذ گرامی جناب علامہ سیّد جلال الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ایماء وترغیب سے حضرت سیّد نور الحسن بخاری گیلانی صاحب (خلیفہ مجاز قطب زمان حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ) سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ مرشد کریم نے خصوصی توجہ سے نوازا۔

دیگر مدارس سے تعلیم:

بھکھی شریف میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور، فیصل آباد، منڈی ہارون آباد، بورے والا سے استفادہ کیا۔ دوبارہ پھر بھکھی شریف آئے۔ ۱۹۵۵ء کے اوائل میں جامعہ نعیمیہ، لاہور سے دورِ حدیث پاک کی سند حاصل کی۔ یہاں سے ہی تیاری کر کے پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

شعبہ تدریس سے وابستگی:

آہستہ آہستہ انہوں نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ طلبہ ان کے ذاتی حلقہ میں بیٹھتے اور کتابیں پڑھتے مگر بعض اوقات با قاعدہ دینی مدارس کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر اپنے علم کے پھولوں کو بکھیرتے۔ انہوں نے حزب الاحناف، جامعہ غوثیہ، جامعہ نعیمیہ اور جامعہ نظامیہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ پھر انہی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

فراغت پر جامعہ نعیمیہ سے تدریس کا آغاز کیا۔ آپ ہدایہ آخرین، جامی اور ملاّ حسن وغیرہ کے مدرّس مقرر ہوئے۔ —— ایک سال بعد حضرت سیّد معصوم شاہ کے ارشاد پر ۱۹۵۶ء میں جامعہ نعمانیہ، لاہور میں مدرّس مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ساڑھے آٹھ سال تدریس فرمائی۔ —— پھر مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات قادری علیہ الرحمہ نے دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں تدریس کے لیے بلا لیا۔ یہ سلسلہ فروری ۱۹۷۰ء تک جاری رہا۔

سلسلہ خطابت:

آپ نے جامع مسجد شاہ محمد غوث، بیرون دہلی دروازہ، لاہور کے ایک حجرے میں رہائش اختیار کی تو لاہور کے علماء کرام کا آنا جانا شروع ہوا —— مولانا محمد سعید نقشبندی مرحوم خود بھی اہلِ علم وفضل سے ملاقاتیں کرتے اور ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرتے۔ وہ ایک محنتی اور متجسس عالم دین تھے جہاں سے علم کی کرن ملتی۔ اپنے سینۂ بے کینہ کو منور کرتے۔
اس دوران ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جامع مسجد حضرت شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ میں خطابت کی خدمات انجام دینے لگے۔ یہاں ذیابیطس کا عارضہ لاحق ہو گیا۔

تصنیف و تالیف:

علالت طبع، امامت وخطابت کی ذمہ داری، شغل تدریس اور گھریلو پریشانیوں کے باوصف ۱۹۶۸ء سے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا چنانچہ مندرجہ ذیل کتب اُردو ترجمہ کیا:

عنوان	زبان	مصنف
ہدایۃ الہدایہ	(عربی)	
منہاج العابدین	(عربی)	امام غزالی علیہ الرحمہ
مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی	(فارسی)	امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
احکام شریعت	(عربی)	امام احمد رضا علیہ الرحمہ
کیمیائے سعادت (۱۹۷۳ء)	(فارسی)	امام غزالی علیہ الرحمہ
اشعۃ اللمعات (۱۹۷۷ء)	(فارسی)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

حج کی سعادت:

۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ شریف و زیارت روضہ رسول اکرم ﷺ کی سعادت حاصل کی۔

مسجد دربار داتا گنج بخش میں امامت و خطابت:

جب محکمہ اوقاف نے مساجد کو اپنی تحویل میں لیا تو وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد کے محراب و منبر کو اپنے خطابات سے آباد کرنے لگے۔ لاہور کی یہ مسجد ایک روحانی اور مرکزی مسجد ہے جہاں سامعین کو دعوت نہیں دینا پڑتی۔ لوگ خود بخود جوق در جوق چلے آتے ہیں۔ صرف ان حضرات کو سنبھالنا ضروری ہوتا ہے۔ مولانا محمد سعید نقشبندی علیہ الرحمہ نے اس مرکز کو مرکز علم و فضل بنا دیا۔ جمعہ کے خطبہ کے علاوہ آپ داتا دربار کی مسجد میں درسِ قرآن دیتے —— عصر کے بعد کشف المحجوب کا درس دیتے ——

درس مکتوبات شریف

پھر نقشبندی اور مجددی عالم دین ہونے کی حیثیت سے میانی شریف میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت طاہر بندگی علیہ الرحمہ کے مزار پر ''مکتوبات مجدد

نت ثانی'' کا درس دیتے، جہاں مجددی حضرات باقاعدگی سے آتے ۔[1]

ستمبر ۱۹۶۸ء میں جامع مسجد امام الاولیاء داتا گنج بخش قدس سرہٗ میں امام و خطیب مقرر ہوئے ۔[2]

... تبلیغی جماعت کا قیام:

آپ کی سرپرستی میں ۱۹۷۰ء میں '' ... تبلیغی جماعت '' کا قیام عمل میں آیا جس کے مختلف پروگراموں میں آپ درس دیا کرتے جس کو چھپوا دیا جاتا ... اپنی سرپرستی میں کئی ادارے قائم فرمائے جن کے لیے اخراجات بھی مہیا فرماتے۔

شادمان کالونی میں ''ادارہ تعلیماتِ مجددیہ'' کی بنیاد رکھی اور اب ... پر قاری امیر عالم صاحب کو انتظامات تفویض فرمائے۔

مدرسہ حنفیہ غوثیہ کی بنیاد:

۱۹۶۶ء میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی۔ موضع ... میں ایک درسگاہ کی کارکردگی کو بہتر بنایا، اسے ... لاہور سے معقول رقم ... فرماتے ـــــ بھمبر، آزاد کشمیر میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ مظفر آباد، آزاد کشمیر میں ایک مدرسہ قائم کیا ـــــ مولانا عبدالرشید صاحب کو بابو صابو، شیراکوٹ میں مدرسہ کی زمین کے لیے پچیس ... روپیہ عنایت فرمایا جس کو شیعہ خریدنا چاہتے تھے ـــــ

جمعیت علماء آزاد کشمیر کا قیام:

آزاد کشمیر میں جمعیت علماء آزاد کشمیر کا قیام آپ کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ آپ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے ـــــ

جماعت احیائے اسلام کی تشکیل:

۱۹۰۰ء میں جامعہ محمدیہ کے علماء و فضلاء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے تصنیف و

۱۔ محمد ... سعیدی، قاری، حضرت علامہ محمد سعید احمد نقشبندی، ماہنامہ انوار لاثانی، نارووال

۲۔ خودنوشتہ مولانا محمد سعید احمد صاحب مشمولہ اشعۃ اللمعات مترجم، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

تالیف، وعظ و تبلیغ اور اعلائے کلمہ حق کے مختلف محاذوں پر تقسیم کار کرنے کے لیے "جماعت احیائے اسلام" تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا جسے بعد میں جمعیت علماء پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔

وصال پُر ملال:

زیادتی کام، تحقیق، گوناگوں صدمات، مسلسل مجاہدات کے باعث شوگر اور دل کے مریض ہو گئے۔ وفات سے آٹھ یوم قبل زیارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں مشرف ہوئے اور بالآخر علم و فضل کا یہ آفتاب ۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء کو مالک حقیقی سے جا ملا۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو جامعہ حنفیہ غوثیہ میں مسجد سے متصل جنوبی طرف سپرد خاک کیا گیا۔ پسماندگان میں تین بچیاں، ایک صاحبزادہ حافظ رؤف احمد نقشبندی اور بیوہ محترمہ شامل ہیں۔[1]

---

[1] محمد رمضان سعیدی، قاری: حضرت علامہ محمد سعید احمد نقشبندی، ماہنامہ انوار لاثانی، تارووال

مولانا محمد احمد قریشی مظہری

(نزد دربار خواجہ طاہر بندگی، میانی صاحب)

خاندانی پس منظر:

آپ کے جد امجد قاضی فیاض احمد صاحب اہلِ دل تھے۔ دہلی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے —— والدِ ماجد نور احمد صاحب تجارت پیشہ تھے، اور دہلی کے مشہور عالم حضرت شاہ کرامت اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت تھے لیکن حضرت قبلہ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہٗ العزیز سے کمال عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دو صاحبزادے:

- بشیر احمد
- محمد احمد

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

ولادت باسعادت:

مولانا محمد احمد قریشی صاحب ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

قرآن کریم کا آغاز حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی صحبت کیمیا اثر میں کیا اور کچھ فارسی کی کتابیں بھی پڑھیں —— بعد ازاں مسلم ہائی سکول مسجد فتح پوری، دہلی میں داخلہ لیا جہاں سے میٹرک کیا۔

سلسلۂ معاش:

[illegible]ء میں سرکاری ملازمت میں آئے، رفتہ رفتہ ترقی کر کے بفضلہٖ تعالیٰ محکمہ

ڈاک و تار میں اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر ہو گئے۔ برادر مکرم پروفیسر قاری حافظ محمد رفیق مسعودی صاحب رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ قرآنِ مجید کے حافظ تھے، اور گریجویشن تک تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ تعلیم یافتہ، باشعور، بلند سوچ اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ انتہائی دیانت داری سے اپنے فرائضِ منصبی ادا فرماتے۔ کم گو، حق گو، نڈر، بے باک، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ شرعی تقاضوں کا شدت سے خیال رکھتے اور کاربند رہتے۔ سرکاری ملازمت میں بہت سے نشیب و فراز آئے مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر بھروسہ اور سرکار دو عالم ﷺ کی سُنت پر جان دینے کی تڑپ رکھتے ہوئے زندہ رہے اور قدم قدم پر اپنے مرشد کریم کی اجازت اور رضا جوئی کے حریص رہے۔ جن حضرات کو آپ سے اکاؤنٹس پڑھنے کا موقع ملا وہ آج بھی آپ کی عظمت کردار کے گیت گاتے ہیں'' [۱]

مرشد کریم کے خانوادہ سے محبت و عقیدت:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مولانا قریشی صاحب کی بڑی شفقت و محبت سے تربیت فرمائی۔ آپ کے نام محررہ مکاتیب میں مختلف القاب سے مخاطب فرمایا—— مولانا قریشی صاحب کو مرشد کریم کے خانوادۂ عالی سے بے انتہا محبت و عقیدت تھی۔ برادرم پروفیسر قاری محمد رفیق صاحب مسعودی بیان فرماتے ہیں:

''مرشد کریم حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے رابطہ مولانا محمد احمد قریشی مظہری کی وساطت سے ہوا۔ آپ مرشد کامل کے عاشقِ صادق تھے۔ مرشد کامل کی تمام اولاد کا ادب واحترام انتہائی خلوص و عقیدت کے

---

[۱] محمد رفیق مسعودی، پروفیسر حافظ قاری: خود نوشتہ سوانحی مقالہ مشمولہ ''خلفائے مسعودی'' (زیر طبع) مرتبہ محمد عبدالستار طاہر مسعودی

ساتھ کرتے تھے۔ حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی جب لاہور تشریف لاتے تو مولانا محمد احمد قریشی مظہری قدس سرۂ العزیز کے ہاں لازماً تشریف لاتے۔ وہ پُرکیف اور روحانی مناظر میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ مولانا محمد احمد قریشی مظہری قبلہ ڈاکٹر صاحب کی آمد پر تشریف آوری سے پہلے ہی انتہائی مسرور، شاداں، خوش و خرم نظر آتے جیسے کوئی عظیم نعمت ملنے والی ہو۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر انتہائی والہانہ انداز سے آپ کا خیر مقدم کرتے۔ قیام لاہور کے عرصہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہتے۔

ڈاکٹر صاحب کے مکاتیب اور ارشادات کا حد درجہ احترام بجا لاتے۔ ''بزم ارباب طریقت'' کے زیر اہتمام جلسوں اور ماہانہ سالانہ پروگراموں کی تفصیلات سے ڈاکٹر صاحب کو آگاہ کرتے اور بوقتِ ملاقات حد درجہ انکساری و خلوص اور عقیدت کا اظہار فرماتے۔ ان دو محبوبوں کے باہمی تعلقات اور پُر خلوص عقیدت کے مہکتے ہوئے پھول احقر کے دل و دماغ کو لافانی مہک عطا کرتے'' [۱]

شادی کا منفرد واقعہ:

مولانا قریشی صاحب کی شادی کا معاملہ بھی محبت رسول اکرم ﷺ سے معمور ہے۔ کسی محفل میں آپ نے ایک نعت پڑھی۔ وہ نعت خواتین میں سے ایک خاتون کو بہت پسند آئی۔ وہ اللہ کی بندی محبت رسول ﷺ سے سرشار تھی۔ انہوں نے کہا:

''میں اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے کروں گی'' —— پھر وہیں شادی ہوئی۔

پچاس برس کی عمر میں حفظِ قرآنِ پاک:

تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے قرآنِ پاک حفظ کیا۔ اس خصوص میں کوئی

---

[۱] ایضاً

آپ کا استاد نہ تھا۔ اکثر رمضان المبارک میں تراویح میں حفاظ کی اغلاط کی اصلاح کرتے۔

وصال پُر ملال:

آپ کا وصال ماہِ شوال میں ہوا۔ طویل علالت کے باعث نقاہت بہت تھی۔ باوجود ضعف اور معالجین کے منع کرنے کے رمضان المبارک کے روزے نہیں چھوڑے۔ نماز تراویح کا بندوبست رکھا۔ حالت یہ تھی کہ آپ کی غذا انتہائی کم تھی۔ صرف نصف چپاتی او افطاری کے وقت معمولی سا پان یا کچھ اور۔

آپ فنا فی الشیخ تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وفات ۔ قبل رات کو اپنے بھانجے کو بلا کر کہا:

''مجھے حضور قبلہ صاحب علیہ الرحمہ خواب میں ملے ہیں اور فرمایا کہ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں''۔

چنانچہ اگلے دن ۷؍ شوال المکرم ۱۴۰۷ھ/۲۵؍ جون ۱۹۸۷ء کو طویل علالت کے بعد شیخ زید ہسپتال، لاہور میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ بعد عشاء ہوئی اور تدفین میانی صاحب میں نزد دربار حضرت خواجہ طاہر بندگی علیہ الرحمہ ہوئی۔[۱]

۱؎ محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مظہری، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۴ء

علامہ مولانا محمد مہر الدین جماعتی

آپ نہایت سادہ طبیعت، مخلص و خلیق انسان تھے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد
دجاتی۔ بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتے۔ دینِ اسلام
۔ ہب اہلِ سُنت کا درد رکھتے۔ آپ کی شخصیت لائقِ زیارت تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں
علوم اسلامیہ کے شائقین نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔[1]

ولادت باسعادت:

استاذ العلماء امام الادب و الفنون شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد مہر الدین ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں چودھری روشن دین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق موضع خاصہ ضلع امرتسر کے ایک زمیندار راجپوت گھرانے سے تھا۔

والدین کا نوعمری میں وصال:

سوا سال کی عمر ہوئی تو والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ موضع لباں والا کے سکول میں بھی چار جماعتیں ہی پڑھنے پائے تھے کہ نو سال کی عمر میں والدِ ماجد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

سلسلہ مُعاش:

بھائیوں کے ہمراہ مل کر کاشتکاری کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی قرآنِ مجید بھی پڑھنے لگے۔ ابھی ایک پارہ قرآنِ پاک کا پڑھا تھا کہ بڑے بھائی چودھری فضل دین بھی

[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماء اہلِ سُنت، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

انتقال فرما گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک بھائی اور بہنوئی کے ساتھ مل کر زمینداری کا سلسلہ چلاتے رہے۔ پھر دو سال محکمۂ راشن کے ساتھ منسلک رہے۔ اس طرح اس نادر روزگار شخصیت کی عمر کے بیس سال یوں ہی گزر گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مقصد کے لیے تخلیق فرمایا تھا اور جس نے بقول مولانا غلام مہر علی ''اپنے دور کا ابنِ حجر عسقلانی بننا تھا''۔[1]

انقلابی دور کا آغاز:

عمر کی بیس منزلیں طے کرنے کے بعد آپ کی زندگی میں انقلاب آنا شروع ہو گیا۔ آپ کے دل میں قرآنِ پاک کے معانی و مطالب کے حصول کا ذوق اس قدر پیدا ہوا کہ آپ ۱۹۲۱ء میں ملازمت ترک کر کے مرجع چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی بارگاہ (اجمیر شریف) میں پہنچ گئے لیکن اجنبیت کی وجہ سے دل نہ جما اور واپس تشریف لے آئے۔

مروّجہ علوم کی تحصیل:

واپسی پر حضرت مولانا صوفی غلام رسول سے موضع موچھل ضلع امرتسر میں قرآنِ مجید پڑھا۔ مدرسہ کریمیہ جالندھر میں مولانا محمد عبداللہ اور مولانا عبدالاحد سے ابتدائی علوم کی تحصیل کی۔ پھر جامعہ فتحیہ، اچھرہ لاہور میں بعض کتب مولانا محمد ابراہیم، مولانا حبیب اللہ اور مولانا محمد چراغ سے پڑھیں۔ معقولات کی کتب حضرت مولانا مہر محمد سے جامعہ فتحیہ ہی میں پڑھیں۔

صحاح ستہ کا درس دارالعلوم حزب الاحناف میں محدث اعظم حضرت مولانا سیّد ابو محمد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ سے لیا اور یہیں سے ۱۹۲۹ء میں سند فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

حزب الاحناف میں تعلیم کے دوران آپ نے مولانا حبیب شاہ سے کتب طب ''موجز القانون'' اور ''قانونچہ'' کا درس لیا۔ ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم طب جدید مشرق، شاہدرہ

---

[1] غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ، ص ۱۲۷

لاہور سے افتخار الاطباء کی سند حاصل کی۔

شعبہ تدریس سے وابستگی:

فراغت کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر علوم اسلامیہ کا فیض جاری فرمایا۔ ایک سال ہرسہ کوٹ، فیصل آباد میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ تین سال جامعہ نعمانیہ، لاہور میں (پہلی مرتبہ) تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔—— دو سال مسجد شکر خان، احمد آباد (یو پی) اور دس سال دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علوم اسلامیہ کے پیاسوں کی تشنگی دور فرماتے رہے۔—— ۱۹۴۶ء میں دوبارہ جامعہ نعمانیہ، لاہور سے منسلک رہے لیکن منتظمین کی بے توجہی کی وجہ سے جامعہ کو چھوڑ کر نیویں مسجد (نیا بازار) میں "مدرسہ لاثانیہ" قائم کیا۔—— چار سال بعد حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے مدرسہ کراؤن بس چوک بیرون موچی دروازہ کی مسجد میں منتقل کر دیا۔

علاوہ ازیں ایک سال برکات العلوم مغلپورہ اور ایک سال جامعہ حنفیہ، قصور میں بھی پڑھاتے رہے۔—— آپ نے گجرات میں پیر ولایت شاہ کے مدرسہ، شیخوپورہ میں جامع مسجد کے درس اور مدرسہ غوثیہ شیخوپورہ میں بھی تدریس فرمائی۔—— لاہور میں شاہ ابوالمعالی مسجد راجپوتاں قلعہ گوجر سنگھ اور مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں بھی تعلیم دیتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں چاہ میراں میں ایک دارالعلوم جامعہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔[۱]

تیسری بار دارالعلوم انجمن نعمانیہ سے متعلق ہوئے اور کچھ عرصہ درس حدیث دیا، پھر ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مساجد کی تعمیر:

آپ نے چند مساجد بھی تعمیر کرائیں مثلاً: مسجد غوثیہ قلعہ گوجر سنگھ، مسجد شاہ ابوالمعالی کے بعض کمرے اور مینار مسجد موضع جمال پور۔

---

[۱] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہلِ سُنت لاہور، ص ۲۴۶، ۲۴۷

تصنیف وتالیف:

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مہر الدین یگانہ روزگار مدرّس اور بلند پایہ محقق تھے۔ تدریسی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ آپ نے چند بلند پایہ تحقیقی کتب بھی سپرد قلم کیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ تسہیل المیانی شرح مختصر المعانی

۲۔ فیصلہ شرعیہ برحرمت تعزیہ (محرم میں شیعہ کے تعزیہ نکالنے کی حرمت کا ثبوت)

۳۔ حل قطبی ۴۔ مسائل رمضان ۵۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام

۶۔ النداء بحرف الیاء ۷۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنے کا جواز

۸۔ مسائل شب برات ۹۔ ردِ خاکسار ۱۰۔ مسئلہ شفاعت

شرف بیعت:

مدرسہ اسلامیہ، ہرسہ کوٹ ضلع فیصل آباد میں تدریس کے دوران آپ نے پیر طریقت امیر ملت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حج بیت اللہ شریف

۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ دریں اثناء مکہ معظّمہ کے شیخ الحرم مفتی سعودیہ محمد سلیمان حنفی اور ناظم اعلیٰ اوقاف سعودیہ عبدالحمید سے علماء وعوام کے جم غفیر کی موجودگی میں آپ نے مختلف فیہا مسائل پر بحث بھی کی۔ ترجمانی کے فرائض علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے سرانجام دیئے۔

چند تلامذہ کرام:

مشہور تلامذہ میں یہ اسمائے گرامی ہیں:

- ——— سلطان الواعظین ابوالنور مولانا محمد بشیر، کوٹلی لوہاراں
- ——— مولانا غلام دین رحمۃ اللہ علیہ، خطیب لوکوشیڈ، لاہور

- مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، خطیب دربار داتا صاحب، لاہور
- مولانا مظفر اقبال رضوی، لاہور
- مولانا سیّد مزمل حسین شاہ
- مولانا محمد صدیق ہزاروی، لاہور[1]

وصالِ پُر ملال:

مولانا محمد مہر الدین نقشبندی کا وصال ۵ر نومبر ۱۹۸۷ء کو ہوا۔

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہلِ سنت لاہور، ص ۲۴۷

مولانا محمد بخش مُسلم

(مسلم مسجد، بیرون لوہاری دروازہ)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

لوہاری دروازے کے باہر ایک باغ کنارے گل فروشوں کی دکانیں تھیں، انہیں ''پُھلیرے'' کہا جاتا ہے۔ ان دکانوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تھی جہاں اب ''مسلم مسجد'' کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہے — اس چھوٹی سی مسجد کے خطیب مولانا محمد بخش مسلم بی۔اے تھے۔ وہ تحریکِ پاکستان کے سچے ترجمان اور خوش آواز مقرر تھے۔ اپنی تقاریر میں انگریزی جملے بولتے تو حاضرین متاثر ہوتے۔ مسجد کے سامنے ایک باغ تھا جہاں گراسی (گھاس دار) پلاٹ کے علاوہ سایہ دار درخت سایہ گستر رہتے تھے۔ مولانا مسلم جمعہ کی نماز سے پہلے تقریر کرتے تو لوگوں سے سارا باغ کھچا کھچ بھر جاتا۔ لوگ دور دور سے آپ کی تقریر سننے آتے۔ آپ نے ساری زندگی یہاں ہی خطبہ دیا۔ پاکستان بننے سے پہلے یہ لاہور کی واحد مسجد تھی جہاں تحریکِ پاکستان کے حق میں آواز بلند ہوتی اور تحریکِ پاکستان کے خلاف کانگریسی اور احراری مولویوں کے اعتراضات کا کھل کر جواب دیا جاتا۔ تقریر کرتے تو سیاسی اور دینی معلومات کا چشمہ اُبلتا۔ مجلسی گفتگو کرتے تو لطف آجاتا — لطائفِ علمیہ سنانے پر آتے تو دل خوش کر دیتے۔

ولادت باسعادت:

مولانا محمد بخش مسلم ۱۸ر فروری ۱۸۸۸ء کو قدیم لاہور کے ایک گنجان محلہ چھتہ

بازار میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی پیر بخش تھا۔ آپ کا سارا خاندان شرقپور شریف کے میاں شیر محمد شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدت مند تھا۔

حلیہ شریف:

مولانا مسلم گورے رنگ کے دُبلے پتلے عالم دین تھے۔ سر پر تر کی ٹوپی پہنتے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا مسلم نے سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کیا۔ مشن ہائی سکول رنگ محل لاہور سے میٹرک کیا۔ ممتاز عالم دین مولانا غلام مرشد (صدر مدرّس دار العلوم نعمانیہ) اور مولانا اصغر علی روحی (پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور) سے دینی علوم کا مطالعہ کیا —— ۱۹۱۱ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں فاضل عربی میں کامیابی حاصل کی۔ مولانا مسلم کو انگریزی ادب میں علامہ احسان اللہ ملک اور پروفیسر احسان اللہ شاہجہانپوری سے استفادہ کرنے کا موقع ملا —— ان دنوں لاہور کے دینی مدارس میں دار العلوم نعمانیہ، درس وڈا میاں (مغل پورہ)، مدرسہ حمیدیہ (نیلا گنبد)، دار العلوم فتحیہ (اچھرہ) کے اساتذہ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے بی۔اے کیا، اور بی اے ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ وہ تقریر و تحریر میں بڑے با کمال مقرر اور ادیب بن کر اُبھرے۔ انہیں علامہ اقبال کی مجالس میسر آئیں اور مولانا ظفر علی خان کے روزنامہ ''زمیندار'' میں مکالمہ نویسی کا موقع ملا۔

واعظ خوش بیاں:

خوش آواز تھے، انداز بیاں میٹھا تھا، لوگ جوق در جوق آتے، نوجوان طبقہ خصوصاً کالجوں کے طلبہ ان کی تقریر سننے کا اہتمام کرتے تھے۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ مولانا مسلم تقریر کر رہے ہیں اور ان کے مجمع کے باہر ہندو عورتیں اور مرد اُن کی تقریر سن رہے ہیں —— آپ نے مجھے بتایا کہ میری تقریر سے متاثر ہو کر پاکستان بننے سے پہلے ایک سو سے زیادہ ہندو مرد اور عورتیں مسلمان ہوئے تھے —— آپ کے سامعین کا حلقہ اہلِ علم و ذوق کا حلقہ

تھا۔ یہ لوگ سیاسی شعور کے مالک تھے۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا مسلم، علمائے اہلِ سُنت کی ایک ٹیم کے ساتھ ملک بھر میں ''نظامِ مصطفیٰ ﷺ'' اور ''قانونِ اسلامی'' کے نفاذ میں سرگرم رہے۔[1]

تحریکِ پاکستان میں خدمات:

وہ اپنے سامعین سے تحریکِ پاکستان کی اہمیت پر بڑی جامعیت سے گفتگو کرتے۔ وہ تحریکِ پاکستان کے دنوں میں سارے پنجاب میں مسلم لیگ کے جلسوں سے خطاب کرتے۔ بمبئی سے لے کر پشاور تک شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں مولانا محمد بخش مسلم مرحوم کی آواز نہ گونجی ہو۔[2]

تحریکِ پاکستان کے دوران وہ دیہات میں پہنچے تو پنجابی میں ''بابا قائداعظم'' سے لوگوں کو متعارف کرایا۔ وہ مسلم لیگ کے جلسوں میں صفِ اوّل کے مقررین میں شمار ہوتے تھے ــــ آزادیٔ وطن کے لیے کام کرنے والوں میں مولانا مسلم نے جو کام کیا ہے وہ پاکستان کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جانے والا ہے ــــ آج مسلم مسجد کے محراب و منبر مولانا مسلم کی قومی اور ملی خدمات کی شہادت دے رہے ہیں۔ مولانا مسلم نے تشکیل پاکستان سے لے کر تا دمِ رحلت دین کی خدمات سرانجام دینے میں زندگی وقف کر دی۔ کاش مولانا مسلم کی دینی اور سیاسی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ــــ تحریکِ پاکستان میں ان کی جدوجہد کا ذکر آتا ــــ پاکستان بنانے والوں میں ان کی خدمات کو سراہا جاتا ــــ پاکستان کے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھنے والے ایسے پُرعزم رہنماؤں کو یاد رکھتے مگر ہائے زمانہ کی سرد مہری!

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھیے ... منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

۱۔ مجالس علماء، ص ۸۵

۲۔ مجالس علماء، ص ۱۹۰/۱۹۱

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال ۱۷ر فروری ۱۹۸۷ء کو لاہور میں ہوا۔[1]

تصنیف و تالیف:

خطابت کے ساتھ ساتھ آپ کو تحریر سے بھی شغف تھا۔ آپ کے آثار علمیہ میں متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں جن میں یہ قابلِ ذکر ہیں:

- ــــــ پیامِ اسلام (مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء)
- ــــــ آزاد پاکستان (مطبوعہ لاہور ۱۹۴۸ء)
- ــــــ غزوۂ بدر (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء)
- ــــــ عقائد اسلام (مطبوعہ لاہور)
- ــــــ اسلام کا نظام بیت المال (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء)
- ــــــ قائد اعظم اور پاکستان (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)
- ــــــ پاک تعلیم برائے جماعت چہارم

آپ نے رائف بارٹن پیری کی کتاب ''آدمی کی انسانیت'' کے عنوان سے ترجمہ کیا جو لاہور ہی سے شائع ہوا۔

---

[1] مجالس علماء، ص ۱۸۲

بدرالمشائخ پیر فضل الرحمٰن مجددی

(احاطہ خواجہ طاہر بندگی، میانی صاحب)

امام المجاہدین بدرالمشائخ پیر فضل الرحمٰن مجددی، قیوم زمانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ہیں۔ افغانستان میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اولاد کے دو دبستاں ہیں:

(۱) چہار باغ صفا، جلال آباد

(۲) قلعہ جواد، کابل المعروف 'شور بازار

بدرالمشائخ کا تعلق قلعہ جواد، کابل سے ہے جہاں کی معروف ہستیاں عالمی سطح پر جانی پہچانی ہیں۔ آپ حضرت نورالمشائخ فضل عمر مجددی (م-۱۹۵۶ء) کے پوتے، حضرت صدرالمشائخ فضل عثمان مجددی (م-۱۹۷۳ء) کے صاحبزادے اور ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی (م-۱۹۷۹ء) کے بھتیجے ہیں۔

حسب ونسب:

آپ کا سلسلۂ نسب بارہویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے اور ۳۴ ویں پشت میں دوم خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے — آپ کے جد اعلیٰ حضرت شاہ صفی اللہ افغانستان کے ابدالی حکمران احمد شاہ ابدالی کے دور میں سرہند (پنجاب) سے ترکِ وطن کر کے مستقل طور پر افغانستان چلے گئے اور کابل میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

جدِّ امجد:

آپ کے جد امجد حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی ملّا شور بازار کو کون نہیں جانتا۔ یہ وہ نام ہے جو کہ نہ صرف افغانستان میں بلکہ پورے براعظم ایشیا میں بڑے عزت و احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نور المشائخ حضرت ملّا شور بازار اور ان کے خانوادے کا تحریکِ پاکستان میں کردار اور قربانیاں بین الاقوامی سطح پر مشہور ہیں۔

آپ ۷/ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء کو بمقام شور بازار کابل میں روحانی شخصیت حضرت غلام قیوم علیہ الرحمہ کے ہاں پیدا ہوئے —— معاصرین علماء سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ والدِ ماجد سے علوم باطنیہ کی تحصیل کی اور کمال حاصل کیا۔[۱] اپنے والد گرامی کے دستِ حق پرست پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور کچھ عرصہ بعد علم سلوک میں کمال حاصل کر کے خلافت واجازت سے بھی سرفراز ہوئے۔[۲]

دوسری جنگ عظیم میں آپ کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے جانے کے لائق ہیں۔ ان خدمات کے پیش نظر آپ افغانیوں کے بابائے قوم ہیں۔ مجددِ عصر حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں:

> ''دوسری جنگِ عظیم کے دوران حضرت ملّا شور بازار نے نہایت جوش و خروش سے مسلمانوں کی مدد کی اور افغانستان کے جنوبی محاذ (وزیرستان) پر عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔ انہیں کی روحانی قوت اور توفیقِ الٰہی سے انگریزوں کو شرمناک شکست اُٹھانی پڑی اور افغانستان کو حقیقی آزادی نصیب ہوئی''۔[۳]

آپ نے ۱۹۴۸ء میں بادشاہی مسجد' لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عرس منایا۔ آپ کا وصال ۲۵، محرم الحرام ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء کو بعد نماز فجر ہوا۔ وصال سے

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ، مظہر مسعود، ص ۴۴۵ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

۲۔ محمد ۔۔۔ قصوری: اکابرِ تحریکِ پاکستان، ص ۳۳۰، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، ص ۴۴۶، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

تین روز قبل اپنے وصال کی خبر دی اور اپنا مدفن متصل مسجد و خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد، کابل کو متعین فرمایا۔

والدِ ماجد:

مجاہد ملت صدر المشائخ حضرت مولانا پیر فضل عثمان مجددی، حضرت نور المشائخ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ/اگست ۱۹۰۱ء میں شور بازار کابل میں پیدا ہوئے۔

سن شعور کو پہنچنے پر شور بازار، کابل کے مشہور مدرسہ مجددیہ میں داخل ہوئے اور اپنے دور کے ممتاز افاضل سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔[۱]

قلیل عرصہ میں علوم معقول ومنقول اور فقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے والد معظم ومرشد مکرم حضرت نور المشائخ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ میں بیعت حاصل کی اورانہی سے اجازت وخلافت پائی۔

افغانستان کی آزادی کے لیے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ آپ نے ساری عمر اتحاد بین المسلمین کے لیے جدوجہد کی۔ افغانستان اور پاکستان کے عوام میں بدگمانی پیدا کرنے والی اندرونی اور بیرونی تمام سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب یہودیوں نے فلسطین سے عربوں کو بے گھر کر کے غاصبانہ قبضہ کرلیا تو حضرت صدر المشائخ نے عربوں کی حمایت میں ہمہ گیر تحریک چلائی —— غزنی میں حضرت نور المشائخ کے قائم کردہ عظیم الشان دینی مدرسہ ''نور المدارس'' میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء میں حج کی سعادت حاصل کر کے جدہ سے کراچی تشریف لائے۔ کراچی میں افغانی سفارت خانہ نے آپ کے پاسپورٹ کی تجدید نہ کی۔ مجبوراً آپ کو کراچی رکنا پڑا۔ بعدازاں لاہور تشریف لے آئے۔

---

[۱] محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہلِ سنت، ص ۳۸۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

اٹھارہ سال پاکستان میں رُشد وہدایت کی بزم سجانے کے بعد ۱۵ر ربیع الاول ۱۳۹۳ھ/ ۱۸ر اپریل ۱۹۷۳ء کو اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی تدفین کابل میں ہوئی۔

حضرت بدر المشائخ پیر فضل الرحمٰن مجددی:

حضرت فضل الرحمٰن مجددی ۲۲ر ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کو شور بازار کابل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار صدر المشائخ کی زیر نگرانی حاصل کی۔

آپ نے اپنے والد گرامی سے روحانی فیض پایا۔ والد گرامی حضرت صدر المشائخ کی وفات پر علماء پاکستان نے متفقہ طور پر آپ کو حضرت صدر المشائخ کا جانشین قرار دیا۔

باہمی مسلم اتحاد کے داعی:

آپ نے خود کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کا قول تھا کہ کرۂ ارض پر بسنے والے تمام مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ انہیں اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ آج اسلام کے خلاف جو دشمن عناصر سازشوں میں مصروف اور سرگرم عمل ہیں، ان میں اسرائیل کے یہودی سرفہرست ہیں۔

پاکستان کے لیے تڑپ اور خدمات:

حضرت بدر المشائخ کشمیری مسلمانوں کے حق خودارادیت کے بھی زبردست حامی تھے۔ آپ نے پاکستان کی آزمائش کی ہر گھڑی میں پاکستان اور اہلِ پاکستان کے مؤقف کی ڈٹ کر حمایت کی۔

آپ پاکستان کو اسلام کا گہوارہ سمجھتے تھے، اور اس کی ترقی، سلامتی و خوش حالی کے لیے دعا گو رہتے۔ اس حوالے سے آپ کے لاتعداد بیانات و دستاویزات ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔[1]

---

[1] فائقہ مجددی، حضرت بدر المشائخ پیر فضل الرحمٰن مجددی، ایک یادگار شخصیت

روحانی خدمات:

روحانی پیشوا اور صاحب سجادہ ہونے کے باعث آپ نے مختلف ادارے قائم فرمائے اور متعدد تنظیمات کی سرپرستی فرمائی۔ ان میں یہ قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ دارالعلوم محمدیہ مجددیہ، راوی روڈ، لاہور: جس کا آپ نے ۱۹۸۲ء میں افتتاح کیا۔

۲۔ حزب المشائخ مجددیہ لاہور کا ۱۹۸۴ء میں اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے قیام عمل میں لایا گیا۔

۳۔ ''مجلس تحفظ حقوق عالم اسلامی'' اہلِ اسلام کے حقوق کی عالمی سطح پر پاسداری و بالا دستی کے لیے قائم کی گئی جس میں بلا تخصیص مسلک، اسلام کے نام لیوا سبھی مکاتیب فکر شامل تھے۔

۴۔ حزب المشائخ مجددیہ وسن پورہ، لاہور کا ۱۹۸۴ء میں قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے افکار کی ترویج و اشاعت تھی۔

۵۔ جمعیت خدام آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے زیر اہتمام منعقدہ یوم مجدد الف ثانی میں تاوصال ہر سال شرکت فرماتے رہے۔

امام المجاہدین:

۱۹۷۹ء میں مسلم مجاہدین کی پے در پے بڑھتی ہوئی کامیابیوں سے گھبرا کر کمیونسٹ افغان حکومت نے اہلِ اسلام کی سربرآوردہ شخصیات کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ اس نے کابل میں حضرت نور المشائخ کے صاحبزادے ممتاز دینی رہنما حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی اور آپ کے اہلِ خانہ کو حراست میں لے لیا۔

ان کے علاوہ افغانستان کے بعض مقتدر علماء جو حضرت ضیاء المشائخ سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے، انہیں بھی گرفتار کر لیا۔ اس طرح محبوس ہونے والوں کی مجموعی تعداد ساٹھ سے متجاوز تھی۔ اس پر مزید ستم ظریفی یہ ہوئی کہ خانقاہ قلعہ جواد پر قبضہ کر کے اس کا کتب خانہ جلا ڈالا۔ یہ کتب خانہ صدیوں سے حضرت ضیاء المشائخ کے آباؤ اجداد کے علمی

کارناموں کا مظہر تھا۔

بالآخر حضرت ضیاء المشائخ کو تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کے بعد افغان مجاہدین کی زمام کار امام المجاہدین حضرت بدر المشائخ نے سنبھالی۔ آپ نے پاکستان میں رہتے ہوئے افغانستان کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ عالمی سطح پر اپنی آواز کو اٹھایا۔ آپ نے پاکستان میں مختلف شہروں کے دورے کئے۔ اپنی شعلہ بیانی سے مسلم حمیت کو جھنجھوڑا اور گھر گھر میں مسلم برادری کے لیے جذبات کو ہوا دی اور افغان مجاہدین و متاثرین کے لیے شب و روز کوشش کرتے رہے۔

آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ جس طرح افغانستان کے عوام مجھے عزیز ہیں اور میرے دوست احباب ہیں' اسی طرح پاکستان کے عوام مجھے عزیز ہیں۔ میں ان میں کوئی فرق نہیں سمجھتا کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور اسلام رنگ، نسب اور زبان کے فرق کو نہیں مانتا اور آپس میں بھائی بھائی ہونے کا درس دیتا ہے۔ آپ نے کہا کہ افغانستان میں مجاہدینِ اسلام اس دین کی سربلندی کے لیے جہاد کر رہے ہیں جہاں محمود و ایاز کا امتیاز نہیں۔

آپ نے مختلف پلیٹ فارمز سے جہاد افغانستان کے لیے آواز بلند کی اور اپنے مؤقف کو بڑے بھرپور انداز میں پیش کیا۔

شرفِ شہادت:

حضرت بدر المشائخ نے اپنی آخری سانس تک اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فتح کے لیے دعا کی۔

پاکستان میں قیام کے دوران شرپسندوں نے آپ پر تین بار قاتلانہ حملہ کیا۔ دو بار تو آپ کو قدرت نے بچا لیا لیکن ۲۴ رجنوری ۱۹۸۹ء کو اپنے گھر میں کسی نادیدہ دشمن کی گولی لگنے سے شہید ہو گئے۔

آپ کی عمر باون برس تھی اور آپ کو میانی صاحب میں شیخ طاہر بندگی علیہ الرحمہ کے مزار کے احاطہ میں دفنایا گیا۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں چھ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے نجم المشائخ محمد اشرف مجددی ہیں۔[1]

نجم المشائخ کے نام حضرت مسعودِ ملت کا تعزیتی مکتوب:

باسمہٖ تعالیٰ

گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

فروری ۱۹۸۹ء

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں
آہ! یہ کس کی یادگاری ہے!

اخی العزیز زید مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، آج مجلس چہلم کا غم نامہ ملا۔ حضرت بدر المشائخ قدس سرہٗ العزیز کا نام نامی پڑھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل بے قرار، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! —— حیف یہ اچانک کیا ہو گیا۔

آئے بھی اور گئے دل بھی وہ لے کر غمگین
ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

فقیر کو حضرت علیہ الرحمہ کی دائمی مفارقت کی خبر تک نہ تھی کہ الم نامہ برق ناگاہی ثابت ہوا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! زیارت کئے ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ حضرت کا چہرہ مبارک اور سراپا نظروں کے سامنے ہے۔ یقین نہیں آتا کہ حضرت تشریف لے گئے۔ ہاں!

جمالك في عيني و ذكرك في فمي

حضرت کی بے پناہ شفقت و محبت، بیکراں عنایات اور بے پایاں نوازشات

---

[1] محمد عبدالستار طاہر مسعودی: شہنشاہ ... طبع (ملخصاً)

ناقابلِ فراموش ہیں۔ افسوس یہ پیکرِ محبت وصفا ہم سے جدا ہو گیا۔

می روی و گریہ می آید مرا
ساعتے بنشین کہ باراں بگزرد

مولیٰ تعالیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو اپنے جوارِ قدس میں مقامِ رفیع عطا فرمائے اور تربت پاک کو اپنے انوار و تجلیات سے معمور فرما دے۔ آمین!

حضرت قدس سرہٗ العزیز صفاتِ حسنہ کے جامع اور کوہِ ہمت و استقامت تھے۔ بلاشبہ وہ شہید تسلیم و رضا تھے، اور انہوں نے پے در پے حوادث پر جس ضبط و تحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ خاندانِ مجددیہ کا خاص امتیاز ہے۔ بلاشبہ:

تا سودہ نہ گردی چو حنا در تہہ سنگ
ہرگز بکف پائے نگارے نرسی

رضائے الٰہی میں فنا ہو کر شہادت کے منصب عالی پر فائز ہوئے۔

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

آپ کے لئے اور سب اہلِ خانہ کے لئے یہ غم سخت جان کاہ ہے۔ مولائے کریم آپ کو اور سب کو ہمت و استقامت اور صبر و شکیب ارزانی عطا فرمائے۔ آمین! بالخصوص آپ کو اپنے اجداء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مظہر کامل بنائے اور فیض کو جاری و ساری رکھے۔ آمین!

ع جلوس گل بہ سریر چمن مبارکباد!

اس میں شک نہیں کہ آپ کے خاندانِ عالیہ کا ملتِ اسلامیہ پر بڑا احسان ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے عہد جہانگیری میں حیرت انگیز اسلامی انقلاب برپا کیا اور دور جدید میں آپ ہی کے خاندان کے تربیت یافتہ افغان مجاہدین نے پروانہ وار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے محیر العقول کارنامے انجام دیئے اور ایک اسلامی انقلاب برپا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

عشق را دامن درازست از ثریا تا ثریٰ

شہرۂ آفاق خواہی، بلبل و پروانہ باش!

فقیر نے آپ کے والدِ ماجد علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت نور المشائخ قدس سرہٗ العزیز کی کئی بار زیارت کی۔ وہ دہلی میں غریب خانے پر تشریف لائے اور رونق بخشی۔ آپ کے جد امجد حضرت صدر المشائخ علیہ الرحمہ کی بھی کئی بار زیارت ہوئی۔ وہ فقیر پر بہت شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ اسی محبت وشفقت سے آپ کے والدِ ماجد حضرت بدر المشائخ علیہ الرحمہ نے نوازا۔ امید ہے کہ آپ اس دیرینہ تعلق کو قائم رکھتے ہوئے اپنی عنایات سے نوازتے رہیں گے۔ آپ ہمارے مخدوم زادے ہیں اور ہمارے لئے لائق صد احترام۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قائم دائم رکھے۔ آمین! ہماری طرف سے سب اہلِ خانہ کی تعزیت فرما دیں اور فقیر کے اہلِ خانہ کی طرف سے سلام ودعا عرض کر دیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام

شریکِ غم

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ [1]

---

[1] محمد عبدالستار طاہر مسعودی: مکتوباتِ مسعودی (غم نامے اور تعزیت نامے) مطبوعہ کراچی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

حضرت صوفی حاجی فضل احمد

(موہنی روڈ)

شیخ الطریقت حضرت حاجی فضل احمد لاہور میں اولیاء اللہ کے نقشبندی مجددی سلسلہ کی اس شاخ کے پھول تھے جو حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ سے ان کے خلیفہ حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عمر (بیربل شریف) کے واسطہ سے پھوٹی۔

ولادت باسعادت:

آپ ۱۹۰۶ء میں قصبہ نور پور تھل، ضلع خوشاب کے علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔[۱] آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی میاں ملوک علی ہے۔ طبیعت کی ازلی سلامتی اور گھر کے دینی ماحول نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ خود بیان فرماتے ہیں:

''میں نے آٹھ برس کی عمر میں نماز تہجد شروع کی اور الحمدللہ آخر دم تک کوئی نماز قضا نہیں ہوئی''۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کی۔ قرآن حکیم حافظ نامدار صاحب اور اپنے رشتہ کے تایا بزرگوار حضرت مولانا میاں جی حافظ میاں محمد صاحب سے پڑھا۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے:

''میری طبیعت الحمدللہ تصوف کے لیے موزوں تھی۔ چھ سات ماہ میں قرآن ختم کر لیا تھا اور بچپن ہی میں پختہ نمازی ہو گیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ

---

[۱] محمد اسلم، پروفیسر: شیخ الطریقت حضرت حاجی فضل احمد، مشمولہ ماہنامہ سلسبیل لاہور شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء حضرت حاجی فضل احمد نمبر

بچپن میں میری کوئی نماز قضا ہوئی ہو اور میں عموماً مسجد میں رہا کرتا تھا''۔[1]

ابتدائی درسی تعلیم کے بعد نور پور تھل میں ہی کچھ عرصہ مدرّس رہے۔ پھر کبیر والا ملتان چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ کسب وطلب کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور اچھرہ کے مشہور مدرسہ فتحیہ میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ ازاں بعد پنجاب یونیورسٹی اور ینٹل کالج سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات اعزازی حیثیت سے پاس کئے۔ جن نامور اساتذہ کے آگے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا ان میں

● —— حضرت مولانا پروفیسر کریم بخش ● —— مولانا ابو محمد احمد اور

● —— مفتی عبداللہ ٹونکی صاحب کے اسمائے گرامی خصوصیّت سے قابلِ ذکر ہیں —— بعد میں سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور سے او۔ٹی کی تربیت حاصل کی۔

شعبہ تدریس سے وابستگی:

اس کے بعد انجمن اسلام، لاہور کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں استاد السنہ شرقیہ مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں تعینات رہے، —— پھر وطن اسلامیہ ہائی سکول برانڈرتھ روڈ میں تعینات ہوئے اور وہیں سے ۱۹۶۶ء میں ریٹائر ہوئے۔ ان تعلیمی اداروں میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں نامور علماء وادباء، سیاستدان اور دانشور حضرات شامل ہیں۔

وعظ وارشاد:

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے مسند وعظ وارشاد کو بھی زینت بخشی اور جامع مسجد نور بیرون موری گیٹ، لاہور میں خطبہ جمعہ دینے لگے۔ یہ سلسلہ بغیر کسی معاوضہ کے عرصہ ۳۷ سال تک جاری رہا اور اس وقت ختم ہوا جب آپ نے موہنی روڈ پر اپنی رہائش گاہ کے قریب ہی اپنے پیرومرشد کے نام پر ''مسجد عمر'' تعمیر کروائی اور وہاں خطبہ جمعہ شروع کیا گیا۔ آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کے

---

[1] فضل احمد، حاجی: میرا روحانی سفر، مشمولہ ماہنامہ سلسبیل لاہور شمارہ، نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

لیے دور دراز سے لوگ حاضر ہوا کرتے تھے' جن میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ممتاز ترین افراد ہوتے تھے۔

آثار سعادت وانوار ولایت:

آثار سعادت اور انوار ولایت بچپن ہی سے آپ کے وجود باوجود میں جلوہ گر تھے، اور آتشِ عشقِ حقیقی شروع ہی سے دل کو گرما رہی تھی۔ آپ تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ ساتھ تزکیہ باطن کے لیے مختلف اربابِ فن اور مشائخِ طریقت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ بہت چھوٹی سی عمر میں نقشبندی سلسلہ کے نامور بزرگ حضرت خواجہ غلام حسن سواگ (لیہ) کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت پیر سواگ علیہ الرحمہ بہت بڑے صاحب جذب اور قوی الاثر بزرگ تھے۔ آپ کی حاجی صاحب کے حال پر خصوصی نظر کرم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ہی فیضانِ نظر نے آپ کو آدابِ محبت میں راسخ کیا تھا۔ آپ کی استعداد باطنی کے فطری جوہر نکھارنے اور انہیں جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کیا تھا جس کے نتیجے میں آپ کے دینی ذوق وشوق میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔

حج کی سعادت:

اسی اثناء میں آپ اپنے مرشد اول کی توجہ سے بے سروسامانی کے عالم میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول ﷺ سے بہرہ ور ہوئے۔ واپسی پر ملتان کے ریلوے سٹیشن پر حضرت پیر سواگ بنفسِ نفیس استقبال کے لیے جلوہ گر ہوئے۔

بیعت واجازت وخلافت:

یہ تعلق روز بروز بڑھ رہا تھا۔ ابھی آپ مراحلِ سلوک کی تکمیل نہیں کر پائے تھے کہ اچانک حضرت پیر سواگ وصال فرما گئے۔ طبیعت سلیم اور استعداد بلند ہو تو یوں بہت کمی سی محسوس ہوتی ہے ورنہ عمر بھر آدمی جہالت ومحرومی کی ظلمتوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے۔

حاجی صاحب ان ہر دو صفات سے پوری طرح متصف تھے۔ چنانچہ پیر سواگ

کے وصال کے بعد آپ کسی مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ اسی اثناء میں آپ کی ملاقات نقشبندی سلسلہ کے ممتاز بزرگ حضرت احمد گل صاحب سے ہوئی جو پہاڑ پور (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی عنایتوں کی بارش کر دی۔[۱] حاجی صاحب فرماتے ہیں:

”پیر صاحب نے چند اصطلاحات فقر کی بتلا کر فرمایا: تمہیں ولایتِ صغریٰ کی اجازت ہے“—— پھر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بعض دوسری اصطلاحات نقشبندی سلسلے کی بیان فرمائیں اور سمجھانے کے بعد فرمایا ”تمہیں ولایتِ کبریٰ کی بھی اجازت ہے“۔[۲]

کچھ عرصہ کے بعد جن دنوں آپ کا قیام تاج پورہ لاہور میں تھا، وہاں ضلع ہوشیار پور کے ایک شخص شادی خان کے گھر ان کے پیر سائیں ہیرے شاہ تشریف لائے۔ چشتی سلسلے کے یہ مرد کامل قطب زماں حضرت میاں محمد خان بسی شریف والوں کے خلیفہ مجاز تھے، کے ساتھ بھی مراسم محبت قائم ہوئے لیکن بیعت نہ ہوئے۔

آپ کا دامنِ طلب ابھی گوہر مراد سے خالی تھا۔ بالآخر توفیقِ ایزدی شاملِ حال ہوئی اور آپ کی رسائی ایک ہستی تک ہوگئی جو شریعت و طریقت کا مجمع البحرین اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا حسین سنگم تھی۔ ہماری مراد ترجمانِ حقیقت شیخ الطریقت صاحبزادہ محمد عمر (بیربل شریف ضلع سرگودھا) سے ہے جو خانقاہ بیربل شریف کے مسند نشین، سیّد الاولیاء حضرت اعلیٰ خواجہ غلام مرتضیٰ علیہ الرحمہ کے نبیرۂ معظم اور قطب زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ سے حاجی صاحب کی ملاقات ۱۹۴۱ء میں شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب کے سالانہ عرس کے موقع پر ہوئی۔ مرید و مراد اس تپاک سے ملے کہ ”آمد آں یارے کہ ما می خواستیم“ کی یاد تازہ ہوگئی۔ اس کے بعد محبت و شفقت کا یہ سلسلہ

---

۱ محمد طفیل سالک، ڈاکٹر: پیر طریقت حضرت مولانا حاجی فضل احمد، ماہنامہ سلسبیل لاہور شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء حضرت حاجی فضل احمد نمبر

۲ فضل احمد، حاجی: میرا روحانی سفر، ماہنامہ سلسبیل لاہور شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

کچھ اس طرح قائم ہوا کہ زندگی بھر اس کی گرم جوشی میں ایک لمحہ کے لیے کمی نہیں آئی۔

قدرت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ ”ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد“ حاجی صاحب کو اپنے مرشد برحق کے ساتھ عشق کی حد تک محبت تھی۔ فقر و درویشی کے عالم میں بھی آپ نے اس وارفتگی کے ساتھ پیرومرشد کی خدمت کی کہ اپنے تمام ساتھیوں اور برادرانِ طریقت سے اس سلسلے میں سبقت لے گئے۔ ایک دن وہ بھی آیا کہ اسی خدمت کے باعث مخدومیت کا تاج بھی آپ کے سر پر سجایا گیا اور مرشد کریم نے کامل تربیت و تزکیہ کے بعد آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔

”انقلاب الحقیقت“ میں حضرت میاں صاحب شرقپوری علیہ الرحمہ کا یہ ملفوظ درج ہے: ”مرید صادق وہ ہے جو مرشد کامل پر اپنی جان و مال نثار کر دے“۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا عملی مظہر ہم نے حاجی صاحب کی ذات بابرکات کو ہی دیکھا۔ فقر و درویشی کے باوجود جو کچھ ہاتھ لگتا حضور کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتے اور آپ کے آرام و راحت کا پورا پورا خیال رکھتے —— سفر و حضر میں مرشد گرامی کی رفاقت و معیت کا جس قدر شرف آپ کو حاصل ہوا ہے، بہت کم کسی دوسرے کے حصہ میں آیا۔ فرماتے ہیں کہ حج تو میں نے اس سے پہلے بھی کیا تھا لیکن اس مرتبہ کا حج کچھ اور ہی تھا، اور مرشد محترم کی برکت سے وہ کچھ دیکھنا نصیب ہوا جس کی آرزو معراجِ انسانیت ہے۔

؎ نہ پوچھو ہم کہاں پہنچے اور ان آنکھوں نے کیا دیکھا
جہاں پہنچے وہاں پہنچے، جو دیکھا دل کے اندر ہے

ممتاز عالم دین اور نامور محقق مولانا عبدالصمد صارم الازہری (مصنف کتب کثیرہ، استاد ادبیات عربی اورینٹل کالج، لاہور) اپنے مضمون ”پیر روشن ضمیر“ میں لکھتے ہیں:

”بات سے بات یاد آتی ہے کہ کتابوں میں پڑھا کرتا تھا کہ فنافی الشیخ۔ مگر اس کا صحیح مفہوم تب ہی لوحِ دماغ پر مرتسم ہوا جب حاجی فضل احمد صاحب کو حضرت صاحب کی خدمت میں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ لیلیٰ مجنوں

ہیں یا ایک جان اور دو قالب ہیں۔ وہ کس محبت سے حضرت صاحب کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں تھامے رہتے تھے، اور ہائے ہائے کرتے رہتے تھے جیسے کوئی عاشقِ زار بڑی تمناؤں کے بعد اپنے معشوق سے بڑی مدت کے بعد ملا ہو —— وہ سراپا نیاز نظر آتے تھے، اور انہیں دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ حاجی صاحب بڑے بزرگ، سنجیدہ عالم اور صاف ستھرے بے تعصب خیالات کے مالک ہیں جیسے ان کے پیر صاحب تھے“ [۱]

ادارہ تصوف لاہور کا قیام:

مرشد عالی مقام کو آپ کے علم وفضل اور تحریر و تقریر پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ۱۹۶۱ء میں ادارہ تصوف کی داغ بیل ڈالی گئی تو حاجی صاحب کو ہی اس کا پہلا صدر نامزد کیا گیا۔

رسالہ ”سلسبیل“ کی ادارت:

بعد میں جب ادارہ کے زیر اہتمام رسالہ ”سلسبیل“ کا اجراء ہوا تو آپ ہی اس کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ بطور مدیر ”سلسبیل“ کا جو اداریہ ”گفتنی“ کے نام سے لکھتے رہے وہ علمی ودینی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ خود مرشد ارشد بھی ”گفتنی“ پر داد و تحسین دیتے۔

حاجی صاحب فی الواقع ایک جید عالم دین، بلند پایہ مفسر قرآن، عالی مرتبت شیخ طریقت، صاحب طرز ادیب اور اثر آفرین خطیب تھے۔ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضری دینے والوں پر اور آپ کی تقریر و تحریر سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان میں متعدد جید اصحابِ علم وفضل اور اربابِ دانش وبینش کے ساتھ ساتھ زعماء و اکابر قوم آپ کی خدمت میں ادب و نیازمندی سے حاضری دیتے رہے ہیں جن میں ڈاکٹر برھان احمد فاروقی، ڈاکٹر عبدالغنی ملک، ڈاکٹر دل محمد قریشی، ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان، ڈاکٹر محمد یوسف، چوہدری مظفر حسین، مولانا عبدالصمد صارم الازہری، حکیم سیّد امین الدین احمد،

---

[۱] ماہنامہ سلسبیل لاہور۔ شمارہ اگست، ستمبر ۱۹۶۸ء (شیخ طریقت نمبر)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری، قاضی محمد حمید فضلی، مولانا عبدالستار خان نیازی، جسٹس پیر کرم شاہ الازہری، جسٹس سعید الرحمان، ڈاکٹر رانا سعید الزمان، جناب سیّد سرمد مقصود الحسینی، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، جناب ایم اے لون، جناب محمد اقبال خان سنبل، جناب بریگیڈیئر ڈاکٹر محمد ظفر خان، جناب پروفیسر محمد اکبر خان سنبل، جناب محمد حیات اللہ خان سنبل کے علاوہ نوائے وقت کے جناب عابد نظامی اور جناب عارف نظامی بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کو گرامی مرتبت حضرت قبلہ حاجی صاحب کی دست بوسی کرتے بھی دیکھا ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم بانی ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی پاکستان (جن کا شمار وطن عزیز کے ممتاز ترین محققین اور ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے) مشہور دانشور، ادیب اور مفکر چوہدری مظفر حسین کے ہمراہ کئی مرتبہ حاضر خدمت ہوئے۔ پہلی مرتبہ حاجی صاحب کو دیکھا اور ان سے تبادلہ خیال کیا تو بے ساختہ پکار اٹھے:

> آپ بلاشبہ عصرِ حاضر کے مایہ ناز فلسفی صوفی ہیں۔ جو کچھ ہم دماغ میں سوچتے ہیں، یہ دل سے محسوس کرتے ہیں"۔

حضرت حاجی صاحب نے "سلسبیل" کی ادارت کے علاوہ متعدد گراں قدر مقالات بھی لکھے اور کئی کتب تصنیف کیں۔ "انوار الہدیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ" علیہ التحیۃ والثناء آپ کے قلم کا شاہکار ہے جس کی ملک کے ممتاز اہلِ علم وقلم کی طرف سے زبردست پذیرائی کی گئی۔

حضرت حاجی صاحب بلاشبہ اپنے مرشد اکمل کے مرید اصدق اور خلیفہ اعظم تھے۔ آپ شریعت وطریقت اور علم وعرفان میں اپنے شیخ کے قدم بقدم تھے۔ عصر حاضر میں اسلام کے عظیم مبلّغ اور تصوف اسلامی کے ممتاز شارح اور ترجمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے تصوف کے خلاف بعض معاصر اسلامی تحریکوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا مضبوط علمی دلائل کے ساتھ محاسبہ کیا۔ آپ فقر وتصوف کو جانِ اسلام قرار دیتے تھے، اور تبلیغ ودعوت اسلام کے سلسلے میں صوفیائے کرام کی خدماتِ جلیلہ کو قابلِ قدر اور لائق

رشک سمجھتے تھے۔

تحریکِ پاکستان میں خدمات:

حضرت حاجی صاحب کا عمل ان کے قول کا آئینہ دار تھا۔ آپ نے ایک فقیر گوشہ گیر کی بجائے علمی و عملی زندگی گزاری اور اپنے مرشد ارشد کے شانہ بشانہ تمام اہم قومی و دینی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ تحریکِ پاکستان کے پُر جوش حامیوں میں سے تھے، اور ایک ایسے علاقے میں جو کہ یونینسٹوں کا گڑھ سمجھا جاتا تھا، بلا خوف لومۃ لائم اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیا اور قیامِ پاکستان کے بعد اصلاحِ احوال کی ہر جدوجہد میں ساتھ دیا۔ تحریک ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء میں آپ کے محررہ اداریوں نے بالخصوص روحانی حلقے میں ذہن سازی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے آخر دم تک مرشد کامل کی جلائی ہوئی شمع علم و عرفاں کو فروزاں رکھا۔

وصالِ پُر ملال:

بالآخر خلوت و جلوت میں اور تحریر و تقریر کے ذریعے اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والا یہ عظیم مردِ حق بروز جمعۃ المبارک ۱۴؍ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ/ ۲۲؍ نومبر ۱۹۹۱ء کو بعد نصف شب واصلِ بحق ہو گیا۔

اگلے دن مجاہدِ ملت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد عمر میں خطبہ جمعۃ المبارک دیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مسجد عمر سے ملحق مدرسہ القرآن کے صحن میں یہ امانت الٰہی ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں اس خاک پاک کے سپرد کر دی گئی جو ازل سے اس کی آخری آرام گاہ قرار پائی۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

''نیازی صاحب رات گئے تدفین تک وہیں رہے اور دعائے مغفرت کروائی اور فرمایا:

''میں نے آج تک ایسا خوبصورت ولی اللہ نہیں دیکھا''۔[1]

[1] مشتاق احمد، ملک: کانہٗ ھو مشمولہ سلسبیل لاہور شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

مرشد کریم کی نظر میں:

● —— آپ کی اعترافِ خدمت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پیرومرشد فرمایا کرتے تھے:

''ہمیں مولوی صاحب لاہور والوں نے پیر بنایا ہے ورنہ ہمیں کون جانتا تھا'' ——

اس لحاظ سے آپ کا یہ ملفوظ اپنے اندر ایک بڑی حقیقت رکھتا ہے کہ جس طرح حضور قبلہ عالم کی طبع مبارک میں اخفاء اور نمود و نمائش اور ریا کاری سے نفرت تھی۔ اگر حضرت قبلہ حاجی صاحب کا تعلق آپ سے نہ ہوتا تو اس عرصے میں جو کچھ حضور قبلہ عالم کے مقام اور مرتبے کا اظہار ہوا وہ بھی نہ ہوتا۔

● —— ایک بار حضور قبلہ عالم نے فرمایا:

''مولوی صاحب لاہور والے ہمارے پاس بھرے بھرے آئے تھے یعنی بہت کچھ پہلے ان میں موجود تھا، ہمیں کم محنت کرنی پڑی'' ——

● —— اسی طرح ایک خطبہ کے دوران رسولِ اکرم نورِ مجسم حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعلق اور محبت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

''یہ ایسے ہی معاملہ تھا کہ جیسے میرے اور مولوی صاحب لاہور والوں کے درمیان ہے''۔

اس طرح گویا حضور قبلہ عالم نے حضرت قبلہ حاجی صاحب کو صدیقیت کے مرتبے پر خود سرفراز فرمایا۔ یہ ایک عظیم اعزاز تھا جو صرف قبلہ حاجی صاحب کے حصے میں آیا۔[1]

---

[1] ایضاً

علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری

(فاروق کالونی، والٹن کینٹ)

ولادت باسعادت:

آپ دہلی شہر کے جنوب میں بیس میل کے فاصلے پر دریائے جمنا کے کنارے واقع موضع شاہجہان پور میں ۷؍جنوری ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔

والد گرامی:

آپ کے والد چوہدری عاشق علی خاں کاشت کار تھے، اور شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ سے شرف ارادت رکھتے تھے۔

تحصیل تعلیم:

علامہ اختر شاہجہان پوری نے ۱۹۵۳ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں میٹرک کیا۔ میٹرک کے بعد جے۔وی کرز کے تدریس کا معزز پیشہ اختیار کیا۔ بعدازاں ایف۔اے، بی۔اے کے امتحانات دیئے۔ اردو اور اسلامیات میں ایم۔اے کیا۔ عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔

بیعت کی سعادت:

اوائل عمری ہی میں مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

مرکزی مجلس رضا، لاہور سے وابستگی:

۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے وابستگی اختیار کی۔ متعدد مقالات وکتب

میں فکر رضا کو اجاگر کیا اور معاندین کا بھرپور تعاقب کیا۔ تادم مرگ وہ مسلسل حق وصداقت کی حمایت میں لکھتے آئے اور گستاخانِ رسول ﷺ اور بدمذہبوں کا تعاقب کرتے رہے۔

اجازت وخلافت:

آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مجدد عصر حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی، مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مدنی میاں، علامہ مفتی شریف الحق امجدی، علامہ اختر رضا خاں الازہری سے بھی اجازت وخلافت پائی۔ پاک وہند کی متعدد شخصیات نے صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کی سندات سے نوازا۔

تصنیف وتالیف:

یوں تو ۱۹۶۲ء سے ۱۹۹۳ء تک آپ نے ۱۱۰ چھوٹی بڑی کتب تحریر فرمائیں لیکن آپ کی اصل وجہ شہرت مترجم کتب احادیث کی حیثیت سے ہے۔ اہلِ سُنت میں سب سے پہلے آپ کو تراجم کتب احادیث کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کتب میں:

- ——بخاری شریف (۳ جلد) ● ——موطا امام مالک (۲ جلد)
- ——سُنن ابن ماجہ (۳ جلد) ● ——سُنن ابی داؤد (۳ جلد)
- ——مشکوٰۃ شریف (۳ جلد) مطبوعہ ہیں —— اور
- ——طحاوی شریف (۴ جلد) ● ——مسلم شریف (۳ جلد)
- ——کتاب الآثار (۱ جلد) غیر مطبوعہ ہیں۔

حدیث کی مطبوعہ پانچ کتابوں کے ساڑھے آٹھ ہزار صفحے ہیں اور غیر مطبوعہ کتب احادیث کے ساڑھے چھ ہزار صفحے ہیں۔ یوں یہ آٹھ کتابیں اکیس جلدوں اور پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں چار کتب پر ترجمہ کے ساتھ ساتھ حواشی بھی لکھے گئے:

- ——موطا امام مالک ● ——سُنن ابوداؤد
- ——مسلم شریف ● ——کتاب الآثار

مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور کا قیام:

۱۳؍ستمبر ۱۹۸۵ء میں مرکزی مجلس امام اعظم کے نام سے ایک تبلیغی واشاعتی ادارہ قائم کیا۔ آپ کے وصال تک مجلس ہذا کے زیر اہتمام ۵۸ کتب منظر عام پر آ گئیں۔

خطابت:

علامہ صاحب تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے میدان کے بھی شہسوار تھے۔ جامعہ غوثیہ مجیدیہ المعروف ایک مینار والی مسجد واقع غوثیہ کالونی، والٹن لاہور کینٹ میں کئی سال تک جمعۃ المبارک کے خطابات سے خواص وعوام کو خوب سیراب کیا نیز خصوصی محافل میں عید میلاد النبی ﷺ، شب معراج اور شب برأت کے علاوہ پیرومرشد مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے عرس مبارک پر خصوصی خطاب فرمایا کرتے۔

وصال پُر ملال:

مسلسل علالت کے باعث ۲۸؍جمادی الاول ۱۴۰۴ھ/۱۴؍نومبر ۱۹۹۳ء کو وصال ہوا۔ نماز جنازہ حاجی محمد افضل چغتائی اشرفی نے پڑھائی۔[۱]

---

[۱] محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مسعودی، زیر طبع لاہور ۲۰۰۸ء

پیر عبدالخالق فاروقی

ارادت و خلافت:

پیر عبدالخالق فاروقی علیہ الرحمہ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف شیخ طریقت، مصنف و مفسّر حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی علیہ الرحمہ کے خاص مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے ساری زندگی ایک سالک کی حیثیت سے اپنے پیرومرشد کے زیرسایہ گزاری۔ تیس سال تک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں زیرتربیت رہے۔

عبادات و ریاضت:

بالعموم عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ شب بیداری میں اپنی مثال آپ تھے۔

خدمت میں عظمت:

اپنے پیرومرشد کے درویشوں کی خدمت کرتے۔ کسی کو بیٹا بنا لیتے، کسی کو چھوٹا بھائی بنا لیتے، کسی کو درویش، کسی کو فقیر، اسی بہانے سے وہ طالب علموں کی خدمت کرتے رہتے۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی نے اپنی کئی تصانیف انہیں کے زیراہتمام شائع کی تھیں۔ پھر ان کا ذکر جابجا اپنی کتابوں میں کیا، ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔

پیر عبدالخالق فاروقی زندگی بھر اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہے مگر اپنی زبان پر ان کا نام کبھی نہیں لائے۔ صرف ''حضرت صاحب'' ہی کہتے تھے۔ ایک دن ان کے پیرومرشد نے ایک امیر آدمی کے پاس کچھ چیزیں لینے کے لیے بھیجا —— تو جا کر کہنے لگے

کہ ''حضرت صاحب'' نے بھیجا ہے۔تو پوچھا گیا کہ ''کون حضرت صاحب!'' —— تو کہنے لگے: ''نام تو مجھے یاد نہیں، وہ میرے حضرت صاحب ہیں'' —— امیر آدمی بگڑ گیا —— کہنے لگا:

''جاؤ میاں! یہاں کئی ''حضرت صاحب'' پھرتے ہیں''۔

واپس ہوئے تو کہنے لگے: ''تو میرے ''حضرت صاحب'' کو نہیں جانتا تو پھر کس کو جانتا ہے''۔——

واپس آئے۔امیر آدمی کے نوکر نے کہا: ''یہ بابا عبدالخالق ہے، مولانا محمد نبی بخش حلوائی کا درویش ہے'' —— وہ اٹھا، پیچھے دوڑا۔معافی مانگی، گلے لگایا اور حکم بجالایا۔

تربیت کا ایک انداز:

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی علیہ الرحمہ پیر عبدالخالق کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ایک دن پیر عبدالخالق فاروقی کی نماز تہجد قضا ہوگئی۔مولانا نے فرمایا:

''عبدالخالق تم نے نماز تہجد قضا کی ہے، ایک ہفتہ تک ہمارے ساتھ چائے نہیں پی سکتے''۔

مسلکی روایات کے پاسدار:

پیر عبدالخالق فاروقی اگرچہ ایک درویش، مسالکِ طریقت اور عابد شب زندہ دار تھے مگر اعتقادی طور پر اتنے بیدار دل تھے کہ مسجد نبویہ میں عبادات، دینی تقریبات اور سنی روایات پر عمل کرتے اور لوگوں سے عملدرآمد کرواتے۔

مولانا نبی بخش حلوائی ایک طرف نقشبندی سلسلہ کے پیر طریقت تھے تو دوسری طرف وہ ایک شاعر، مصنف اور مفسر قرآن تھے مگر پیر عبدالخالق فاروقی نے سلوک نقشبندیہ کی نہ صرف تربیت حاصل کی بلکہ سلسلہ نقشبندیہ کی ان روایات کی نگرانی کی جو ان کے پیر و مرشد کی مسجد میں ہوتی تھیں۔وہ علی الصبح پانچ ہزار بار درود شریف پڑھانے کا اہتمام کرتے۔

تلاوتِ قرآن میں مصروف افراد کو سہولتیں بہم پہنچاتے۔ عصر کی نماز کے بعد ختم خواجگان میں شرکت کرنے والوں کی نگرانی کرتے۔ کوئی حقہ نوش، سگریٹ نوش یا نامانوس لباس کے ساتھ ختم خواجگان میں شرکت نہ کر سکتا تھا۔ گیارہویں شریف کے ماہانہ ختم کے انتظامات کی نگرانی کرتے۔ طالب علموں کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ یہ سارے انتظامات کرتے وقت وہ غیر متعلق دکھائی دیتے۔ بعض اوقات نمازیوں کے آنے جانے کا خیال رکھتے۔ بدعقیدہ لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکتے تا کہ ان کی وجہ سے مسجد کا امن اور روحانی فضا متاثر نہ ہو۔

ایک خاموش خدمت گزار:

ہم پیر عبدالخالق فاروقی علیہ الرحمہ کا ذکر کر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ عالم نہ تھے، خطیب نہ تھے، واعظ نہ تھے، مدرّس نہ تھے، استاد نہ تھے مگر آج ہم اپنی مساجد، مدارس کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسے خاموش خدمت گزار یاد آتے ہیں۔[1]

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: ماہنامہ جہان رضا، لاہور شمارہ مئی جون ۲۰۰۶ء

علامہ محمد علی نقشبندی

(میانی صاحب)

آپ بیک وقت اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالم دین، حق گو مجاہد، شیریں لسان خطیب، ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرّس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جو ملک کے طول و عرض میں عرصہ سے مسلک اہلِ سُنت والجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب علیہ الرحمہ مذہباً سُنی، حنفی، بریلوی، مشرباً نقشبندی ہیں۔ ساکناً لاہوری و مولداً گجراتی ہیں۔

والد گرامی:

آپ کے والد گرامی غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے، تاہم ضروریاتِ دین کو خوب سمجھتے تھے۔ اپنے دور کے قطب کامل، قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین علیہ الرحمہ (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمہ) سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار شب زندہ دار، خوفِ خدا میں چشم گریاں رکھنے والے اور یادِ خدا میں ہمہ وقت شاغل قلب کے مالک تھے۔

ممدوح علام نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا۔ آپ کے شبانہ معمولات بھی اسی رنگ میں ڈھلے ہوئے تھے۔

والدہ ماجدہ:

آپ کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔ عالم شباب ہی میں

خانوادۂ رسالت مآب ﷺ کی ایک معمر اور ازحد پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بانیاں گجرات سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ اس کا یہ فوری اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کوٹھڑی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزار دیئے۔

پھر ان کی ساری عمر ترکِ دنیا میں گزری، کبھی نیا کپڑا نہ پہنا البتہ جو پوشش بھی زیب تن کیا وہ اُجلا اور پاکیزہ ہوتا۔

روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے دریا دل اور سخی تھیں جو ہاتھ میں آیا راہِ خدا میں لوٹا دیا —— انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی۔ وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں اور ہزار سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب ممدوح علاّم نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال گنج، لاہور) قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ یہاں آپ جامعہ کے طلباء سے قرآن کریم کا ثواب جمع کرتیں۔ روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے۔ آپ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں حتیٰ کہ ''مائی گیارہویں والی'' ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے ازحد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب لیتیں اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے ممدوح علاّم کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا اور طلباء میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھے اور ساتھ ہی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کا وصال ۱۹۸۳ء میں ہوا۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلانے کا وقت آیا مشہور واقعہ ہے کہ خاندان کی عورتوں نے جو نہلا رہی تھیں، محسوس کیا کہ آپ کا دل دھڑک رہا ہے۔ وہ ان کا قلب ذاکر تھا جو ہنوز مصروفِ ذکرِ خدا تھا۔ قبرستان میانی صاحب میں ان کا مزار پُر انوار ہے۔ ان کے

وصال پر انہیں ایصالِ ثواب کے لیے قرآن کریم کا اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی اینٹیں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پرہیز گار اور شب زندہ دار ماں کی تربیت کا ممدوح علّام کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا۔

ولادت باسعادت:

مولانا الحاج محمد علی صاحب علیہ الرحمہ ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مضافاتِ شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

جب آپ کی عمر سات برس ہوئی اور ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ جو ایک ولیہ کاملہ تھیں، نے محسوس کیا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے' لہٰذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چکوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا۔ صحیح سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے۔ اس عرصہ میں صرف قرآنِ مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے تھی کہ جب یہ خیال آتا کہ کیا ساری عمر یونہی گزر جائے گی تو آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں —— ایک دن آپ کسی کو بتلائے بغیر گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفیٰ صاحب پٹن وال ضلع جہلم قرآنِ مجید حفظ کراتے تھے۔ آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔

یہاں دفعتاً ایک دن خیال آیا کہ غدر کا زمانہ ہے اور حالات مخدوش ہیں۔ والدین کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کہیں شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی ـــــ لہٰذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا:

"میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں، تلاش کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ قرآنِ پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آ جاؤں گا"۔

خط پر "موہنا ڈپو" کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے اور تلاش کرتے کرتے میانہ گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے، لہٰذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر حصول علم کا وہی اشتیاق موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہڑ مضافاتِ منڈی بہاؤالدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان، تجربہ کار استاد حافظ فتح محمد مل گئے۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ واقع اجووال لے گئے۔ آپ کو بڑی محنت و جانفشانی سے قرآنِ مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔ حصولِ علم کے لیے آپ کی تڑپ اور میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علومِ دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامتہ الدھر جامع المعقول والمنقول حضرت پیر سیّد جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی۔ آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کھیوالی، نحو میر اور شرح مأۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تکمیل تعلیم:

بعد ازاں حضرت علامہ محمد علی صاحب دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخل ہوئے جہاں بحر العلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامۂ زماں حضرت مولانا غلام

رسول رضوی فیصل آبادی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ علامہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت وشفقت سے پڑھایا۔ آپ نے انہی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ حضرت ممدوح کا بیان ہے:

> ''جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ علامہ مولانا غلام رسول صاحب نے فرمائی اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو''۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد آپ نے اورینٹل کالج، لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضل عربی کا امتحان پاس فرمایا۔ پھر حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی صاحب کی وساطت سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز سے اکتسابِ حدیث کے بعد سندِ حدیث حاصل کی۔

آپ کے دیگر اساتذہ میں استاذ العلماء مولانا حافظ محمد نواز، شیخ المحدثین زبدۃ العارفین حضرت سیّد ابوالبرکات سیّد احمد قادری، مولانا حافظ فتح محمد، مولانا حافظ غلام مصطفیٰ علیہم الرحمہ اور دیگر بزرگوں کے اسماء شامل ہیں۔[1]

سلسلہ معاش:

اوائل عمری میں مختلف مدارس میں قرآنِ مجید ناظرہ پڑھ کر جب گھر واپس آئے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔ گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہربنس پورہ کے قریب ہوائی جہاز چھاؤنی میں ملازم ہو گئے۔ اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

پھر ایک عرصہ تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ کھیتی باڑی میں مصروف رہے۔ عبادت گزار نیک ماں باپ کی سعادت مند اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ فضل الٰہی شامل حال

---

[1] مکتوب حافظ رضائے مصطفیٰ نقشبندی محررہ از لاہور ۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ راگست ۲۰۰۸ء بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

ہوا تو کھیت میں ہل چلانے والا یہ جوان آنے والے وقت کا عظیم مصنف، شیخ الحدیث بہت بڑے علمی ادارے کا ناظم اور ہزاروں اہلِ علم کا استاد ثابت ہوا۔!

مرشد کامل کی جستجو:

دوران تعلیم مرشد کامل کی تلاش ذہن میں آئی۔ اپنے استاد مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب (خطیب اعظم علی پور چٹھہ) کی معیّت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالا شریف حاضر ہوئے۔ سراج السالکین قدوۃ العارفین قدس سرہٗ العزیز، پیر سیّد نورالحسن شاہ بخاری صاحب قدس سرہٗ العزیز (اکمل واعظم خلیفہ مجاز سلطان العارفین، قطب زماں اعلیٰ حضرت قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری صاحب علیہ الرحمہ) نے آپ کو دیکھ کر فرمایا: ''آپ حافظ قرآن ہیں'' —— پھر جواب سے پہلے خود ہی فرما دیا: ''ہاں! آپ حافظ قرآن تو ہیں'' —— پھر فرمانے لگے: ''آپ کس لیے آئے ہیں؟'' —— عرض کیا: ''حضور! اللہ اللہ سیکھنے حاضر ہوا ہوں''۔ حضرت خواجہ پیر سیّد نورالحسن شاہ بخاری صاحب نے فرمایا: ''آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے'' —— آپ نے عرض کیا: ''ہاں حضور! حاضر ہوا تھا''۔ حضرت شاہ صاحب کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔

دراصل واقعہ یہ تھا کہ جب آپ اجووال میں قرآنِ مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا ایک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر کیلیانوالا شریف حاضر ہوا تھا۔ راستے میں دورانِ گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا:

''حافظ صاحب! بھلا مرشد کیسا ہونا چاہیے؟''

آپ نے فرمایا:

''ایسا جسے کم از کم اتنی خبر تو ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت لیے آ رہا ہے''۔

جب یہ دونوں حضرات حاضر بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔ حضرت شاہ صاحب خطبہ کے لیے منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیت قرآنی ھو الذی ارسل رسولہ

ل ایضاً بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

بالھدیٰ تلاوت فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیر وہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آ رہا ہے مگر دوستو! آزمائش اچھی بات نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرًا (مومنوں کے متعلق حسن ظن رکھو)''۔

حدیث پاک پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی اپنے ساتھی کو پیچھے کر دو کیونکہ چوہدری صاحب داڑھی مُنڈ ھے تھے۔

اگلی صبح زائرین کو واپسی کے لیے اجازتیں ملنے لگیں۔ سب سے آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے، پھر کبھی آ جائیں''۔

اس طرح علامہ محمد علی صاحب کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ شیخ کامل یہی ہیں اور بہرصورت ان سے اکتسابِ فیض کرنا چاہیے۔ حضرت قبلہ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے:

''حافظ صاحب! کوں کوں نہ کیا کرو۔ تہجد پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہو گی''۔

اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت ممدوح قانونچہ کھیوالی پڑھتے تھے تو رات کو اُٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستے دہرایا کرتے تھے، جس کو شیخ وقت نے ''کوں کوں'' سے تعبیر فرمایا۔

یہ آپ علیہ الرحمہ کا کشف باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''حافظ صاحب! جلدی گھتی مارنا'' ——— یعنی جلدی آنا ———

اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر شیخ کی درگاہ پر پہنچے تو حضرت شیخ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرما دیا اور ساتھ ہی فرمایا:

مصر

''حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھتی مارنا''——یعنی بہت جلدی آنا۔
اگلے جمعہ آپ نے حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرت شیخ کیلانی اس دارِفانی سے پردہ فرما گئے۔

اجازات وخلافت:

آپ کو درج ذیل اہل اللہ سے سند خلافت عنایت ہوئی:

(۱) قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رضوی علیہ الرحمہ

(۲) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری علیہ الرحمہ (بانی حزب الاحناف، لاہور)

قطب مدینہ نے آپ کو دستار مبارک بھی عنایت فرمائی جو ابھی تک حضرت محقق اسلام کے خاندان کے پاس محفوظ ہے۔[۱]

دارالعلوم رسولیہ شیرازیہ کا قیام:

۱۹۶۳ء میں بلال گنج لاہور میں امیر روڈ پر ایک قطعہ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مکرم ومحترم استاد قبلہ علامہ مولانا غلام رسول رضوی صاحب کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام ''دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ'' تجویز فرمایا۔
آپ نے بلال گنج میں اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ خواجگان پیر سیّد نورالحسن شاہ بخاری گیلانی علیہ الرحمہ کے نام مبارک سے ''مکتبہ نوریہ حسینیہ'' قائم فرمایا۔ آپ کی تصانیف اس مکتبہ سے شائع ہوئیں۔ سب سے پہلی تصنیف ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔[۲]

اولاد امجاد:

آپ کی شادی موضع کولوتارڑ گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں جو کہ قرآن کریم کی حافظہ ہیں۔

---

[۱] مکتوب حافظ رضائے مصطفیٰ نقشبندی، محررہ ۲۸ راگست ۲۰۰۸ء بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

[۲] ایضاً

(۱) مولانا قاری حافظ محمد طیب: آپ ایک مستند عالم دین، فاضل علوم دینیہ، فاضل قرأتِ سبعہ اور فاضل عربی ہیں۔ آپ متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔[۱] آپ آج کل انگلینڈ میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی تقریر وتحریر میں حضرت مصنف کا اندازِ بیان اور زورِ استدلال نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے۔

(۲) مولانا حافظ رضائے مصطفیٰ (۳) مولانا حافظ احمد رضا (۴) حافظ محمد رضا

سب سے بڑی صاحبزادی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ تعلیم البنات میں تعلیم دے رہی ہیں۔

حج بیت اللہ شریف:

حج بیت اللہ شریف کے لیے آپ نہ جانے کتنی بار تشریف لے گئے۔ پہلی بار آپ نے ۱۹۵۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت کی۔ یہ سفر براستہ خشکی تھا۔ ہر سال مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف کی سعادت حاصل ہوتی۔

خطابت:

آپ شیریں لسان خطیب تھے —— آپ نے کم وبیش اٹھارہ سال تک مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت، نارووال ضلع سیالکوٹ میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اس

---

[۱] جن میں سے چندایک یہ ہیں:

(۱) ترجمہ: ''الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ المبشرہ'' —— چار مجلدات (عشرہ مبشرہ صحابہ کرام کے مناقب ومحامد پر مشتمل حضرت محب طبری علیہ الرحمہ کی مشہور آفاق کتاب۔)

(۲) ترجمہ وتشریح شرح الشاطبیہ (امام شاطبی علیہ الرحمہ کی قرأت کے متعلق مشہور زمانہ کتاب جسے القصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں)، ۲ جلد

(۳) الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ: (نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن وحدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ۔)

(۴) جشن میلاد قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

(۵) سیرت صحابہ شیعہ کتب کی روشنی میں۔

(۶) تفسیر بینات القرآن (۴ مجلدات)، (۷) خلاصہ شیعہ مذہب (۸) ترجمہ الکبائر الامام ابوبکر ہیثمی۔

مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآنِ مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔[1]

۱۹۵۴ء میں جامع مسجد تکیہ سادھواں نزد چوک رنگ محل میں بھی بطور خطیب رہے۔[2]

ردِ شیعہ کے مناظر:

آپ کی دیگر حیثیات سے بڑھ کر ردِ شیعیت کے مناظر کے طور پر آپ کی ذات مسلمہ و جانی پہچانی ہے۔ آپ نے شیعیت کا ہر پہلو سے رد کیا ہے اور اہلِ بیت کرام کی شان اجاگر کرتے ہوئے ان کے فضائل و محامد بیان کئے ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں جب آپ جامع مسجد تکیہ سادھواں میں خطیب مقرر ہوئے۔ اندرون موچی گیٹ لاہور میں چوک نواب صاحب میں اہلِ تشیع کا عرصہ سے بہت بڑا گڑھ ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں سے مڈبھیڑ رہی۔ اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ بھی ہوا —— بلکہ ایک دفعہ تو اہلِ تشیع کے نامور مقرر و مناظر مولوی محمد اسماعیل شیعہ سے کڑہ ولی شاہ میں مناظرہ ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح دلائی۔

اس کے بعد آپ کے ساتھی علماء نے آپ کو مذہب شیعہ کے بارے میں ایک مفصل کتاب تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور پُر زور مطالبہ کیا کہ آپ اس عظیم بوجھ کو اٹھائیں۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کی حقیقت و واقفیت سے بہم کم علماء واقفیت رکھتے

۱۔ محمد صابر علی صابر رضوی: حافظ: تعارف مصنف ''فقہ جعفریہ'' جلد اول، مطبوعہ لاہور

۲۔ محمد علی، حافظ علامہ: وجہ تصنیف فقہ جعفریہ، ج۔ ص ۳۲، مطبوعہ لاہور

ہیں (راقم نے جب ۱۹۵۷ء میں زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر ایران سے مذہب شیعہ کی معتبر کتب کثیر تعداد میں خریدیں۔ کافی عرصہ تک ان کتب کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا، شانِ صحابہ اور مقاماتِ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے آپس میں تعلقات اور دیگر بہت سے مسائل کے بارے میں بڑا گراں مایہ مواد حاصل ہوا) کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ ذہنی اور کتابی سرمایہ و ذخیرہ تمہارے تک ہی محدود رہے اور مخلوقِ خدا اس کے فائدہ عظیمہ سے محروم رہے —— راقم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب ضرور ایک کتاب لکھوں گا کیونکہ بڑے بڑے اولیاء اور علماء کی دعائیں میرے ساتھ ہیں (ان میں خاص طور پر حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ، ان کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی اور سیّد محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالا شریف قابلِ ذکر ہیں)۔—— آپ کے پیر خانے سے سیّد محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی نے آپ کی مساعی کو سراہتے ہوئے دعائیں دیں اور فرمایا:

> ''آپ نے عظمت صحابہ، مقاماتِ اہلِ بیت، شانِ خلفائے راشدین اور ان حضرات کے آپس میں خوشگوار تعلقات کو بادلائل واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش وسعی فرمائی ہے اور معاندین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیئے ہیں اور یہ میری پرانی تمنا تھی جس کو تم نے پورا کر دیا —— ہمارا ایمان ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی فیض حاصل ہوتا ہے، سب صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے واسطہ و وسیلہ سے ہوتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی کو بھی صحابہ کرام کے وسیلہ کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا''۔[1]

چنانچہ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے روحانی تصرفات سے مذہب شیعہ کے رد میں کتابوں کے انبار لگا دیئے۔

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال ۲۸ رصفر المظفر ۱۴۱۸ھ/۱۴ ر جولائی ۱۹۹۶ء کو بروز اتوار بعد نماز

[1] محمد علی، حافظ علامہ: وجہ تصنیف ''فقہ جعفریہ'' جلد اول، مطبوعہ لاہور

مغرب ہوا۔ تریسٹھ سال کی عمر میں نماز مغرب ادا کرنے کے بعد حسب معمول نوافل اوابین ادا کر کے رب اغفر و ارحم و انت خیر الراحمین کا ورد کرتے ہوئے داعیٔ اجل کو باوضو لبیک کہا۔[۱]

آپ کو قبرستان میانی صاحب لاہور میں ان کی والدہ ماجدہ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔[۲]

آثار علمیہ:

آپ نے ناموس صحابہ کے دفاع اور رافضیت کی تردید میں عظیم شاہکار تحقیقی کتب تحریر فرمائیں۔ ان کتب کو دفاع ناموس صحابہ میں وہ عظیم کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے جس کی مثال ڈھونڈے نہ ملے گی۔ ہر مکتب فکر کے جید علماء نے ان کتب کی تحقیق، انداز اور افادیت پر ٹھوس تعریفی تبصرے اور تقریظات لکھی ہیں حتیٰ کہ خود شیعہ علماء نے تسلیم کیا کہ ردشیعیت پر یہ ایک علمی اور تحقیقی کام ہے اور سنجیدہ انداز میں قلم اٹھایا گیا ہے۔[۳]

(۱) تحفہ جعفریہ (۵ جلدیں):

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے محامد و مناقب کا قرآن کریم اور شیعہ کتب سے ثبوت اور خلفاء راشدین پر شیعوں کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات کی شیعہ کتب کی روشنی میں نہایت محققانہ تردید۔

(۲) عقائد جعفریہ (۴ جلدیں):

شیعہ فرقہ کے تمام بنیادی عقائد منجملہ تحریف قرآن، امامت، تقیہ، تبرا وغیرہ پر مفصل گفتگو۔ شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ فرقہ نہایت گھناؤنے عقائد کا حامل ہے

۱۔ مکتوب حافظ رضائے مصطفیٰ نقشبندی، محررہ ۲۸ راگست ۲۰۰۸ء بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

۲۔ محمد طیب نقشبندی، حافظ: تعارف شارح "موطا امام محمد، جلد اول، فرید بک سٹال لاہور

۳۔ محمد طیب قاری، ابتدائی باتیں، شرح موطا امام محمد (جلد اول) مطبوعہ لاہور، للعلامہ محمد علی نقشبندی

جن کا ایک عام مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(۳) فقہ جعفریہ (۴ جلدیں):

اس میں شیعہ فرقہ کی فقہ جعفریہ کے ایک ایک جزو کا رد کیا گیا ہے۔ نہایت عالمانہ محققانہ انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ فقہ جعفریہ نہایت گھناؤنے، شرمناک اور نا قابلِ عمل بلکہ نا قابلِ یقین مسائل پر مشتمل ہے۔

(۴) دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ (۲ جلدیں):

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی ذاتِ گرامی پر شیعوں اور شیعہ نما سُنیوں کی طرف سے وارد کردہ اعتراضات والزامات کی تردید پر دادِ تحقیق۔

(۵) میزان الکتب:

شیعہ فرقہ کی لکھی گئی اُن کتب کی تحقیق جنہیں وہ اہلِ سُنت کی معتبر کتب قرار دے کر ان سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۶) نور العینین فی ایمان آباء سیّد الکونین:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کے تمام آباء واُمہات کے مسلمان اور اعلیٰ پایہ کے اہلِ ایمان ہونے پر دلائلِ قاہرہ کا گرانمایہ تحفہ۔

(۷) تعارف سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

(۸) قانونچہ رسولیہ:

درس نظامی کے مبتدی طلباء اور مدرّسین کے لیے عربی صرف کے قواعد وقوانین کی تشریح میں لکھی جانے والی عام فہم کتاب۔

(۹) منکرینِ وجوب اللحیہ کا شرعی محاسبہ:

داڑھی رکھنے کے وجوب پر دلائل قاہرہ اور منکرین کے شکوک کا ازالہ۔

(۱۰) شرح موطاء امام محمد (۴ جلدیں):

اسے ۱۹۹۱ء سے شروع کر کے ۱۹۹۳ء میں مکمل کیا۔

(۱۱) شانِ اہلِ بیت اور دشمنانِ اہلِ بیت کا محاسبہ:

فضائل اہلِ بیت، واقعہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مجاہدانہ کردار اور یزید پلید کی بدکرداریوں پر بے نظیر تحقیقی کتاب۔

صاحبزادہ حافظ سیّد محمد ارشاد حسین شاہ

(پیر کالونی، والٹن کینٹ)

آپ پیر سیّد چراغ علی حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تیسری بیوی سے پانچویں صاحبزادے تھے۔

حلیہ شریف:

بچپن ہی سے نیک خصلت اور خوش خصال تھے۔ نورانی بشرہ اور جمالی طبیعت تھی۔ تبسم سے معمور فراخ چہرہ تھا، حلیم الطبع تھے۔ گفتگو میں بڑی حلاوت اور اپنے والد بزرگوار جیسی شیرینی تھی۔ سینہ انوار قرآن سے روشن اور ہونٹ تلاوت قرآن سے معمور رہتے تھے۔ حافظ قرآن تھے، قرأت میں بلا کی روانی اور یادداشت قابلِ رشک تھی۔ آواز میں اتنا سوز تھا کہ آپ کی قرأت سننے کے بعد شاید ہی کوئی دل متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا، شاید ہی کوئی آنکھ ہو کہ اشک بار نہ ہوتی ہو۔

تعلیم و تربیت:

حافظ محمد عبداللہ صاحب، حافظ محمد ابراہیم اور حافظ محمد طفیل سے شرفِ تلمذ تھا۔ پرائمری تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ تقریباً بارہ سال کی عمر سے اپنے والد بزرگوار کی معیّت و صحبت اختیار کی۔ ان کے وصال (۱۹۶۹ء) تک شب و روز خدمت ہی میں رہے۔ ساری اولاد سے بڑھ کر محبوب و منظور نظر تھے۔ تقریباً تیس سال تک والد گرامی کی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد مریدین میں آپ ہی سب سے زیادہ مقبول و منظور نظر تھے۔

قرآن کریم سے محبت:

آپ اپنے والد گرامی کے فیضان سے علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ حفظ قرآنِ مجید کی سعادت حاصل ہونے کے بعد ہر سال ۲۷ رمضان المبارک (شب قدر) کو والد گرامی کی زندگی میں نماز تراویح میں قرآنِ مجید پڑھتے رہے۔ یہ سلسلہ ان کے وصال کے بعد بھی دربار عالیہ سے منسلک مسجد میں جاری رہا۔ اس کے علاوہ ۲۱ رمضان المبارک کو مراڑہ شریف میں بھی شبینہ سناتے رہے۔ آپ پورا قرآنِ پاک ساڑھے تین گھنٹوں میں ایک ہی رکعت میں بآسانی پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ کا شبینہ سننے کے لیے لوگ بڑے شوق سے دور دراز علاقوں سے بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ جس شب آپ امامت فرماتے، اس شب مسجد کی رونق بڑھ جاتی۔

عرصہ دراز سے ہر سال رمضان شریف میں اکٹھ قرآنِ مجید ختم فرماتے تھے۔ رمضان کے علاوہ سفر ہو یا حضر، دو روز میں ختم قرآن کا معمول تھا۔

عادات و اخلاق:

سادگی پسند، مہمان نواز، رقیق القلب، ملنسار اور متواضع تھے۔ اخلاق میں سیرت نبوی ﷺ کا خاص خیال فرماتے۔ صابر و شاکر رہتے، کبھی کسی کا شکوہ نہ کرتے۔ دوسروں کی زیادتی کا جواب حسنِ اخلاق اور مہربانی سے دیتے۔ شخصیت اخلاقِ جمیلہ سے مزین اور انتہائی پرکشش تھی۔ بڑی مثبت سوچ رکھتے تھے، ہمیشہ تعمیری کردار ادا کرتے۔ نمود و نمائش سے دور رہتے تھے۔ امورِ دنیا سے استغناء حاصل تھا۔

والد گرامی کی چلتی پھرتی تصویر:

آپ شکل سے، عمل سے، ہر طرح سے اپنے والد گرامی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

آپ کے والد گرامی اکثر فرمایا کرتے:

”میاں جتھے نِکے آجان، سمجھو میں ای آ گیا آں“

وہ آپ کو محبت سے نِکے یعنی چھوٹے میاں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ اہل اللہ اور علماء کی نہ صرف قدردانی کرتے بلکہ غایت درجہ تکریم بھی فرماتے تھے۔

خلافت کی سعادت:

طریقت میں درجہ بہت بلند تھا۔ پاکباز اور پاک باطن تھے۔ حضرت پیر سیّد چراغ علی شاہ صاحب کے تمام خلفاء اس بات کا برملا اظہار کرتے کہ حافظ سیّد ارشاد حسین شاہ ہماری بزم کے چاند ہیں۔

جب آپ کے والدگرامی نے آپ کو خلافت عطا کی تو فرمایا:

''یہ میری طرف سے ہے۔ میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں بھی عرض کر دی ہے کہ تمہیں وہاں سے بھی دستار عطا ہو اور یہ عرض منظور ہو گئی ہے''۔

پیر سیّد چراغ علی شاہ صاحب کے وصال کے بعد موضع گڑھی شاہ حبیب ضلع گجرات کے نمبردار حاجی محمد عالم صاحب ایک دستار لے کر حافظ صاحب کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے:

''میں روضہ نبوی ﷺ کی حاضری کے موقع پر مواجہہ شریف کے سامنے صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا کہ ایک اجنبی شخص آیا۔ اس نے مجھے یہ دستار دے کر کہا کہ یہ دستار نبی کریم ﷺ کی طرف سے حافظ سیّد محمد ارشاد حسین کو پہنچا دو''۔

اسی طرح سے نارووال ضلع سیالکوٹ سے ماسٹر عنایت اللہ نے حج سے واپسی پر ایک جُبہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور بیان کیا:

''یہ بارگاہِ نبوی ﷺ سے آپ کے لیے ملا ہے''۔

حج کی سعادت:

صاحبزادہ صاحب جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو حرمین شریفین میں آپ کا خصوصی اکرام واہتمام ہوا۔ آپ کے لیے مسجد نبوی ﷺ شریف میں کوئی اجنبی

شخص پہلے ہی سے مصلیٰ بچھائے رکھتا۔ قیام مدینہ کے دوران ہر روز ایک قرآنِ پاک پڑھ کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش کرتے رہے۔ مشائخ مدینہ میں سے مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ) نے آپ کی نہ صرف مہمانداری کی بلکہ آخر تک اپنے ہاں قیام کے لیے مُصر رہے —— آپ کی یہ مقبولیت دیکھ کر اہلِ مدینہ بھی آپ کی دست بوسی کرتے۔

وسیع حلقہ ارادت:

آپ کا حلقہ ارادت انتہائی وسیع ہے۔ آستانہ عالیہ چراغیہ کا وقار آپ کی بابرکت شخصیت سے مزید بلند ہوا۔

عوام الناس میں آپ ''حافظ جی سرکار'' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ قلیل طعام و قلیل منام آپ کی عادت تھی۔ نعت شریف پڑھتے تو محفل میں ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔

مریدین کے احوال سے باخبر رہتے، انہیں کسی غمی خوشی کے موقع پر تنہا نہ چھوڑتے۔ زندگی کے آخری ایام میں بیماری کے باوجود ہشاش بشاش نظر آتے۔ چہرے پر جاذبیت قابلِ رشک تھی جسے دیکھتے رہنے میں سکون اور طمانیت حاصل ہوتی۔
مجلس میں بیٹھے باتوں ہی باتوں میں تربیت فرما دیا کرتے تھے۔ آپ انتہائی شفیق اور ہمدرد تھے۔ کشفی کیفیت بہت اچھی تھی۔ دلوں کے احوال جان لینا ان کا معمول تھا۔ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرنے کے باوجود عربی اور فارسی پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اردو اور انگلش زبان کے معاملے میں بھی یہی حال تھا۔ اہم علمی اور فقہی نکات بڑے آسان پیرائے میں بیان فرما دیتے۔ مہمان نوازی نمایاں وصف تھا۔ ہر آنے جانے والے کا خیال ہمہ وقت رہتا۔

وصال پُر ملال:

کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۹ رشعبان المعظم ۱۴۰۸ھ/۱۰ ر دسمبر ۱۹۹۷ء بروز بدھ

بوقت صبح جناح ہسپتال' لاہور میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کو اپنے والد گرامی کے مزار کے باہر (مشرق کی جانب) قدموں کی طرف دفن کیا گیا۔[1]

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے عطا فرمائے۔

صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ——سیّد سعید الحسن شاہ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ چراغیہ)[2]
- ——سیّد انوار الحسن شاہ
- ——سیّد فیض الحسن شاہ
- ——سیّد مرصاد الحسن شاہ

---

[1] ریاض احمد، مرزا: نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور اشاعت ثانی ۲۰۰۳ء

[2] صاحبزادہ سیّد سعید الحسن شاہ صاحب آج کل صوبائی وزیر امور مذہبی و اوقاف ہیں۔ آپ نے علوم اسلامیات میں ایم۔اے کیا ہے۔ آپ ہی اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں —— طاہر

آپ کے دادا جان پیر سیّد چراغ علی شاہ رحمۃ کو اپنے پوتوں میں سے آپ سے خصوصی پیار تھا۔ یہ م طفولیت میں وہ آپ کو اکثر اپنے پاس ہی رکھتے تھے اور غایت درجہ مہربانی فرماتے تھے۔ (نجم الہدیٰ)

صاحبزادہ سیّد محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ

(پیر کالونی، والٹن کینٹ)

آپ پیر سیّد چراغ علی شاہ علیہ الرحمہ کی تیسری بیوی سے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے نیک فطرت اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ طبیعت میں نرمی، گفتار میں شیرینی اور لباس میں سادگی اور لبوں پر تبسم ان کی خصوصیّت تھی۔

مروّجہ علوم کی تحصیل:

ابتداء میں ظاہری علوم کے حصول میں مصروف رہے۔ گورنمنٹ ہائی سکول ظفروال سے ۱۹۵۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسلامیہ کالج' نارووال سے ۱۹۶۱ء میں انٹر کا امتحان پاس کیا۔ گریجوایشن کے لیے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور میں داخلہ لیا۔ اسی دوران آپ کے عظیم والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ یوں آپ سلسلہ تعلیم مزید جاری نہ رکھ سکے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اساتذہ اور طلباء میں یکساں محبوب تھے۔

والدِ ماجد کی سجادہ نشینی:

والد گرامی کے وصال کے بعد صاحبزادگان علی پور شریف و جملہ متوسلینِ آستانہ عالیہ کا صاحبزادہ سیّد ارشاد حسین شاہ کو مسند سجادگی پر بٹھانے کا خیال تھا۔ برادر گرامی قدر صاحبزادہ سیّد ارشاد حسین شاہ کے کہنے اور جملہ صاحبزادگان کے اتفاق سے مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ طبیعت پر اس کا مثبت اثر پڑا۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں تبلیغ وارشاد کے لیے بروئے کار لانا شروع کر دیں۔

اخلاق و اطوار:

دنیاوی معاملات اور انتظامی امور کو بخوبی سمجھتے تھے۔ حالات کو سلجھانے کا خوب ملکہ رکھتے تھے۔ ہر کس و ناکس سے خوش اسلوبی سے پیش آتے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آستانہ عالیہ کے متوسلین اور دیگر اہلِ سُنت احباب کی دینی اور دنیاوی مشکلات کو حل کرنے میں کوشاں رہتے۔

ایک باہمت اور باحیا انسان تھے، مستقل مزاج، اچھے منتظم تھے۔ طبیعت پر جمالیت کا غلبہ تھا۔ عشقِ رسول ﷺ سے مخمور تھے۔ قرآنِ پاک اور نعتِ رسول مقبول ﷺ سے خصوصی محبت تھی۔

حج کی سعادت:

حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ سے دوبار مشرف ہوئے۔ جماعت اہلِ سُنت کی بھرپور حمایت فرماتے رہے۔ آپ دینی اور روحانی اجتماعات کی رونق تصور کیے جاتے تھے۔ بہت ہی باہمت اور کمال اوصاف سے مزین تھے۔

نگاہ کی اثر آفرینی:

آپ کا حلقۂ ارادت وسیع تھا۔ روحانیت میں سریع الاثر تھے۔ جس پر نگاہ فرماتے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی۔ اسی وجہ سے مریدین دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔ آوارہ منش نوجوانوں کو نگاہِ کرم سے پابند صوم وصلوٰۃ بنا دیا۔

حالتِ بیداری میں زیارت:

والد گرامی قدر پیر چراغ علی شاہ کی نسبت کا فیض تھا کہ بچپن ہی سے بیداری کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے بالعموم مشرف ہوتے رہتے تھے۔

مخلوقِ خدا کی روحانی اصلاح کے لیے شب و روز متفکر اور سرگرداں رہتے۔ ہر دکھی کی مدد کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے۔ مجاہدات کی وجہ سے صحت تیزی سے خراب ہونے لگی۔ خرابئ صحت عوام الناس کی دستگیری میں حائل نہ ہو سکی۔ بہت ہی بلند پایہ شخصیت کے

حامل تھے۔

وصال پُر ملال:

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ/۱۶؍جنوری ۱۹۹۹ء نماز مغرب آستانہ عالیہ چراغیہ پیر کالونی، والٹن ہی میں وصال فرمایا۔ آپ کو والد گرامی کے مزارِ اقدس کے اندر دائیں پہلو میں دفن کیا گیا۔[1]

اولادِ امجاد:

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- سیّد احسان المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ
- سیّد عثمان المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ
- سیّد ذیشان المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ

سیّد ذیشان المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ سب سے چھوٹے ہیں اور وہی آپ کے سجادہ نشین ہیں۔[2]

---

[1] ریاض احمد، مرزا: نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

[2] بروایت مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی

مولانا سیّد محمد الیاس زیدی مظہری
(کاہنہ نو)

سلسلۂ نسب:

آپ کا خاندانِ سادات حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتا ہے اور سلسلۂ نسب ۳۲ ویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

آباؤ اجداد:

آپ کے مورثِ اعلیٰ میر سیّد ابوالفراس علیہ الرحمہ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ہمراہ شہر واسط، غزنی سے ہندوستان تشریف لائے —— آپ کے واسط واپس جانے پر آپ کے فرزند میر سیّد مسعود علیہ الرحمہ نے شہر سیّد شاہ پور آباد کیا جو کہ ریاست پاٹودی ضلع گڑگانواں میں واقع ہے۔

مسجد کی تعمیر و امامت:

مولانا سیّد محمد الیاس زیدی کے والد گرامی سیّد ارشاد علی قصبہ سیّد شاہ پور سے قصبہ سیّد بہاؤ الدین نگر آ کر آباد ہوئے۔ انہوں نے یہاں آ کر ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اس کی امامت خود ہی کراتے تھے —— معاشی سلسلے میں زمینداری سے گزر اوقات ہوتی تھی۔

ولادت باسعادت:

مولانا سیّد محمد الیاس زیدی صاحب کی ولادت ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں قصبہ سیّد بہاؤ الدین نگر میں ہوئی۔ یہ قصبہ دہلی سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس دور میں کوئی با قاعدہ سکول نہیں تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی جو کہ بذاتِ خود عالم تھے۔

۱۹۴۴ء میں ناظرہ قرآنِ مجید قاری سیّد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ قاری صاحب مرشد کریم شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے داماد تھے۔

بیعت کی سعادت:

مولانا الیاس زیدی صاحب ۱۹۴۴ء میں شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی جو کہ جامع مسجد فتح پوری، دہلی کے امام وخطیب تھے، سے بعد نماز مغرب بیعت ہوئے۔ مرشد کریم نے درود شریف اور استغفار پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

پاکستان میں ہجرت:

۱۹۴۸ء میں نقل مکانی کر کے پاکستان آ گئے۔ ٹنڈو محمد خاں، سندھ میں کچھ عرصہ رہ کر لاہور آ گئے اور کاہنہ نو آباد کیا۔ کاہنہ نو میں مسجد ''نور المساجد میواتیاں'' تعمیر کروائی۔ اس کی امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔

سفارتی اجازت وخلافت:

۱۹۶۱ء میں مرشد کریم علیہ الرحمہ پاکستان تشریف لائے تو آٹھ دس ہمراہیوں کے ہمراہ آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کو مرشد کریم نے بیعت فرمالیا اور مولانا الیاس زیدی صاحب کو سفارتی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

وصال پُر ملال:

علالت کے باعث ۸ر جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ/۱۹ر ستمبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار بوقت فجر مولانا الیاس وصال فرما گئے۔

ع   حق مغفرت کرے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں!

---

[1] محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مظہری، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۴ء

حافظ محمد نواز نقشبندی

بے لوث خدمتِ دین:

حافظ محمد نواز نقشبندی، میانوالی سے اُٹھے اور لاہور کے ایک شمالی محلے ''حبیب گنج'' میں سکونت پذیر ہوئے۔ مسجد چھوٹی تھی، محلے کے لوگ غریب تھے مگر حافظ محمد نواز زانو تہہ کر کے اللہ کے گھر میں بیٹھ گئے۔ تنخواہ اور فیس کے بغیر محلے کے بچے حفظ و ناظرہ کی منزلیں طے کرنے لگے اور حافظ صاحب فقر و فاقہ کو اپنائے زندگی کی راہ پر گامزن رہے۔

بیعت و خلافت:

وہ مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی علیہ الرحمہ کی مسجد سٹی کوتوالی میں حاضری دیتے۔ نقشبندی سلوک کی منزلیں طے کرتے۔ حضرت ثانی صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اور مولانا حلوائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثانی صاحب کے خلیفہ مجاز۔

خوش مقال قاری:

حافظ محمد نواز قرآن پڑھتے تو لطف آ جاتا۔ تراویح سناتے تو دریا بہتا سنائی دیتا۔ بڑے خوش گفتار اور خوش رفتار تھے۔ قوت لایموت سے جو کچھ بچتا، غرباء اور درویشوں میں تقسیم کر دیتے۔

کتاب کے شیدا:

کتاب دوست تھے، کتاب والوں سے محبت کرتے، دل پسند اور نایاب کتاب جہاں سے ملتی، خرید لیتے۔ ایک کتاب فروش کے پاس پرانی کتاب دیکھی، دل کو بھا گئی۔ پشمینے کی چادر دکاندار کے حوالے کی، ٹھٹھرتے ہوئے کتاب لے آئے۔ کئی دن بعد پیسے ملے

تو گروی چادر واپس لے آئے۔ آج کا مولوی کتاب کو کب خریدتا ہے۔ وہ تو ''بارہ تقریریں'' پڑھ کر قوم کو خطاب کرتا ہے اور ''وعظ فروشی'' کا بیوپاری بن گیا ہے۔

حافظ محمد نواز تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ ذکر و فکر کی محافل میں وقت گزارنے لگے۔ خوش خط تھے۔ کتابی ذوق کا چسکا ایسا تھا کہ اگر کسی کے پاس نادر و نایاب کتاب دیکھتے تو اسے اپنے قلم سے نقل کر کے جلد کروا لیتے۔ خواہ نقل کرتے کئی ماہ لگ جاتے۔ زندگی گزارتے گئے، مسجد بنواتے گئے، شاگرد بڑھاتے گئے، مقاماتِ سلوک طے کرتے گئے۔

سفرِ آخرت:

جس دن اس دنیا سے رخصت ہوئے تو جنازے کے ساتھ ہزاروں عقیدت مند تھے۔ جنازہ گاہ میں جگہ کم تھی تو انجینئرنگ یونیورسٹی کی گراؤنڈ میں جنازہ ہوا۔

تدفین میں نور پاشی:

دفناتے وقت چالیس حافظانِ قرآن قبر کے اردگرد تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ قبر میں اتارے گئے تو چہرہ نور کی لپٹیں لیے ہوا تھا۔

ے نگاہ میں برق نہ تھی، شکل آفتاب نہ تھی
یہ بات کیا ہے انہیں دیکھنے کی تاب نہ تھی [1]

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مجالس علماء، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء، ص ۱۱۵/۱۱۶ بحوالہ ماہنامہ جہان رضا' لاہور شمارہ جون ۱۹۹۴ء

الحاج مولانا باغ علی نسیم

(کوتوالی مسجد، بیرون دہلی دروازہ)

آپ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی علیہ الرحمہ کے مرید، شاگرد اور سچے جانشین تھے۔ آپ اپنے پیرومرشد کے مدرسہ میں پڑھے۔ آپ مدرسہ، مکتبہ اور کتب خانہ کے مہتمم و منتظم رہے۔

ولادتِ باسعادت:

آپ ۱۹۲۵ء میں ریاست جموں کے ضلع ریاسی کے ایک گاؤں پدمی میں ایک زمیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب چوہدری لہب الدین مرحوم مولانا نبی بخش حلوائی کے مرید خاص تھے۔ مولانا ریاست میں جاتے تو آپ کے ہاں قیام فرماتے۔

تعلیم وتربیت:

مولانا باغ علی صاحب نے مڈل پاس کیا تو ۱۹۳۸ء میں علم دین کی تحصیل میں لاہور پہنچے۔ مولانا کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ حضرت نے آپ کو فارسی درسیات خود پڑھائیں۔ ''مثنوی مولانا روم'' سبقاً سبقاً پڑھی۔

انہی دنوں حضرت مولانا مہر الدین صاحب نے مسجد میں تمام طلباء کو پڑھانا شروع کیا تو مولانا باغ علی صاحب ان اوّلین شاگردوں میں سے تھے جنہوں نے زانوئے ادب تہہ کیا۔ صرف ونحو کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے۔

مولانا منور الدین مرحوم سے صرف ونحو، مولانا محمد دین سے منطق، حافظ عطا محمد بندیالوی صاحب اور مفتی محمد حسین صاحب نعیمی سے فقہ، مولانا غلام نبی گورداس پوری سے بعض دیگر کتب کا مطالعہ کیا۔ استاذ العلماء ابوالبرکات سیّد احمد قادری صاحب سے حدیث پڑھی اور ۱۹۴۶ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں فاضل فارسی اور ۱۹۵۳ء میں عربی فاضل پاس کیا۔

تدریس سے وابستگی:

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا حلوائی کے مدرسہ میں پڑھانے لگے۔ مولانا آپ کو اپنی تالیفات کی املاء دیتے۔ چنانچہ ''الامتیاز بین الحقیقت والمجاز'' (تین ہزار صفحات) —— پنجابی ترجمہ قرآنِ پاک —— ''انواع نبوی ﷺ'' —— ''میلاد النبی ﷺ'' اور ''مجموعہ نعت'' کے مسودات آپ نے املا کیے۔ ''اظہار انکار المنکرین'' کا پہلا ایڈیشن آپ کے اہتمام میں چھپا۔

ہم سبق احباب:

آپ کے ہم سبق حافظ محمد عالم سیالکوٹی، صوفی غلام حسین گوجروی، غلام حسین نوری، مولوی عبدالنبی مفتی جموں، حافظ محمد نواز نقشبندی اور راقم (اقبال احمد فاروقی) خصوصیّت سے قابلِ ذکر ہیں۔

مکتبہ نبویہ، لاہور کے بانی:

حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کے وصال (۱۹۴۴ء) کے بعد آپ مسجد، مدرسہ اور کتب خانہ کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ بڑے متوکل، خدا ترس، کم گو اور محنتی عالم دین تھے، علماء کی قدر کرنے والے۔ ۱۹۶۴ء میں مکتبہ نبویہ کی بنیاد رکھی۔ پہلی کتاب ''الامتیاز'' (علم غیب، تصرف اولیاء اور استمداد) طبع کی —— اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ قرآنِ پاک کنزالایمان طبع کرایا اور پھر اپنے دادا پیر حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کو بڑے خوبصورت انداز میں طبع کرایا۔

اس کتاب نے علماء سے دادو تحسین وصول کی اور مکتبہ کی شہرت سارے ملک میں پھیل گئی۔ مولانا ۱۹۶۸ء میں مکتبہ نبویہ کو باقاعدہ جاری کرنے کے لیے گنج بخش روڈ پر چلے آئے۔ مکتبہ نبویہ نے آپ کے زیر انتظام بڑی بڑی اہم کتابوں کو زیور طبع سے آراستہ کیا۔ ''فتاویٰ رضویہ''—— ''تکمیل الایمان''—— ''مرج البحرین''—— ''اولیاء چشت''—— ''اولیاء سہرورد'' اور پھر ''شواہد النبوۃ'' کے علاوہ بہت سی بلند پایہ علمی کتابیں طبع کرائیں۔

حج کی سعادت:

۱۹۷۴ء میں حج کیا۔ مولانا محمد ضیاء الدین مدنی اور علماء حرمین الشریفین نے آپ کی نظریاتی خدمات کو بڑے اچھے انداز میں سراہا۔

آپ انتھک کام کرنے والے، خاموش خادم دین اور مخلص ناشر کی حیثیت سے سُنی ادب کو خوبصورت انداز میں پھیلانے میں کوشاں رہے اور اس سلسلہ میں دوسرے سُنی مطابع کو اچھی کتاب شائع کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ ان کی اس کوشش نے سُنی مطابع کو اچھی کتابیں چھاپنے اور سُنی قارئین کو دیدہ زیب کتابوں کے انتخاب کرنے کا ذوق بخشا۔[1]

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال ۱۵/ ذیقعدہ ۲۹/ فروری ۲۰۰۰ء کو ہوا اور تدفین مرشد کریم مولانا نبی بخش حلوائی کے پہلو میں کوتوالی مسجد میں ہوئی۔[2]

---

[1] اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلِ سُنت و جماعت لاہور، ص ۳۵۳، ۳۵۴

[2] بروایت مسعود مصطفیٰ (سکنہ: پاک عرب ہاؤسنگ سوسائٹی) (پوتا مولانا باغ علی نسیم)

باب نمبر ۵:

اولیائے کرام ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۹ء

علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی

(مومن پورہ، داروغہ والا)

علمی تبحر، علمی کمال، پاکیزگی اخلاق، حسن سیرت کی خوبیوں سے آراستہ حضرت علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی ایک علمی خاندانی پس منظر رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق ارائیں خاندان سے ہے۔

آباؤ اجداد:

آپ کے دادا مولانا قمر الدین جامع مسجد موضع گوجراں ضلع فیروز پور کے خطیب و امام تھے جبکہ نانا مولانا رحمت علی جامع مسجد موضع چنیاں ضلع فیروز پور کے خطیب و امام تھے۔ ہجرت کے بعد شیخوپورہ کے نواح میں جامع مسجد چک جید نمبر ۱۶ میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے——

آپ کے والد گرامی مولانا عبدالغنی بھی صاحب علم و فضل تھے—— ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور شیخوپورہ کے نواح میں اقامت اختیار کی۔

ولادت:

علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی ۱۹۴۶ء/۱۳۶۴ھ کو موضع گوجراں ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

۱۹۵۱ء میں آپ کی تسمیہ خوانی ہوئی۔ اپنے نانا مولانا رحمت علی سے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھا۔ ساتھ ہی چک جید نمبر ۱۶ کے پرائمری سکول کی تعلیم شروع ہوگئی —— ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول موضع ''بہالے کے''، ضلع شیخوپورہ سے مڈل کی تعلیم حاصل کی۔

درسِ نظامی:

درسِ نظامی کے لیے آپ نے مختلف مدارس سے استفادہ کیا ——

- —— ۱۹۵۸ء میں جامعہ حضرت میاں صاحب، شرقپور شریف میں داخلہ لے کر علوم اسلامیہ کا آغاز کیا —— یہاں مولانا اکبر علی صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔
- —— ۱۹۶۰ء میں مدرسہ الرحمت، گھنگ شریف میں داخلہ لیا۔ یہاں حضرت علامہ عبدالغفور صاحب سے صرف ونحو کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔
- —— ۱۹۶۱ء میں دار المبلغین، شرقپور سے علامہ عبدالغفور صاحب سے ''شرح جامی، قطبی، نور الانوار'' وغیرہ کتب پڑھیں —— اور مولانا سیّد مزمل حسین شاہ صاحب سے ''کنز الدقائق اور فصول اکبری'' کے چند اسباق پڑھے۔
- —— ۱۹۶۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مولانا عبدالغفور صاحب سے ''مسلم العلوم'' —— مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب سے ''ہدایۃ الحکمت اور تلخیص المفتاح'' —— مولانا انوار الاسلام صاحب سے ''شرح الوقایہ'' اور شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (م-۲۰۰۷ء) سے ''مختصر المعانی'' کے چند اسباق پڑھے۔
- —— ۱۹۶۵ء میں جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال (ضلع خوشاب) میں حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی سے ''شرح العقائد، خیالی، حمد اللہ، قاضی میرزاہد، ملاّ جلال، بیضاوی، مشکوٰۃ شریف، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، علم ادب، علم مناظرہ، مختصر

المعانی، مطول، توضیح وتلویح، مسلّم الثبوت" وغیرہ کتب پڑھیں — علاوہ ازیں مولانا عبدالحق بن حضرت علامہ یار محمد (بانی جامعہ مظہریہ امدادیہ) سے "میبذی، ملا حسن اور ہدایہ" پڑھیں۔

دورۂ حدیث وسند فراغت:

۱۹۷۰ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار فیصل آباد میں حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب سے علومِ حدیث کی تکمیل کی اور سند ودستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریسی خدمات:

۱۹۷۱ء میں اپنے گاؤں چک جید نمبر ۱۶ ضلع شیخوپورہ میں جامعہ فاروقیہ رضویہ قائم کر کے تدریسی زندگی کا آغاز کیا — ۱۹۷۶ء میں اپنے استادِ محترم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کے ارشاد پر جامعہ فاروقیہ رضویہ (گجر پورہ، گھوڑے شاہ روڈ، لاہور) کے لیے اپنی تدریسی خدمات وقف کر دیں اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔

خطابت وامامت:

۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۶ء اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے — ۱۹۷۹ء سے جامع مسجد قادریہ، نشتر ٹاؤن، داروغہ والا، لاہور میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔

اداروں کا قیام:

آپ نے مساجد وجامعات کی تعمیر کے سلسلے میں بھی خدمات انجام دیں:

- ۱۹۷۱ء — میں اپنے گاؤں میں جامعہ فاروقیہ رضویہ قائم کیا۔
- ۱۹۹۰ء — میں جامعہ عثمانیہ، بند روڈ، داروغہ والا، لاہور قائم کیا۔
- ۱۹۹۵ء — میں جامعہ صدیقیہ رضویہ میں جامع مسجد قادریہ، داروغہ والا، لاہور کی بنیاد رکھی۔
- ۲۰۰۲ء — میں جامع شیر ربانی اسلامک سینٹر، مومن پورہ روڈ، داروغہ

والا قائم کیا۔

سیاسی خدمات:

آپ سیاسی طور پر جمعیت العلماء پاکستان سے تعلق رکھتے تھے۔اسی جماعت کے پلیٹ فارم سے انہوں نے تحریکِ نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔

بیعت کی سعادت:

۱۹۷۸ء میں مجسمۂ عاجزی و انکساری، سُنتِ نبوی ﷺ کی چلتی پھرتی تصویر، اپنے استاد گرامی قدر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی شرقپوری (م-۲۰۰۷ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

کمال استغناء:

آپ کی حمیّت وخودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری قابلِ ذکر ہے۔آپ کو بعض مرکزی مدارس کی طرف سے معقول تنخواہ کی پیشکش بھی ہوئی لیکن انہوں نے ان کی پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ:

> ''میں محض تنخواہ کی زیادتی کے لالچ میں پہلے مدرسہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس نہیں آ سکتا''۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی دورانِ تعلیم ہی ۱۹۶۹ء میں ماموں بشیر احمد صاحب کی صاحبزادی سے قرار پائی۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں دو لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہوئے۔ چار لڑکے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔دو لڑکیاں اور ایک صاحبزادہ محمد عثمان علی حیات ہیں۔ یہ بیٹا ۱۹۸۱ء میں تولد ہوا۔

آثارِ علمیہ:

تدریس وامامت وخطابت کی متنوع مصروفیات کے باوجود آپ نے قلم وقرطاس

سے رشتہ استوار کیا۔ درج ذیل درسی کتب آپ کے قلم سے نکل کر اہلِ علم سے دادو تحسین حاصل کر چکی ہیں:

(۱) التقریرات شرح اردو المرقات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء، ضخامت ۳۴۹ صفحات

(۲) التقریر پیر النامی شرح اردو الحسامی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۰ء، ضخامت ۸۸۰ صفحات[1]

وصالِ پُر ملال:

آپ کا وصال ۲۰۰۵ء میں ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے استاد محترم اور مرشد کریم حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی شرقپوری صاحب نے پڑھائی۔ جبکہ دعائے مغفرت شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (م۔ ۲۰۰۷ء) نے فرمائی۔ جنازہ میں تمام ممتاز علماء کرام کے علاوہ خلقِ کثیر نے شرکت کی۔ تدفین قبرستان مومن پورہ، داروغہ والا میں ہوئی۔[2]

---

[1] علی احمد سندھیلوی، علامہ مفتی: تعارف مصنف مشمولہ ''التقریرات شرح اردو المرقات'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

[2] بروایت مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی، سکنہ شاہین کالونی، والٹن روڈ، لاہور کینٹ

مولانا مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

(قبرستان شاہ بدر دیوان، گجر پورہ)

استاد العلماء کشتۂ محبتِ خدا، عاشق سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری نقشبندی سراپا ورع وتقویٰ، سادگی و عجز وانکساری کی تصویر تھے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کے دادا میاں جلال دین صاحب درویش منش آدمی تھے، اور شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (شرقپور شریف) سے بیعت تھے —— جبکہ مفتی صاحب کے والدِ ماجد میاں تاج دین صاحب بھی سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت سیّد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے —— نسبی طور پر آپ کا ارائیں خاندان سے تعلق ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۹۳۸ء میں دو گیج ٹاؤن نزد رینجرز ہیڈکوارٹر، لاہور میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول، کینٹ صدر سے حاصل کی۔

دینی تعلیم:

۱۹۵۲ء میں آپ نے شرقپور شریف میں خانقاہ سے ملحقہ مدرسہ ”جامعہ حضرت

میاں صاحب‘‘ میں داخلہ لیا۔ کریما سے لے کر موقوف علیہ تک تمام کتابیں وہاں سے پڑھیں، جبکہ دورہ حدیث دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری علیہ الرحمہ سے کیا۔

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کرام میں درج ذیل اہلِ علم وفضل کے اسماءِ گرامی شامل ہیں:

- ــــ مولانا اللہ بخش
- ــــ حاجی احمد شاہ گجراتی ابن پیر ولایت شاہ گجراتی
- ــــ قاضی محمد یوسف یاغستانی
- ــــ علامہ حافظ محمد علی پسروری
- ــــ مولانا نور محمد آف میاں والی
- ــــ علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری
- ــــ مولانا مفتی محمد مہر الدین جماعتی رحمہم اللہ تعالیٰ

بیعت کی سعادت:

۱۹۵۲ء میں آپ کے داداجان نے حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمہ (شرقپور شریف) کے ہاتھ پر بیعت کروایا۔

اجازت وخلافت:

مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب کو ان حضرات سے اجازت وخلافت حاصل تھی:

(۱) ابوالبرکات علامہ سیّد احمد قادری علیہ الرحمہ (مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور)

(۲) حافظ مفتی عزیز احمد قادری بدایونی (مدرّس جامعہ نعیمیہ، مرادآباد)

بیعت کا مقصد:

بیعت کرنے کے حوالے سے آپ کے یہ ارشادات آپ کے اخلاص اور للہیت

کی بیّن مثال ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

(۱) ''بیعت اس لیے کر لیتا ہوں کہ چلو ہم نماز، روزہ وغیرہ کے متعلق ہی بتائیں گے۔ اگر بیعت نہ کیا تو کہیں خلافِ شرع پیروں کے مرید نہ ہو جائیں''۔

(۲) ''ہم تو سلف صالحین کی صرف نقل کرتے ہیں اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے صدقے فضل وکرم فرمائے گا''۔

کرامات:

یوں تو آپ کی بے شمار کرامات زبانِ زدعام ہیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ اصل کرامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سُنت کے مطابق عمل کیا جائے اور یہی بڑی کرامت ہے۔

امامت وخطابت:

شرقپور شریف کے زمانہ تدریس میں جامع مسجد شیر ربانی محلّہ دھدل پورہ شرقپور شریف، گھنگ شریف میں تدریس کے دوران جامع مسجد کاہنہ نو میں خطابت فرماتے رہے البتہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کے دوران آپ نے لال مسجد شادباغ نزد چوک ناخدا، لاہور میں امامت وخطابت کا آغاز کیا —— اس کے بعد مسجد سیّدوالی، چوک شوالہ، باغبان پورہ، لاہور میں امامت وخطابت فرماتے رہے —— جامعہ فاروقیہ رضویہ کے قیام کے بعد تادم وصال وہیں امامت وخطابت فرماتے رہے۔

درس وتدریس:

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد آپ نے شرقپور شریف میں پڑھانا شروع کیا۔ یہاں چند سال پڑھانے کے بعد گھنگ شریف میں میاں رحمت علی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں پڑھایا۔اس کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ،لوہاری گیٹ لاہور میں پڑھاتے رہے۔

جامعہ فاروقیہ رضویہ کا قیام:

آپ نے ۱۹۶۸ء میں جامعہ فاروقیہ رضویہ کی پنج پیر روڈ، گوجر پورہ گھوڑے شاہ پر

بنیاد رکھی۔ تادم آخر (۲۰۰۷ء) یہیں رُشد و ہدایت فرماتے رہے۔

اندازِ تدریس:

آپ کے پڑھانے کا انداز نہایت آسان، عام فہم اور دل نشین تھا۔ خاص کر دورانِ تدریس اشعار کی مناسبت سے ایک روحانی وجدانی حال طاری ہوتا —— بار بار سبحان اللہ فرماتے۔

اولاد:

شادی کے تقریباً پندرہ برس بعد اللہ تعالیٰ نے اولاد سے نوازا۔ آپ کی اولاد میں تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے حضرت مولانا محمد عبدالرؤف نورانی صاحب (جو والد گرامی کے جانشین اور جامعہ فاروقیہ رضویہ، لاہور کے ناظم اعلیٰ ہیں) اور حضرت علامہ محمد فاروق نورانی صاحب ہیں۔

عمرہ و حج کی سعادت:

۱۹۸۳ء میں آپ کو حج بیت اللہ شریف و زیارات حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی' نیز عمرہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

وصال:

آپ نے ۷۹ سال کی عمر میں صبح ساڑھے چھ بجے ۲۷؍ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ ۱۰؍ ستمبر ۲۰۰۷ء کو وصال فرمایا —— نماز جنازہ مفتی عبداللطیف جلالی نقشبندی صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ اور تدفین کے دوران مسلسل بارش ہوتی رہی۔ تدفین قبرستان شاہ بدر دیوان میں ہوئی۔[1]

آثارِ علمیہ:

مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب کی ساری عمر درس و تدریس میں گزری۔ تاہم دو تحقیقی کتب تحریر فرمائیں جو آپ کے علمی ذوق اور نتیجہ فکر کا شاہکار ہیں:

---

[1] بابر سعید سہیل، انجینئر: نور چراغ، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء (ملخصاً)

(۱) نمازی کے پاس باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟ —— مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

(۲) درود ابراہیمی کی افضلیت —— مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

ہر دو کتب پر مجدد عصر مسعود ملت حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز (م-۲۲/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء) نے گراں قدر تقدیمات رقم فرمائیں۔[1]

---

[1] محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

(جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، سمن آباد)

جامع طریقت و شریعت، پیکر علم و عمل، سراپا عزیمت و استقلال صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی دینی و علمی خدمات خود آپ کا تعارف ہیں۔

ولادت:

آپ ضلع سیالکوٹ تحصیل پسرور کے معروف قصبہ ''چھور'' میں یکم جون ۱۹۴۴ء کو چوہدری محمد اسمٰعیل کاہلوں کے ہاں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم اسی گاؤں کے معروف اساتذہ سیّد محمد حسین شاہ اور سیّد مبارک علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے سادہ اطوار، دین دار اور پاکیزہ و پرہیزگار تھے۔ دونوں بزرگ اساتذہ کی تربیت و صحبت نے مزید نکھار بخشا۔

دیگر تعلیم:

معاشی ناہمواری اور تعلیمی لگن کے پیش نظر بورے والا (ضلع وہاڑی) میں اپنے تایا چوہدری محمد ابراہیم کاہلوں کے ہاں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۶۴ء میں گورنمنٹ ایم۔ سی کالج بورے والا سے امتیازی طور پر گریجویشن کیا۔

تعلیمی مصروفیات کے باوصف اپنے تایا جان کے کاروبار میں عملی مددگار

رہے—— زمانۂ طالبعلمی میں بورے والا کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور کالج میں معروف ومشہور سکالر ڈاکٹر فضل محمود سے شرف تلمذ حاصل ہوا—— آپ ڈاکٹر صاحب کی علمی عظمت سے اور ڈاکٹر صاحب آپ کی سادگی، دین داری، پاکیزگیٔ اطوار اور عقائد ومسلکی پختگی سے بہت متاثر تھے۔

علامہ محمد صدیق ہزاروی لکھتے ہیں:

''مخدوم اہلِ سُنت پیر طریقت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مدظلہ ان مردانِ خدا میں سے ایک ہیں جو کسی شہرت کی طلب، کسی ملامت کے خوف اور حرص و آز کی دنیا سے الگ ہو کر نہایت عمدہ پیرائے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

آپ کے کارہائے نمایاں، تبلیغ کا انداز، اَن تھک محنت اور جدوجہد پر ہر وہ شخص شاہد عادل ہے جو کسی بھی حوالے سے آپ سے وابستہ ہے''۔[1]

آپ کے مرید رشید محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی صاحب رقم طراز ہیں:

''آپ کے اندازِ فکر اور تبلیغ دین کی ان تھک مساعی نے خانقاہی نظام کو ایک نیا آہنگ اور جلا بخش کر مشائخِ عظام اور مبلّغینِ اسلام کو بہت افتخار بخشا ہے۔ مجھے وسعتِ قلب سے تسلیم ہے کہ آپ کی دینی وملی خدمات اور اوصاف جلیلہ کا احاطہ کرنا ایک دشوار مرحلہ ہے''۔[2]

ذریعۂ معاش:

صوفی صاحب نے ۱۹۶۵ء میں WPADC لاہور میں ملازمت کا آغاز کیا اور تقریباً ۳۴ سالہ ملازمت کی تکمیل پر بطور سپرنٹنڈنٹ ریٹائرمنٹ لے لی۔ دورانِ ملازمت

[1] محمد صدیق ہزاروی، علامہ مفتی: پیش لفظ ''آسمانِ نقشبندیت اور فلک مجددیت کا کوکب درخشاں'' مصنف محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۸ء

[2] محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: آسمانِ نقشبندیت اور فلک مجددیت کا کوکب درخشاں، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء

ہی لاہور میں سکونت اختیار کی۔

شرف بیعت:

۱۹۶۱ء میں گگو منڈی ضلع وہاڑی میں فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ بیعت کے بعد پیر خانے سے ایسی وابستگی ہوئی کہ ملازمت کے باوجود ارشاد شیخ کی تعمیل و تکمیل اور خدمت میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہے اور کبھی کوتاہی نہ کی۔ یہ سلسلہ چالیس سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔

شرفِ خلافت:

آپ کے مرشد کریم نے آپ کی پُر خلوص وابستگی، بھرپور خدمت و اطاعت اور للّٰہیت کو سراہا اور ۳؍ربیع الاول ۱۴۰۸ھ/ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۷ء کو عرس شیر ربانی کے موقع پر ہزاروں مریدوں، کثیر اربابِ طریقت کی موجودگی میں دستارِ خلافت سے سرفراز کیا۔

زُہد و تقویٰ:

آپ کی شخصیت زُہد و تقویٰ کا عملی نمونہ ہے۔ ملازمت کے دوران دفتر میں محفلِ ذکر اور ماہانہ محفلِ میلاد کا اہتمام کیا۔ تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔

ملازمت کے دوران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بخوبی ادا کرتے رہے۔ نہ کبھی سود لیا اور نہ ہی سود کے ترجمانوں کا لحاظ کیا۔ انہیں برملا ڈانٹ دیتے خواہ افسر ہو یا ماتحت —— قادیانیوں سے شدید نفرت رکھتے اور انہیں برملا غیر مسلم کہہ کر دینی امور و مباحث سے روک دیتے۔

رشوت خوری کے زبردست مخالف تھے۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے اکثر اہلکار اس خباثت سے دور رہتے۔ آپ کی عملی دیانت، کام سے لگن، وقت کی پابندی، حق گوئی ایسے امور تھے کہ جن سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔

ملّی خدمات:

آپ کی ملّی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے:

● ـــــ بورے والا کالج میں نہ صرف مسجد کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا بلکہ اس کی تزئین و آرائش آپ کے مشوروں کے مطابق عمل میں آئی۔

● ـــــ چک نمبر 217/E-B گگو منڈی میں حضرت مخدوم شیر ربانی کے عرس مبارک کی تقریبات منظم، بامقصد، مؤثر اور فعال بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۶۱ء سے جاری ہے۔

● ـــــ جولائی ۱۹۶۵ء میں مرشد کریم کے حکم پر ماہنامہ ''نور اسلام'' اور ہفت روزہ ''سفینۃ الاسلام'' کی ادارتی ٹیم میں شامل ہوئے اور ان کی اشاعت و تدوین میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کی ادارت میں مستند، مربوط اور تحقیقی مقالات پر مبنی ماہنامہ ''نور اسلام'' کی خصوصی نمبروں کی اشاعت ہے جو ادارہ کی طرف سے اس دور میں ایک انتہائی اہم کارنامہ ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) شیر ربانی (میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ) نمبر مطبوعہ ۱۹۶۹ء ۱۵۰ صفحات

(۲) امام اعظم (امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ) نمبر مطبوعہ ۱۹۷۵ء، ۳۰۰ صفحات

(۳) اولیاء نقشبند (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور مشائخ) نمبر مطبوعہ ۱۹۷۹ء، ۱۰۰۰ صفحات

(۴) حضرت مجدد الف ثانی (امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ) نمبر، مطبوعہ ۱۹۸۸ء

● ـــــ دار المبلغین حضرت میاں صاحب شرقپور شریف علمی و ادبی اور دینی تدریس کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ صوفی صاحب موصوف اس ادارے کے روحِ رواں رہے۔ اس ادارے کے شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام ۲۵، ۲۶ کتب و رسائل کی تدوین و اشاعت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

● —— یوم مجدد منانے کی تحریک کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا۔ اس کے لیے صفر المظفر کے مہینہ میں (جو عرس مجدد کا مہینہ ہے) پاکستان کے طول و عرض میں جلسوں اور کانفرنسوں کا اہتمام کیا بلکہ تمام ملکی اخبارات میں حیات و تعلیماتِ امام ربانی پر مقالات شائع کرانے کا سلسلہ جاری کیا جو الحمدللہ اب بھی پوری آب و تاب سے جاری ہے۔

● —— عرس امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تقریبات کے علاوہ کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارسِ عربیہ کے طلباء اور طالبات کے لیے ۱۹۸۳ء میں ''مجدد الف ثانی ایوارڈ'' کا اعلان کیا گیا۔

● —— وسن پورہ لاہور میں جامع مسجد شیر ربانی تعمیر کروائی جہاں ہر جمعہ کو محفلِ ذکر، ہر ماہ کی پہلی اور تیسری پیر کو درسِ قرآن کا اہتمام نیز اہم دینی مجالس، میلاد النبی ﷺ کا بروقت، باقاعدہ اور مسلسل انعقاد ہوتا ہے۔

● —— سمن آباد لاہور میں ۱۹۶۸ء میں جامع مسجد قادریہ شیر ربانی تعمیر کروائی جہاں ہر اتوار کو نماز فجر کے ایک گھنٹہ بعد محفلِ ذکر و درسِ قرآن ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ گزشتہ ۲۰ برس سے جاری ہے —— ہر ماہ کے پہلے پیر کو محفلِ میلاد ہوتی ہے جو گزشتہ ۱۷ سال سے باقاعدگی اور تسلسل سے جاری ہے۔

علاوہ ازیں درج ذیل شعبے یہاں جاری کئے گئے:

(۱) ۲۰۰۰ء میں جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی کا قیام عمل میں آیا۔

(۲) ۲۰۰۵ء میں شیر ربانی اسلامک سنٹر قائم کیا جس کے زیر اہتمام سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

(۳) شیر ربانی لائبریری، مکتبہ شیر ربانی، شیر ربانی پبلی کیشنز کے ساتھ ساتھ شعبہ آڈیو/ ویڈیو بھی قائم کئے گئے ہیں۔

شیر ربانی پبلی کیشنز ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا جس کے تحت مختلف ۳۳ کتب شائع کر کے بلا معاوضہ تقسیم کی گئی ہیں۔

● — تعلیمات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو ریڈیو، ٹی وی، اخبارات و رسائل اور دیگر تقریبات کے ذریعے عام کرنے کے لیے "مجدد الف ثانی سوسائٹی" کا قیام عمل میں لایا گیا۔

حج وعمرہ کی سعادت

صوفی صاحب نے ابتدائی زمانے میں عمرہ کی سعادت حاصل کی — جبکہ ۲۰۰۶ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی بہاولپور میں پھوپھا میجر چوہدری غلام حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں میں بڑے غلام مصطفیٰ صاحب ہیں جنہوں نے الیکٹرانکس میں ایسوسی ایٹ انجینئرنگ کا ڈپلومہ کیا ہے۔ چھوٹے صاحبزادے محمد جنید سرور ہیں جنہوں نے گریجویشن پاس کی ہے۔ دونوں صاحبزادے کپڑے کی تجارت کرتے ہیں [1]۔

دونوں صاحبزادوں کو مجددِ عصر حضرت مسعودِ ملت کے خلیفہ اکبر حضرت علامہ مولانا جاوید اقبال مظہری (مؤسس امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی) سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

قلمی خدمات:

جیسا کہ آپ نے گزشتہ سطور میں ملاحظہ کیا کہ ماہنامہ "نورِ اسلام" کی اشاعت اور دارالمبلغین کی مطبوعات کے سلسلہ میں آپ کو ایڈیٹنگ اور دیگر امور سے سابقہ رہا اور قلم سے رشتہ استوار ہونے کے سبب متعدد کتب آپ کے قلم سے ظہور پذیر ہوئیں؛ جن کی تفصیل

---

[1] بروایت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

یہ ہے:

- ——نماز کی اہمیت اور ضروری مسائل
- ——عید میلاد النبی ﷺ قرآن و سُنت کی روشنی میں
- ——نظام مصطفیٰ ﷺ اور ہماری زندگی
- ——دورِ حاضر میں عشق رسول ﷺ کے تقاضے
- ——حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی دینی و ملی خدمات
- ——محافظ میلاد النبی ﷺ اور دینی تقریبات کے فروغ کے لیے چند ضروری گزارشات
- ——حضرت شیر ربانی کا پیغام عصر حاضر کے نام
- ——رہنمائے حج و زیارات
- ——جامع مسجد قادریہ شیر ربانی ایک تنظیم، ایک ادارہ
- ——طلبہ کی قلمی کاوشیں
- ——مختصر سوانح حضرت ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی
- ——افکار حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور عصر حاضر
- ——ارمغان امام ربانی، مطبوعہ ۲۰۰۷ء
- ——حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس کا پس منظر و پیش منظر [1]

محترم صوفی صاحب کی علالت کے آخری دنوں میں احقر راقم السطور برادرم ملک محمد سعید مجاہد آبادی کی معیت میں عیادت کے لئے ان کے دولت کدہ واقع سمن آباد میں حاضر ہوا۔ تکلیف اور نقاہت کے باعث آپ لیٹے ہوئے تھے' ہمارے آنے پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا—— کچھ دیر بعد چھوٹے بیٹے محمد جنید کو آواز دی' اور انہیں کوئی کتاب لانے کے لئے کہا' وہ ایک جلد ''نذرِ مجدد'' لے آئے' فرمایا: یہ ''نئی کتاب آئی ہے''۔ یہ کہتے ہوئے کتاب سعید صاحب کی طرف بڑھا دی۔ ان دنوں امام ربانی کانفرنس کے انعقاد میں کچھ ہی

[1] مشتاق احمد نقشبندی مجددی، پروفیسر قاری: تعارف پیر طریقت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مشمولہ ''ارمغان امام ربانی'' مطبوعہ لاہور ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۷ء

دن باقی تھے جس کے لئے یہ کتاب شائع کی گئی۔ کتاب کے معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن اور معیاری طباعت ان کے ذوق کا مظہر تھی —— اب ہم بندے دو تھے اور کتاب ایک تھی۔ دیکھ کر خیال آیا' کہ یہ کتاب تو برادرم سعید صاحب کے لئے ہے —— کیونکہ ان کا ان کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا تھا، —— اچھا، چلو میں کانفرنس پر لے لوں گا، —— ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً صوفی صاحب نے پھر آواز دی: ''جنید! ایک کاپی اور لے کر آؤ'' —— میں ان کی اس کشفی حالت پر مسکرا کے رہ گیا۔ یہ سوچ کر کہ اللہ والے دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں' ان کی صحبت میں دلوں کو تھام کر بیٹھنا چاہئے' ان کی بزم میں سوچنا بھی احتیاط سے چاہئے کہ وہ نہاں خانۂ دل کی باتیں بھی بھانپ لیتے ہیں۔ یوں ۲۰۰۹ء میں چھپنے والی ''نذرِ مجدد'' ان کی آخری کتاب ثابت ہوئی۔ ساری عمر یومِ مجدد منانے والے نے جاتے جاتے متاعِ عمر کی صورت میں حضرت مجدد کے حضور یہ کہتے ہوئے ''نذرِ مجدد'' پیش کر دی تھی

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

وصالِ پُر ملال:

جہدِ مسلسل سے مزین ایک بھرپور زندگی گزارنے والے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی صاحب مسلسل علیل رہ کر ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/ ۹/اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعرات کو واصل بحق ہو گئے۔ نماز جنازہ ڈونگی گراؤنڈ سمن آباد میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق عزیز ملت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد مدظلہ العالی (جانشین مسعود ملت' دارالخیر' کراچی) نے پڑھائی۔ صاحبزادہ صاحب نماز جنازہ کی امامت کے لئے کراچی سے خصوصی طور پر تشریف لائے تھے۔ ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں صوفی صاحب کی تدفین آپ کی تعمیر کردہ جامع مسجد قادریہ شیرِ ربانی' سمن آباد کے صحن میں ہوئی۔

باب نمبر ۶:

حیاتِ مشائخ کرام واہلِ علم وفضل

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

(ریواز گارڈن)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی شخصیت دینی و علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ افکار امام احمد رضا بریلوی کی ترویج واشاعت کرنے والوں میں نمایاں ہیں۔ ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور کے مدیر اور مرکزی مجلس رضا' لاہور کے نگران ہیں۔

ولادت باسعادت:

۴ر جنوری ۱۹۲۸ء کو ضلع گجرات کے ایک گاؤں شہابدیوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جداعلیٰ پیر شاہ عبدالرحیم فاروقی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے اہلِ کمال میں تھے ——— ابتدائی تعلیم مقامی سکول سے حاصل کی' پھر لاہور کا رُخ کیا۔

بیعت کی سعادت:

یہاں مولانا محمد نبی بخش حلوائی (مصنف تفسیر نبوی ﷺ) کے درس میں شریک ہوئے اور ان ہی سے سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت و بیعت کا شرف حاصل کیا۔

تحصیل علم:

فارسی ادب کا کورس بہاولنگر سے ۱۹۴۴ء میں منشی فاضل، ۱۹۴۶ء میں مولوی فاضل کا کورس پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے کیا۔ اسی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا، پھر لاء کالج، لاہور

سے قانون کا امتحان پاس کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔

مکتبہ نبویہ، لاہور کا قیام

۱۹۶۲ء میں اشاعت کتب اور ابلاغ دین کے جذبہ سے سرشار ''مکتبہ نبویہ'' قائم کیا اور بے شمار کتب شائع کیں۔ ذاتی لگن سے کتابوں کی تصنیف وتالیف کا شرف حاصل کیا۔ کئی کتب کے تراجم کر کے دنیائے علم میں نام پیدا کیا جن میں ''معارج النبوت'' اور ''الدر الثمن'' جیسی کتب شامل ہیں۔ بے شمار کتب پر بڑے تحقیقی مقدمات لکھے۔ آپ کے مضامین ومقالات پاک وہند کے جرائد میں برابر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی کی تالیف ''روضۃ القیومیہ'' کی ترتیب نو اور تعلیقات کے ساتھ اشاعت کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔[۱]

ماہنامہ جہان رضا، لاہور کی ادارت:

گزشتہ پندرہ سولہ سے آپ مرکزی مجلس رضا' لاہور کے پلیٹ فارم سے ماہنامہ ''جہانِ رضا'' نکال رہے ہیں۔ آپ ہی اس کے ایڈیٹر و پبلشر ہیں—— آپ کے بارے میں محررہ مضامین کو مولانا صلاح الدین سعیدی نے ''باتوں سے خوشبو آئے'' کے زیرعنوان مرتب کیا ہے۔

---

[۱] ماخوذ از خودنوشت حالات ودیگر، جہان امام ربانی، جلد ششم، ص ۸۰۲، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

(روشن پارک نزد اعوان ٹاؤن)

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اہلِ علم کے ہاں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے بطور استاد اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ بعدازاں اسی جامعہ میں شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئر مین بھی رہے۔

ولادت:

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی یکم ستمبر ۱۹۲۸ء کو مشرقی پنجاب کے قصبہ کھیم کرن میں پیدا ہوئے —— آپ کے والد گرامی میاں عبدالعزیز طب کے پیشہ سے وابستہ ایک روحانی شخصیت تھے۔[1]

تعلیمی سفر:

ڈاکٹر صاحب قبلہ نے ابتدائی تعلیم فیروز پور سے حاصل کی۔ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول ابوہر (فیروز پور) سے میٹرک کیا —— ادیب عربی، فاضل عربی، ایف اے اور بی اے کے امتحانات پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے پاس کیے —— ۱۹۶۱ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے علوم اسلامیہ میں ایم۔ اے کیا اور یہیں لیکچرر ہو گئے۔

عصری علوم کے ساتھ ساتھ آپ نے آرام باغ، کراچی سے درس نظامی، —— سندھ مدرسۃ الاسلام سے ۱۹۵۲ء میں عالم عربی —— اور ماڈرن عربیک کالج، کراچی سے

[1] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء

عربی بول چال کے امتحانات پاس کئے۔[1]

مقالۂ ڈاکٹریٹ:

تقابلِ ادیان میں پاکستان میں سب سے پہلے پی۔ایچ ڈی کرنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے۔آپ کے مقالۂ ڈاکٹریٹ کا عنوان تھا:

Quranic concept of Miracles[2]

ایک اور مقام پر آپ کے مقالۂ ڈاکٹریٹ کا عنوان یوں لکھا ہے:

Modern Trends in Tafsir Literature Miracles[3]

تدریسی خدمات:

آپ کی تمام عمر درس و تدریس کے ذریعے تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے ہوئے گزری —— آپ کی علمی و روحانی تربیت و رہنمائی کے ذریعے دوسو سے زائد ملکی و غیر ملکی محققین نے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔آپ نے مختلف اوقات میں متعدد مؤقر اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیں:

- —— پاکستان ٹیلی ویژن (P.T.V) اور ریڈیو پاکستان پر دینی و علمی موضوعات اور اسلامی تہواروں کے حوالے سے سینکڑوں پروگراموں میں عوام الناس کی رہنمائی فرمائی۔
- —— ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب میں پینتیس برس تک رئیس ادارہ کی حیثیت سے ہزاروں طلباء و طالبات کی دینی و اخلاقی تربیت کی جو ملک کے سرکردہ تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔
- —— آپ نے جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو لاہور میں قاضی کورس میں قضاۃ کی تربیت و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۵

[2] ایضاً

[3] غلام سرور نقشبندی، صوفی: تعارف مقالہ نگار مشمولہ ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

- —— دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد میں تقابلِ ادیان کے موضوعات پر وقتاً فوقتاً لیکچر دیئے۔
- —— آپ نے شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں بھی رئیس ادارہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ——
- —— آپ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں سیرت چیئر پر بھی فائز رہے۔
- —— آپ نے ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں رئیس الجامعہ کے طور پر دینی خدمات انجام دیں۔
- —— آپ نے بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان میں بھی اسلامی تعلیمات پر لیکچر دیئے۔
- —— دوران تدریس وہ ان جامعات کی مختلف انتظامی کمیٹیوں کے چیئرمین بھی رہے —— جامعہ پنجاب سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی وہ کوئی آٹھ سال تک یونیورسٹی میں تحقیقی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے —— جہاں وہ حکومتی اور جامعاتی سطح پر مختلف سائنسی علوم کی نصاب ساز کمیٹیوں کے رکن بھی رہے، وہیں وہ اپنی تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مختلف دینی و رفاہی اداروں سے بھی منسلک رہے۔
- —— پاکستان سے برطانیہ منتقلی کے بعد وہ حضرت ضیاء الامت کے شاگرد اور خلیفہ مجاز پیرزادہ امداد حسین شاہ مدظلہ کے برطانیہ میں قائم کردہ جامعہ الکرم میں تین سال تک اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ کے ادارے شیر ربانی سینٹر میں ایک سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔
- —— مرزا ریاض احمد نقشبندی کے قائم کردہ ادارہ تعلیم القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور کے اعزازی سرپرست اعلیٰ بھی ہیں۔[1]

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء

نمایاں شاگردانِ گرامی:

آپ عمر بھر تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے —— بلاشبہ آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق آپ کے قابلِ فخر شاگردوں میں یہ نام قابلِ ذکر ہیں:

● —— پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ● —— پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی مرحوم ● —— پیرزادہ امداد حسین شاہ (انگلینڈ) ● —— سیّد غضنفر علی مرحوم (کرماں والا شریف) ● —— پروفیسر ڈاکٹر سیّد جمیل حسین ● —— پیرزادہ سردار قادری (مانچسٹر) ● —— ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی مرحوم ● —— ڈاکٹر سلیم (لندن) ● —— پروفیسر سیّد عبدالرحمٰن بخاری ● —— ڈاکٹر آصف ہزاروی ● —— ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

علماء کنونشنز اور سیمی ناروں میں شرکت:

ڈاکٹر صاحب ۱۹۶۵ء سے تاحال ملک میں منعقد ہونے والے علماء کنونشنز میں دینی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ نے ملک بھر میں حنفی مسلک کی ترویج واشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور دینی مدارس و جامعات میں وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والے سیمی ناروں میں، اسلامی محافل میں رہبری ورہنمائی فرماتے رہے۔ محکمہ اوقاف کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والی دینی وعلمی مجالس اور قومی وصوبائی سیرت کانفرنسوں میں ماہر علم وحکمت کی حیثیت سے اپنے مقالات پیش کرتے رہے۔

ہمدرد کانفرنس کے مہمانِ خصوصی:

آپ ہمدرد دواخانہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں —— ہمدرد یونیورسٹی کے تحت منعقدہ کانفرنسوں میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرماتے رہے۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء (انٹرویو پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی)

محکمہ تعلیم پنجاب کے ممتحن:

آپ پنجاب پبلک سروس کمیشن میں محکمہ تعلیم پنجاب میں سلیکشن و ترقی کے محکمانہ امتحانات میں (تحریری اور زبانی) ممتحن کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

شرعی مشاورت:

ڈاکٹر صاحب اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت میں مشاورت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

زیر تربیت افسران کی دینی و اخلاقی رہنمائی:

آپ سٹاف ٹریننگ کالج اور سول سروسز اکیڈمی میں زیر تربیت افسران کی دینی و اخلاقی رہنمائی اور اسلامی انتظامی طرز حکومت کے اصول وضوابط کے حوالے سے تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے۔[1]

درسِ قرآن حکیم:

ڈاکٹر صاحب سالہا سال درج ذیل مساجد میں ہفت روزہ درسِ قرآن حکیم دیتے رہے ہیں:

- —— جامع مسجد شیر ربانی، وسن پورہ لاہور
- —— جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، سمن آباد لاہور[2]

خطابت:

ڈاکٹر صاحب نے جہاں ان گنت مواقع پر مختلف تقاریب میں درس دیا۔ وہیں پندرہ برس تک ان مساجد میں جمعہ کی خطابت کے فرائض انجام دیئے اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے عوام الناس کی احسن انداز میں رہنمائی فرمائی:

- —— جامع مسجد رضوان، اعوان ٹاؤن لاہور

۱۔ سعید احمد صدیقی: ''تعارف مصنف'' مشمولہ مقالات صدیقی، مطبوعہ لاہور

۲۔ غلام سرور نقشبندی، صوفی: تعارف مقالہ نگار مشمولہ ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' مطبوعہ کراچی

● ــــ مسجد طیبہ، وحدت کالونی لاہور

بیرون ملک اسفار:

آپ تقابلِ ادیان اور فقہ میں مہارت کی بنا پر اندرون ملک اور بیرون ملک ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلامی و غیر اسلامی ممالک مثلاً ایران، سویڈن، ناروے، ڈنمارک میں سرکاری دعوتوں میں شرکت فرمائی اور وطن عزیز پاکستان کی بھرپور نمائندگی کی۔

آج کل آپ مانچسٹر (انگلینڈ) میں معروف اسلامی تبلیغی اداروں میں دینی و علمی خدمات انجام رہے ہیں۔[1]

بیعت کی سعادت:

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ۱۹۵۱ء میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ کے برادر اور خلیفہ مجاز قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور عرصہ دراز سے آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شرقپور شریف کے لیے علمی اور تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔[2]

آثارِ علمیہ:

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کے آثار علمیہ میں یہ تصانیف مشہور ہیں:

(۱) ورفعنا لک ذکرک (۲) مثالی پیغمبر ﷺ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء
(۳) تجلیاتِ رسالت ﷺ (۴) رسول اللہ ﷺ کی روحانی زندگی
(۵) حضور ﷺ بحیثیت مثالی شوہر (۶) حضور ﷺ بحیثیت معلّم اخلاق
(۷) رسالت مآب ﷺ کے بارے میں غیر مسلموں کے تأثرات
(۸) عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر یہود و نصاریٰ کا بیہودہ اعتراض (۹) سیّدنا

---

[1] سعید احمد صدیقی: تعارف مصنف، مشمولہ مقالات صدیقی، مطبوعہ لاہور

[2] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور نومبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۵

صدیق اکبر اور عشق رسول ﷺ (۱۰) تذکرہ حضرت غلام اللہ ثانی لاثانی علیہ الرحمہ، مطبوعہ شرقپور ۲۰۰۲ء (۱۱) میرے حضور (حالات و خدمات حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری) (۱۲) شخصیت، عبادات اور معاملات، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ء (۱۳) چانن تے سویرا (پنجابی تقریریں) (۱۴) خطباتِ جمعہ، مطبوعہ ۱۹۹۹ء (۱۵) مطالعہ ادیان (زیرِ طبع) (۱۶) مقالات صدیقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء (۱۷) تجلیاتِ ہجویر[1] (۱۸) اسلام اور ضرورتِ مرشد، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء (۱۹) قرآن حکیم کی روشنی میں رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء (۲۰) مصطفوی انقلاب کیسے ممکن ہے؟ (۲۱) فقہ حنفی کا اجمالی تعارف (۲۲) حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اجتہاد کا طریق کار (۲۳) روایاتِ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آدابِ زندگی (۲۴) خودی قرآن حکیم کی روشنی میں (۲۵) حقائق شیر ربانی حضرت شیر محمد شرقپوری اپنی نگارشات کی روشنی میں[2] (۲۶) مثالی جرنیل (زیرِ طبع)

- Hostility between chirstanity and Islcm: How to resolve it
- Dignity of mom in Islam
- Industrial Relationship in Islamic Society
- Comparative Study of Religious

---

[1] روایت علامہ محمد یاسین قصوری نقشبندی مجددی، لاہور

[2] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء ص ۳۴

میاں محمد عالم مختارِ حق

(جھگیاں شہاب دین، بند روڈ)

علمی حلقوں میں ایک جانا پہچانا نام میاں محمد عالم مختار حق صاحب کا ہے۔ علم شناسی اور علم پروری میں عمر گزر گئی۔ وہ آج جو کچھ بھی ہیں سیلف میڈ ہیں،—— راقم نے ان سے ان کے حالات کے بارے میں استفسار کیا تو فرمانے لگے:

''بھائی! آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں،—— نہ میرا والد پیر نہ میں پیرزادہ، نہ میرا والد خلیفہ نہ میں خلیفہ زادہ، نہ کوئی خاندانی پس منظر،—— جو کچھ بھی ہوں اسے انگریزی میں سیلف میڈ کہتے ہیں'' [1]

والدِ گرامی:

اپنے والد گرامی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ والد مرحوم پرائمری پاس تھے، کچھ دینی تعلیم جامعہ فتحیہ اچھرہ کے بانی حضرت مولانا فتح محمد اچھروی سے حاصل کی، انہی سے بیعت بھی تھے۔ بعدازاں مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگوی سے بھی بعض درسی کتابیں مطالعہ کیں—— اچھرہ میں ایک ہندو کے کارخانہ خشت (بھٹے) میں منشی گری کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعد میں گاؤں والوں نے انہیں گاؤں کی امامت پر مامور کر دیا۔ ساتھ ساتھ تعلیم القرآن کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اسی شغل میں عمر بتا دی۔ فارسی میں خاصی شُد بُد تھی۔ وقت عُسرت سے گزرتا رہا۔ ساری عمر صابر و شاکر رہے۔

---

[1] مکتوب محررہ ۲۴؍دسمبر ۲۰۰۸ء بنام راقم السطور، محمد عبدالستار طاہر مسعودی

غالباً سکھا گردی کے عہد میں آپ کے آباؤ اجداد ضلع شیخوپورہ کے موضع تھابل سے ہجرت کر کے لاہور کے نواح میں آبسے۔[1]

ولادت:

میاں محمد عالم صاحب ۱۴ر شوال ۱۳۴۹ھ/۴ر مارچ ۱۹۳۱ء کو جھگیاں شہاب الدین لاہور میں پیدا ہوئے۔ والدین نے محمد عالم نام رکھا مگر پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے تاریخی نام ''مختار حق'' رکھا۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا الحاج محمد حسین بن کرم الٰہی بن حسن محمد بن برہان الدین سے حاصل کی۔

دیگر تعلیم:

۱۹۴۹ء میں میٹرک جبکہ ۱۹۵۱ء میں منشی فاضل پاس کیا۔ ایف اے ۱۹۵۵ء میں پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے پاس کیا۔

اہلِ علم و فضل کی ہم نشینی:

میٹرک پاس کیا تو چودھری جلال الدین اکبر ہیڈ ماسٹر کی صحبت میسر آئی جو فارسی، اردو کے شاعر، ادیب اور صوفی کامل تھے۔— مولانا سلیمان ندوی صاحب، ماسٹر جلال الدین اکبر کو ''پنجاب کا حسرت موہانی'' کہا کرتے تھے۔

علمی ذوق اور فارسی ادب سے لگاؤ پیدا ہوا۔ فاضل فارسی کیا۔

علم دوستی و علم پروری:

علمی کتابوں کا مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ اچھی کتاب دیکھتے تو نہ صرف پڑھتے بلکہ اپنے کتب خانہ میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ ذوق کتب بینی تھا کہ آپ لاہور کے مشہور مؤرخ مولانا غلام رسول مہر کے کتب خانہ تک جا پہنچے۔ نادر کتابیں دیکھیں تو مولانا مہر

---

[1] مکتوب محررہ ۱۰ر نومبر ۲۰۰۸ء، بنام راقم السطور محمد عبد الستار طاہر مسعودی

کے رفیقِ مجلس اور معاونِ قلم بن گئے۔ عمر بھر ان کے علمی ذخیرہ سے اپنے ذوق کی تسکین کرتے رہے۔ مولانا مہر کو آپ کی محنت، کتاب فہمی اور ذوقِ مطالعہ پر بڑا ناز تھا۔ اپنی جملہ کتابیں اپنے دستخطوں سے عطا کیں —— سینکڑوں ادبی خطوط آپ کے نام لکھے جو آپ کا سرمایۂ حیات ہیں۔ آپ نے آج تک تیرہ ہزار نادر کتابیں ذاتی کتب خانہ میں جمع کیں۔ اہلِ ذوق آپ کو ''مزاج شناس مہر'' کہتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ ایک صوفی منش، بزرگانِ دین کے عقیدت منداور اہلِ علم کے قدردان دوست ہیں۔

گولڈ میڈل کا اعزاز:

۲۰۰۷ء میں ذخیرۂ خطاطی کے تحفظ کے اعتراف میں پاکستان کیلی گراف آرٹس گلڈ کی طرف سے آپ کو گولڈ میڈل پیش کیا گیا۔

قرطاس وقلم سے ناطہ:

کتابی دنیا میں پروان چڑھنے اور علمی دنیا میں بسنے والے میاں محمد عالم کا قرطاس وقلم سے ناطہ بعید از قیاس نہیں۔ بہت سی علمی کتابیں آپ کی نظرِ ثانی سے شائع ہوئیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ قرآنِ مجید کا انتقادی متن تیار کیا جو ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کی جانب سے شائع ہوا۔

رسالہ ''سیارہ ڈائجسٹ'' کے قرآن نمبر کے آپ خصوصی معاون تھے۔ آپ کا اردو پنجابی تراجم پر پُر مغز اور مفصل مقالہ چھپا جس سے آپ کو علمی حلقوں میں شہرت ملی۔ ملک کے متعدد رسائل میں آپ کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ کوئی تحقیقی کام ان کے کتب خانہ سے استفادہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔[1]

ممتاز دانشور، ماہر تعلیم، پیرِ طریقت رہبرِ شریعت ماہر رضویات ناشر مجددیات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ (م-۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء) کے زیرِ نگرانی' پندرہ جلدوں پر مشتمل ایک انسائیکلوپیڈیا ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' شائع ہوا۔ اس کی

[1] مکتوب محررہ، ۱۰/نومبر ۲۰۰۸ء، بنام راقم السطور محمد عبدالستار طاہر مسعودی

فائنل پروف ریڈنگ کی سعادت آپ کو ملی۔

آثارِ علمیہ:

● ——مطبوعہ تصانیف:

(۱) نقوشِ جمیل (حالات والد مکرم میاں محمد حسین مرحوم) ——مطبوعہ، لاہور ۱۹۵۹ء

(۲) خطبات یوم رضا' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

(۳) مولانا ابوالکلام آزاد—— ایک نادر روزگار شخصیت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

(۴) نوادر پرویں رقم —— ماہنامہ الرشید لاہور، شمارہ اپریل ۱۹۹۵ء

(۵) یادگاری کتابچہ (یوم رضا کی کہانی اشتہارات کی زبانی)، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ء

(۶) روداد حوزۂ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

(۷) نگارشات ڈاکٹر محمد حمیداللہ (جلد اول)، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

(۸) روداد حوزۂ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

(۹) روداد حوزہ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء

(۱۰) روداد حوزہ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

(۱۱) مشفق من خواجہ من، مطبوعہ ۲۰۰۶ء

(۱۲) مشفق نامے (مکتوبات مشفق خواجہ بنام محمد عالم مختار حق)

(۱۳) مجالس علماء (پیرزادہ اقبال فاروقی کے قلم سے علماء کرام کی یادیں)، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

(۱۴) نذر شمس (مولوی شمس الدین نادرۂ کتب فروش)، مطبوعہ ۲۰۰۸ء

(۱۵) فکر فاروقی (مدیر جہان رضا' لاہور کے محررہ اداریے)، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء

(۱۶) نسیم بطحا (پیرزادہ اقبال فاروقی کی دربار رسول ﷺ میں حاضری کے تاثرات) مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء

(۱۷) نگارشات فاروقی (پیرزادہ اقبال فاروقی کے مضامین کا مجموعہ) مطبوعہ لاہور

۲۰۱۰ء

(۱۸) اُردو میں اربعینات، مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

● — زیرِ طبع کتب:

● — نذرِ حکیم (حکیم محمد موسیٰ امرتسری پر لکھے گئے مقالات کا مجموعہ)

● — نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ (جلد دوم)

● — نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ (جلد سوم)

● — منشی عبدالمجید پرویں رقم مرحوم

● — گنجینۂ مہر (مولانا غلام رسول مہر بنام محمد عالم مختار حق)

● — مکتوباتِ مہر (مولانا غلام رسول مہر کے متفرق مکتوبات کا مجموعہ)

مخدوم زادہ سیّد سرمد مقصود الحسینی

(ڈیفنس کالونی، کینٹ)

آپ کا تعلق مکان شریف سے ہے۔ آپ قطب زماں قیوم دوراں، امام الاولیاء حضرت سیّد امام علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کے خانوادۂ عالی کے چشم و چراغ ہیں ——— سیّد امام علی شاہ علیہ الرحمہ کا نسب ۳۵ واسطوں سے بعتِ رسول حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملتا ہے۔

جدامجد:

حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے تھے:

(۱) سیّد صادق علی شاہ علیہ الرحمہ (فرزند اکبر)

(۲) سیّد میر لطف اللہ شاہ علیہ الرحمہ (فرزند اصغر)

حضرت سیّد میر لطف اللہ شاہ علیہ الرحمہ کے چار صاحبزادے تھے ——— حضرت سیّد محمد داؤد علیہ الرحمہ دوسرے نمبر پر تھے ——— ہمارے ممدوح انہی سیّد محمد داؤد علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت ۲۳ / مارچ ۱۹۳۸ء میں بمقام پھلور (مشرقی پنجاب) میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی ملازمت کے سلسلہ میں کچھ عرصہ کے لیے وہاں متعین رہے۔ آپ کی

ولادت پر مکان شریف تشریف لے آئے۔

تعلیم و تربیت:

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت والدین کے ہمراہ مکان شریف سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے سینٹرل ماڈل ہائی سکول، لاہور سے ۱۹۵۴ء میں میٹرک کیا۔ بعدازاں گورنمنٹ کالج، لاہور سے سائنس مضامین میں گریجویشن کی۔

بزرگوں کی مجالس میں بیٹھنے کا اوائل عمری سے ہی شوق تھا۔ اپنے خاندان کے بزرگ اور حقیقی ماموں سیّد منظور احمد علیہ الرحمہ (ساہیوال) سے بہت زیادہ انس و محبت تھی۔ حضرت بھی آپ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۶۱ء میں شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ قدس العزیز (شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی) پاکستان میں پہلی بار تشریف لائے تو لاہور میں ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات:

سیّد سرمد مقصود الحسینی صاحب ۱۹۹۶ء میں ایک ملازمت کے سلسلہ میں کراچی میں مقیم تھے —— حافظ سرفراز احمد کے توسط ۱۹۹۷ء میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی —— پھر اکثر ملاقاتیں رہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر صاحب اس قدر شفقت فرماتے رہے، اس قدر محبتوں سے نوازتے رہے کہ بیان کے لیے الفاظ ساتھ نہیں دیتے —— محافل میں میرا تعارف بھی بزرگوں کی نسبت سے کرواتے''۔

اجازت وخلافت:

اوائل جولائی ۲۰۰۱ء میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے کمال شفقت فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلافت سے نوازا۔

آپ کی شخصیت:

حضرت سیّد سرمد مقصود الحسینی صاحب بڑے ملنسار ہیں۔ نورانی چہرہ، ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹ، نرم لہجہ، سحر طراز سراپا۔ آپ سے ملنے والا آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بڑی دلنواز شخصیت کے مالک ہیں۔ فخر اسلاف اور نازشِ اخلاف ہیں۔

پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی

(سمن آباد)

علمی حلقوں میں چالیس روزہ قاری کورس کے حوالے سے جانے پہچانے جانے والے پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب ریاست جموں وکشمیر کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا تعلق ایک معزز راجپوت گھرانے سے ہے۔[1]

ولادت باسعادت:

قاری مشتاق احمد ۲۰؍ مارچ ۱۹۴۱ء کو مقبوضہ کشمیر کے جموں شہر میں احمد یار صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔[2]

پاکستان میں ہجرت

قیام پاکستان پر ۱۹۴۷ء میں اپنے والدین کے ہمراہ پہلے گوجرانوالہ آئے' پھر ۱۹۵۶ء میں لاہور منتقل ہوگئے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کی۔[3]

سلسلۂ تعلیم:

- ۱۹۵۶ء میں گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔
- دوران ملازمت منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحان پاس کیے۔
- ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی
- ۱۹۶۴ء میں گریجوایشن کے بعد پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے اردو اور اسلامیات

۱۔ محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف ''تصوف روحِ اسلام'' مطبوعہ لاہور ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

۲۔ غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغان امام ربانی، ص ۴۰۶/۴۰۷، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۳۔ غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغان امام ربانی، ص ۴۰۶/۴۰۷، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

● —— ۱۹۶۸ء میں پبلک سروس کمیشن کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔

معاشی مشاغل:

۱۹۵۶ء میں میٹرک کے بعد جب آپ نے گوجرانوالہ سے لاہور سکونت اختیار کی تو لاہور سول سیکرٹریٹ میں ملازمت اختیار کر لی۔

پھر شعبہ تعلیم و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۹ء میں درس نظامی سے فارغ ہو کر ۱۹۶۳ء تک دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۸ء میں گورنمنٹ کالج غباپورہ، لاہور سے بطور لیکچرار تدریس کا آغاز کیا —— ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ لاہور میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کالجز بھی رہے۔ پھر بطور اسسٹنٹ پروفیسر ہو گئے اور گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ، لاہور میں تبدیلی ہو گئی —— ۱۹۸۴ء میں ایک سال کے لئے ڈیپوٹیشن پر سعودی عرب چلے گئے اور وہاں الخوبر کالج میں پڑھاتے رہے۔ —— واپسی پر پنجاب سول سیکرٹریٹ میں محکمہ تعلیم میں سیکشن آفیسر رہے —— سائنس کالج میں پہلے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہوئے' پھر پروفیسر کے عہدے پر ترقی پائی —— [1]

یوں لاہور کے مختلف کالجز میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہوئے ۱۹/ مارچ ۲۰۰۱ء میں گورنمنٹ سائنس کالج، وحدت روڈ، لاہور سے بطور صدر شعبہ اسلامیات ریٹائر ہوئے۔ اس دوران سول سیکرٹریٹ میں انڈر سیکرٹری کالج انسٹی ٹیوٹ محکمہ تعلیم بھی رہے۔ [2]

ریٹائرمنٹ پر آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ [3]

آج کل جامع مسجد جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ قادریہ شیر ربانی (سمن آباد) میں تفسیر، حدیث اور فقہ پر تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ قادریہ شیر ربانی کے ڈائریکٹر کے منصب پر بھی

---

[1] محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف "تصوف روح اسلام" مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

[2] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغانِ امام ربانی، ص ۴۰۶/ ۴۰۷، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

[3] محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف "تصوف روح اسلام" مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

فائز ہیں۔[۱]

خطابت:

آپ نے ۱۹۵۹ء سے خطابت کے سلسلے کا آغاز کیا جو تا حال جاری و ساری ہے۔[۲]

مختلف اوقات میں جن مساجد میں آپ نے خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ درج ذیل ہیں:

- جامع مسجد شاہ ابوالمعالی قادری، لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء
- جامع مسجد حنفیہ، کنک منڈی مزنگ، لاہور ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۸ء
- جامع مسجد کاہنہ نو (لبِ نہر) لاہور ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۷ء
- جامع مسجد ارائیاں، اچھرہ، لاہور ۱۹۸۴ء تا حال ۲۰۱۰ء
- جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، سمن آباد، لاہور ۱۹۹۴ء تا حال
- جامع مسجد حنفیہ، آصف بلاک، لاہور ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۳ء
- جامع مسجد مدینہ، احمد بلاک، گارڈن ٹاؤن، لاہور ۱۹۸۴ء تا ۲۰۰۵ء
- جامع مسجد اللہ والی، کریم بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور ۲۰۰۵ء تا حال[۳]

درسِ قرآن حکیم:

لاہور میں مختلف مساجد میں درسِ قرآن حکیم کا سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے۔[۴] مختلف اوقات میں جن مساجد میں درسِ قرآن حکیم کا سلسلہ شروع کیا بلکہ جاری رہا۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

- جامع مسجد چوہدریاں، قلعہ گجر سنگھ، لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء

---

[۱] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغانِ امام ربانی، ص ۴۰۶/ ۴۰۷، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

[۲] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغانِ امام ربانی، ص ۴۰۶/ ۴۰۷، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

[۳] محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف ''تصوف روح اسلام'' مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

[۴] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی، ارمغان امام ربانی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

- جامع مسجد تکیہ والی، ایبٹ روڈ، لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء
- مسجد قدس، قلعہ گجر سنگھ لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء
- جامع مسجد حنفیہ، کنک منڈی، مزنگ لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء
- جامع مسجد دربار داتا صاحب، لاہور ۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۶ء
  (درسِ قرآن و درس کشف المحجوب، بعد نماز عصر تا مغرب)
- جامع مسجد حاجی بابا عطار، اچھرہ، لاہور ۱۹۶۴ء تا ۱۹۸۳ء
- جامع مسجد حاجی معراج دین والی، اچھرہ، لاہور، ۱۹۶۴ء تا ۱۹۸۳ء
- جامع مسجد مدینہ، احمد بلاک گارڈن ٹاؤن، لاہور، ۱۹۸۴ء تا ۲۰۰۵ء
- جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، سمن آباد، لاہور ۱۹۹۴ء تا حال ۲۰۱۰ء
- جامع مسجد نور، پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور ۲۰۰۴ء تا حال ۲۰۱۰ء
- جامع مسجد اللہ والی، کریم بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور ۲۰۰۵ء تا حال ۲۰۱۰ء [۱]

سلسلۂ بیعت:

۱۹۷۹ء میں شیخ الحدیث سیّد محمد شاہ سوار علی شاہ[۲] کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

اجازت و خلافت:

شیخ کے وصال پر اولاً صاحبزادہ سیّد انیس المجتبیٰ علیہ الرحمہ[۳] سے وابستگی رہی — پھر کریم و عظیم شیخ طریقت صاحبزادہ حافظ سیّد ارشاد حسین شاہ علیہ الرحمہ[۴] سے کامل

۱۔ محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف ''تصوف روح اسلام'' مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

۲۔ ناظم اعلیٰ جامعہ چراغیہ، گوجرہ و خلیفہ حضرت پیر سیّد چراغ علی شاہ، پیر کالونی والٹن، لاہور کینٹ —— طاہر

۳۔ جانشین و خلیفہ مجاز پیر سیّد چراغ علی شاہ علیہ الرحمہ پیر کالونی، والٹن لاہور کینٹ (آپ پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی، علی پور سیّداں، سیالکوٹ کے مرید و خلیفہ تھے۔) —— طاہر

۴۔ حضرت پیر سیّد چراغ علی شاہ علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے اور خلیفہ —— طاہر

وابستگی اور معیت رہی اور انہی سے اجازت (وخلافت) کی سعادت حاصل ہوئی۔

عمرہ وحج کی سعادت:

۱۹۸۴ء میں عمرہ کیا ـــــ ۱۹۹۳ء میں بمعہ اہلیہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی ـــــ ۲۰۰۵ء میں مع اہل وعیال پھر عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

پیر خانے پر درس کتاب وسنت

پیر خانے پر ہر ماہ کی چار تاریخ کو کتاب وسُنت کے درس کا اہتمام کیا۔ یہ سلسلہ آپ کے برادرانِ طریقت، مرزا ریاض احمد اور حاجی مرزا سراج احمد کے تعاون سے آج بھی جاری ہے۔

قلمی خدمات:

حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری علیہ الرحمہ نے ''تفسیر الحسنات'' لکھنا شروع کی۔ وہ سورۃ ق تک لکھ پائے تھے کہ وصال ہوگیا۔ آپ نے ان کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد قادری کے اصرار پر اس پر نظرثانی فرمائی اور ۱۹۹۹ء میں سورہ ق سے تا سورہ والناس تک پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

اس کے علاوہ میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ''حسن الاعتقاد فی ذکر المیلاد'' کتابچہ تحریر فرمایا ـــــ علاوہ ازیں امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کے موقع پر پیش کرنے کے لئے کئی اہم موضوعات پر پُر مغز مقالات تحریر فرمائے جو شیر ربانی پبلی کیشنز، لاہور کی مطبوعات کی زینت بن چکے ہیں[1] توبہ کے حوالے سے بھی ایک رسالہ زیر تکمیل ہے۔[2]

حال ہی میں ایک تحقیقی کتاب ''تصوف روح اسلام'' منظر عام پر آئی ہے۔

---

[1] محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: تعارف مؤلف ''تصوف روح اسلام'' مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

[2] غلام سرور نقشبندی مجدی، صوفی: ارمغان امام ربانی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

جمیل اطہر سرہندی

کہنہ مشق صحافی جمیل اطہر سرہندی کی جائے پیدائش سرہند شریف (مشرقی پنجاب) ہے۔ جہاں وہ ۱۱ر مئی ۱۹۴۱ء کو قاضی سراج الدین سرہندی کے ہاں پیدا ہوئے —— سرہند شریف کا یہ قاضی خاندان جو سرہند منڈی میں تجارت کرتا تھا، درگاہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت اپنے لیے توشۂ آخرت سمجھتا تھا۔

سرہند شریف سے قلبی وابستگی کے مظاہر:

جمیل اطہر لکھتے ہیں کہ والد محترم جب تک حیات رہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تذکرے اور سرہند شریف سے قلبی وابستگی اور پاکستان ہجرت کر کے آنے والے اہلِ سرہند کی خدمت وراہنمائی ان کے روز و شب کا معمول رہے

○ —— ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جب ایک نئی اضافی بستی کے قیام کا منصوبہ بنا جہاں زیادہ تر سرہند شریف کے مہاجرین کی آبادکاری ہونا تھی تو والد صاحب نے ہی اس کا نام ''سرہند بستی'' تجویز کیا۔

○ —— یہاں تعمیر ہونے والی مسجد کا نام ''جد مجددیہ'' رکھا گیا ——

○ —— والد صاحب نے پچاس کے عشرہ میں اپنے دوسرے کاروباروں کے ساتھ ایک ہوزری قائم کی جس کا نام ''سرہند ہوزری'' رکھا گیا ——

○ —— ہم نے جب لاہور میں پرنٹنگ پریس قائم کیا تو وہ اسے بھی سرہند سے موسوم کرنے کے خواہاں رہے۔[1]

---

[1] جمیل اطہر سرہندی: دیباچہ ''شیخ سرہند'' مطبوعہ لاہور (بحوالہ ارمغانِ امام ربانی، ص ۴۲۳)

تعلیم:

آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مئی ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج لائل پور (حال فیصل آباد) میں داخلہ لیا۔

صحافتی سفر:

آپ ایک متحرک اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ بارہ سال کی عمر میں "شورش پاکستانی" کے نام سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا اور پھر "جمیل اطہر" کے نام سے صحافت اور صحافتی سیاست میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ نے جہاں صحافتی تجربہ سے نظریاتی تربیت کے پھول چنے وہاں مولانا عبدالرحیم اشرف، پروفیسر کرامت حسین جعفری، پروفیسر افتخار احمد چشتی اور پروفیسر مرزا محمد منور کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔

اپنی صحافتی زندگی کے نئے مرحلے کا آغاز روزنامہ "آفاق" فیصل آباد میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کیا۔۔۔ اس کے بعد روزنامہ "وفاق" سے متعلق ہوئے۔ تقریباً بائیس برس تک روزنامہ "وفاق" سے وابستہ رہے۔۔۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے لاہور سے روزنامہ "تجارت" کے نام سے اپنے اخبار کا آغاز کیا۔۔۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دوسرے اخبار روزنامہ "جرأت" کا آغاز کیا۔۔۔ اب وہ خواتین کا ایک معروف جریدہ "وومن ٹائمز" کے نام سے بھی شائع کر رہے ہیں۔۔۔ وہ ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۴ء مختلف ادوار میں روزنامہ "نوائے وقت" سے بھی وابستہ رہے اور بحیثیت سٹاف رپورٹر، سب ایڈیٹر اور ڈپٹی ریذیڈنٹ ایڈیٹر "نوائے وقت" ملتان فرائض انجام دیئے۔۔۔ ۱۹۶۰ء میں ہفت روزہ "المنبر" فیصل آباد کی ادارت بھی کی۔

صحافتی سیاست میں آمد:

جمیل اطہر سرہندی نے اپنی زندگی میں بے شمار کامیابیاں حاصل کیں۔ وہ تین بار C.P.N.E (سی۔پی۔این۔ای) کے سیکرٹری جنرل اور چار بار A.P.N.S (اے۔پی۔این۔ایس) کے سینئر نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔ آج کل بھی وہ

C.P.N.E کے وائس پریذیڈنٹ کے عہدے پر فائز ہیں۔

قلمی خدمات:

جمیل اطہر صاحب نے قرآن و سنت، اولیائے متقدمین اور متاخرین کے فرمودات، تاریخ وسیر اور مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں بڑے تحقیقی، سلیس اور دل نشین انداز میں ''شیخ سرہند'' نامی کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ تصنیف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بارے میں اہم علمی اور تحقیقی حیثیت کی حامل ہے۔

دیگر خدمات:

تعلیماتِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ اور دوقومی نظریہ (جس کی تشہیر وقت کی اہم ضرورت ہے) کو ریڈیو، ٹی وی، اخبارات و رسائل اور تقریبات کے ذریعے عام کرنے کے لیے ''مجدد الف ثانی سوسائٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا—— جمیل اطہر سرہندی اس سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل ہیں، ملک بھر میں حضرت مجدد الف ثانی پر پُر مغز مقالات اور اخبارات کے ایڈیشنوں کی اشاعت آپ کی دلچسپی کی مرہونِ منت ہے۔ ممتاز صحافیوں اور دانشوروں کی توجہ تعلیماتِ امام ربانی علیہ الرحمہ کی طرف مبذول کروانے کا سہرا آپ کے سر ہے۔[۱]

---

[۱] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغان امام ربانی، ص ۴۲۴/۴۲۵

علامہ منیر احمد یوسفی

(چائنہ اسکیم، گجرپورہ)

ہنستی مسکراتی، پھول برساتی شخصیت جس کے اندازِ تکلم میں سادگی اور اندازِ بیان میں چاشنی بھری ہے، اللہ کے پیارے دین کی پیار بھری باتیں، خالق کائنات کے محبوب کے محبوب پیغام کی باتیں پڑھنے سننے میں آئیں' اس مجسم محبت، اس پیکرِ عنایت کا نام نامی علامہ منیر احمد یوسفی ہے۔ جن کی ذات اپنی ذات میں قوس قزح کے رنگ لیے ہوئے ہے—— جن کی تقریر بھی منفرد، جن کی تحریر بھی منفرد، جن کی بے لوث دینی، مذہبی، اسلامی، تحقیقی، تاریخی، روحانی، عرفانی خدمات سے زمانہ مستفیض ہو رہا ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت ظہور پاکستان سے تقریباً دو سال قبل یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء کو لاہور کے معروف علاقہ مصری شاہ میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد میاں محمد رفیق صاحب اور والدہ ماجدہ بی بی زینب صاحبہ کے نام نامی اسم گرامی سے علاقہ بھر میں جانے پہچانے جاتے تھے۔

تعلیم و تربیت:

علامہ منیر احمد صاحب نے مصری شاہ کے ایک پرائمری سکول جہانگیر آباد چوک ناخدا میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء تک پرائمری کی تعلیم میں مصروف رہے—— بعدازاں اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں میٹرک کی سند حاصل کی—— ۱۹۶۴ء میں دیال سنگھ، لاہور سے ایف۔اے اور ۱۹۶۷ء میں اسلامیہ کالج سول

لائنز لاہور سے بی۔اے کی ڈگری لی —— پھر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے پولیٹیکل سائنس کی سند حاصل کی۔

آپ جدید علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی طرف بھی تسلسل سے منہمک رہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد اداروں سے فیض پایا۔ سب سے پہلے آپ جامعہ نگینہ، پیلے گوجراں شریف تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد پیر طریقت' رہبر شریعت' امینِ علم لدنی حضرت علامہ مولانا محمد یوسف علی نگینہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے اور علم کے نگینے سمیٹتے رہے۔

دیگر اساتذہ کرام:

علاوہ ازیں ان اکابرین سے فیض پایا:

- —— علامہ مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ، (بانی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور)
- —— حضرت مولانا محمد علی صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ (بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور)
- —— حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ، (جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)
- —— علامہ حسن الدین ہاشمی، (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور)
- —— علامہ مولانا مقصود احمد قادری، (خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ، لاہور)

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں:

- —— بڑے بیٹے مولانا بشیر احمد یوسفی ایم۔ایس۔سی ہیں جو جامع مسجد نگینہ گوجر پورہ چائنہ سکیم میں خطیب ہیں۔
- —— منجھلے صاحبزادے حافظ خلیل احمد یوسفی جامعہ نظامیہ رضویہ میں زیر تعلیم ہیں۔
- —— چھوٹے صاحبزادے طویل عرصہ سے علیل ہیں ——
- —— صاحبزادی صاحبہ عالمہ فاضلہ ہیں اور عربی فاضل کی سند بھی اچھے نمبروں سے حاصل کر چکی ہیں۔ جامعہ یوسفیہ برائے طالبات میں صدر معلّمہ کے فرائض انجام

دے رہی ہیں۔

بیعت وخلافت:

۱۹۶۹ء میں الحاج علامہ محمد یوسف علی نگینہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کی خدمت اقدس میں رہ کر رموز طریقت سے آشنائی ہوئی۔مرشد کریم نے چہار سلسلہ ہائے طریقت نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔حضرت کے ارشاد کے مطابق آپ اس روحانی دولت کو بڑی فیاضی سے تقسیم فرما رہے ہیں۔سینکڑوں مرید آپ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

آپ نے علمی،تحقیقی،تحریری شعبہ کو تابناک بنانے کے لیے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائی ہیں جن میں جدید طریقہ تحقیق کے باوجود دقیق ترین مسائل کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کی آپ نے طرح ڈالی ہے۔اپنے پیرومرشد کے فرمودات کی روشنی میں یہ کتب تالیف فرمائیں:

● ——قل یا محمد ﷺ ● ——وما اھل بہ لغیر اللہ

دیگر تحقیقی کتب میں یہ اسماء شامل ہیں:

● —— آداب دعا اور اوقاتِ قبولیت ● —— ایصال ثواب ● —— داتا کون؟
● ——نورانی سنتیں ● ——آخری چہار شنبہ اور حقائق ● —— وسوسہ اور حضرت انسان
● ——احتکار کیا ہے؟ ● —— حدیث ِقسطنطنیہ اور یزید ● —— سورہ الفاتحہ کی تفسیر
● —— واقعہ افک کیا ہے؟ ● —— لباس اور آدابِ لباس ● —— مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ● —— بخاری شریف بحوالہ تیسیر الباری ● —— مشاہداتِ معراج النبی ﷺ
● ——قــــوامـــــون کے کیا معنی ہیں؟ ● ——نگاہِ نبوت میں مقامِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
● ——پوجا اور پکار ● —— اہلِ جنت کون؟ ● —— شفاعت کیا ہے؟ ● —— عید

میلاد النبی ﷺ ● ـــــ امام حسین رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینے میں،
سمیت بیسیوں موضوعات پر تحقیقی مگر آسان فہم کتب شامل ہیں۔
۱۹۷۸ء سے اخبارات ورسائل میں بھی لکھ رہے ہیں ـــــ

ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' کا اجراء:

۱۹۹۰ء میں مؤقر جریدے ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' کا اجراء کیا جو پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔

نشری ذرائع سے ابلاغِ دین:

جلسے جلوسوں وخطباتِ جمعہ کے ساتھ ساتھ آپ نشری ذرائع سے بھی تبلیغی تقریری خدمات انجام دے رہے ہیں۔

● ـــــ ریڈیو پاکستان لاہور نے ۱۹۹۰ء سے آپ کی تقریریں نشر کرنے کی سعادت حاصل کی

● ـــــ جبکہ ۱۹۹۸ء سے پاکستان ٹیلی ویژن لاہور کو بھی آپ کی نشری تبلیغ کا اعزاز حاصل ہے۔

خطباتِ جمعہ:

علاوہ ازیں لاہور کی مشہور ترین نوری مسجد ریلوے اسٹیشن، لاہور اور جامع مسجد فردوس، غلام حسین پارک شاد باغ، لاہور میں عرصہ دراز سے خطباتِ جمعہ سے ہزاروں لوگوں کو نواز رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ شب وروز درسِ قرآنِ مجید وحدیث مبارکہ کا سلسلہ مختلف مقامات ومساجد میں بڑے التزام واہتمام سے جاری وساری ہے۔

دیگر تبلیغی وفلاحی ادارے:

● ـــــ جامع مسجد نگینہ،

● ـــــ جامع مسجد فیضانِ نگینہ،

● ـــــ جامع مسجد محمد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

- —— جامعہ یوسفیہ برائے طالبات،
- —— جامعہ یوسفیہ برائے طلباء،
- —— نگینہ مدرسۃ الاطفال، نیز
- —— نگینہ ہسپتال کی تعمیر بھی آپ کی تاریخی حسنات میں شمار ہے۔[1]

---

[1] محمد منشاء تابش قصوری، علامہ: علامہ منیر احمد یوسفی ایک شخصیت ایک تحریک'' مشمولہ'' آدابِ دعا اور اوقاتِ قبولیت'' مؤلفہ علامہ منیر احمد یوسفی، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی

(بھابڑا' ایم بلاک' گلبرگ III)

رب کریم کے کرم کی کئی صورتیں اور کئی جہتیں ہیں۔ اس کی نعمتوں کی مانند جن کا شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کسی کے وقت اور عمل میں برکتیں ڈال دینا بھی اس کی عنایت ہے' اس کا کرم ہے۔ انہی ثمرات کے حامل ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی ہیں' جن کے لمحات و لحظات رضائے الٰہی' خوشنودئ محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ اور اللہ کے پیارے دین اسلام کے فروغ و اشاعت کے لئے وقف ہیں۔

شجرۂ نسب:

آپ کا مختصراً شجرۂ نسب اس طرح سے ہے:

حسن الدین بن احمد دین بن نبی بخش بن کریم بخش بن محمد اسحاق۔

اہلِ خاندان:

آپ کا تعلق مغل برادری سے ہے۔ آپ کا سارا گھرانہ الحمد للہ متقی و پرہیزگار تھا۔ آپ کے والد حسن الدین ایک بہن اور تین بھائی تھے۔ کرم الٰہی سب سے بڑے' حسن الدین منجھلے اور میاں محمد دین چھوٹے تھے۔ آپ کے تایا اور چچا کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جبکہ چچا میاں محمد دین امام مسجد تھے اور امامت کے ساتھ ساتھ قرآن کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔[1]

والدین گرامی:

ڈاکٹر نذیر احمد ابھی غالباً دو سال کے تھے کہ والد صاحب کا وصال ہو گیا۔ —— آپ

[1] محمد یاسین قصوری' مولانا: تعارف مؤلف: حالات و تعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

کے والد صاحب زمینداری بھی کرتے تھے اور لکڑی کا کام بھی کرتے تھے، والدہ صاحبہ شب بیدار خاتون تھیں۔ ساری رات ذکر و اذکار میں گزر جاتی۔ شوہر کے وصال پر گھر کی اور گھر سے باہر کی ساری ذمہ داری ان پر آ پڑی۔ گاؤں کے سب لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ دعائے سریانی پڑھ کر دعا کرتیں تو اللہ کریم بارش برسا دیتا' آپ دعائے سریانی پڑھ کر دعا کرتیں تو بارش کا سلسلہ رک بھی جاتا۔ آپ نے اپنے سب بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا۔

ولادت باسعادت:

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری ۱۰ نومبر ۱۹۴۵ء میں موضع قلعہ غوث (ضلع شیخوپورہ) میں حسن الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔

برادران وہمشیرگان:

آپ کے والد صاحب نے دو شادیاں کیں' —— آپ کل نو بہن بھائی ہیں۔ جن میں سے آپ کے حقیقی بہن بھائی پانچ ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

○ —— ہاجرہ بی بی' ○ —— محمد اسماعیل' ○ —— محمد حنیف' ○ —— بشیر احمد

○ —— نذیر احمد

دوسری والدہ سے چار بہن بھائی ہیں:

○ —— عمر بی بی' ○ —— فاطمہ بی بی' ○ —— عمر دین' ○ —— محمد اسحاق

ڈاکٹر نذیر صاحب تمام بہن بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے ہیں۔

ابتدائی تعلیم:

ڈاکٹر نذیر صاحب دو سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ والدہ نے آپ کی پرورش کی اور ابتدائی تعلیم سے آراستہ کیا۔ قرآن پاک ناظرہ پڑھایا۔ بعدازاں گاؤں کے امام مسجد مولانا محمد اشرف سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی' —— پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع تر ڈیوالی نزد شرقپور شریف میں حاصل کی۔

تعلیمی سفر:

آپ نے دیگر تعلیمی مراحل اس طرح سے طے کیے:

- ۱۹۶۴ء میں گورنمنٹ پائلٹ ہائر سیکنڈری سکول، شرقپور شریف سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔
- ۱۹۶۶ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور سے ایف - اے کا امتحان پاس کیا۔
- ۱۹۶۸ء میں اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور سے بی - اے کا امتحان پاس کیا۔
- ۱۹۷۸ء میں ہومیو پیتھک میڈیکل کالج آف پاکستان، گڑھی شاہو، لاہور سے DHMS کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔
- ۱۹۸۲ء میں بائیو کیمک پریکٹشنرز سوسائٹی آف پاکستان کی فیلوشپ اختیار کی۔
- ۱۹۸۴ء میں فارمیسی میں درجہ "C" میں رجسٹرڈ ہوئے۔
- ۱۹۸۶ء میں پرائیویٹ امیدوار کے طور پر ایم - اے سیاسیات پاس کیا۔
- ۱۹۸۶ء میں ہی فارمیسی میں اسسٹنٹ فارماسسٹ کی سند حاصل کی۔
- ۱۹۹۰ء میں پنجاب لائبریری ایسوسی ایشن آف لاہور سے CLS کا امتحان پاس کیا۔
- ۱۹۹۳ء میں شیر ربانی اسلامک سنٹر، داتا دربار لاہور سے تین ماہ کا تربیتی کورس مکمل کیا۔
- ۱۹۹۴ء میں شیر ربانی اسلامک سنٹر، داتا دربار لاہور سے تین ماہ کا ایک اور تربیتی کورس مکمل کیا۔
- ۲۰۰۰ء میں پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے ایم - اے پنجابی نمایاں طور پر پاس کیا۔
- ۲۰۰۲ء میں صحافت میں بی - اے لیول کا ایڈیشنل مضمون پاس کیا۔

معروف اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات معروف ہیں:

○ــــ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی ○ــــ پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی

○ــــ مولانا محمد اشرف ○ــــ پروفیسر ضیاء المصطفیٰ قصوری

شادی اور اولاد امجاد:

ڈاکٹر نذیر احمد کی شادی ۲۷/اپریل ۱۹۷۵ء کو سمن آباد لاہور میں ہوئی' ـــــ آپ کی اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا محمد سلیم تین سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا' اور چھوٹا بیٹا محمد اویس ندیم (بی-اے) جامعہ پنجاب' لاہور میں خدمات انجام دے رہا ہے۔

بیٹی فرخ نذیر ایم-اے انگلش ہے' اور چھوٹی بیٹی ثوبیہ سلطانہ ایم-اے سوشیالوجی ہے۔ سب بچے شادی شدہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

عمرہ کی سعادت:

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے ۲۰۰۳ء میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ اور مدینہ منورہ میں درِ رسول کی حاضری کے ساتھ ساتھ "رباط شیر ربانی" کی بھی زیارت کی۔[۱]

حج کی سعادت:

آپ اور آپ کی اہلیہ کی حج کی دیرینہ خواہش نومبر ۲۰۱۰ء میں پوری ہوئی۔ یہ سعادت آپ کی قابل فخر چھوٹی بیٹی ثوبیہ سلطانہ کے توسط سے حاصل ہوئی جس نے اس سفر مبارک کے تمام اخراجات برداشت کر کے اپنی عاقبت سنوار لی۔

معاشی مصروفیات:

ہمارے ممدوح یوں تو ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں' اس کے ساتھ ساتھ وہ سرکاری ملازم بھی رہے۔ انہوں نے ۲۰/اکتوبر ۱۹۷۲ء کو جامعہ پنجاب' لاہور میں ملازمت اختیار کی۔ تینتیس

---

۱ محمد یاسین قصوری' مولانا: تعارف مؤلف' حضرت ثانی لاثانی شرقپوری بحیثیت آئینہ سنتِ مصطفیٰ' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء

سال دس ماہ انیس دن خدمات انجام دینے کے بعد اسسٹنٹ رجسٹرار پنجاب' لاہور کے عہدہ سے ۹/اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ریٹائر ہو گئے۔[1]

بیعت کی سعادت:

آپ کی والدہ ماجدہ کو شرقپور شریف سے فیض حاصل تھا' ہر مصیبت اور پریشانی میں شرقپور کا رُخ کرتیں، ـــــ نذیر احمد صاحب کے تین بڑے بھائی فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی سے بیعت تھے، ـــــ بڑے بھائی محمد اسماعیل کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب بھی ۱۹۸۲ء میں میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب سے شرقپور شریف میں عرس کے موقع پر بیعت ہو گئے۔

قرطاس وقلم سے رشتہ:

پیرو مرشد حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی و زیر ارادت نکلنے والے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے ترجمان ماہنامہ ''نورِ اسلام'' سے ۱۹۸۲ء میں وابستہ ہو گئے، ـــــ اسی وابستگی کے باعث آپ کا اچھے اچھے اہلِ قلم سے رابطہ ہوا اور لکھنے کا شوق پروان چڑھتا گیا۔ رسالہ نورِ اسلام میں ان کے مضامین باقاعدگی سے چھپنے لگے ..... اب آپ کا نام اخبارات و رسائل کی دنیا میں خوب متعارف ہوا۔ چنانچہ روزنامہ ''جذبہ'' گجرات' روزنامہ ''سعادت'' لاہور' روزنامہ ''جرأت'' لاہور' ہفت روزہ ''فیملی میگزین'' لاہور' ہفت روزہ ''مجدد الف ثانی''، لاہور' پندرہ روزہ ''آوازِ نقشبند''، پھلروان' ماہنامہ ''قانون ٹائم'' لاہور نے آپ کے مضامین کو نمایاں جگہ دی۔[2]

آثارِ علمیہ:

ہمارے ممدوح کو ان کے مرشد کریم نے تصنیف و تالیف کے میدان میں انقلابی خدمات انجام دینے کے لئے ہدایت و تلقین فرمائی جس پر وہ کمر بستہ ہو گئے۔ آج موصوف ۱۲

---

[1] محمد یاسین قصوری' مولانا: تعارف مؤلف: حالات و تعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

[2] محمد انور قمر شرقپوری: حرف تعارف: انوارِ شیر ربانی' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء

کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس لحاظ سے وہ خوش قسمت ہیں کہ تمام تصانیف اپنی جیب سے شائع کروائیں۔ ان کے آثارِ علمیہ کی تفصیل اس طرح سے ہے:

۱- حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام عصر حاضر کے نام' مطبوعہ لاہور جون ۱۹۹۸ء

۲- انوار شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ' مطبوعہ لاہور' اگست ۱۹۹۹ء

۳- اسلام میں نماز کی اہمیت' مطبوعہ لاہور

۴- نماز کی اہمیت' مطبوعہ لاہور' مارچ ۲۰۰۲ء

۵- شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' مطبوعہ لاہور اپریل ۲۰۰۲ء

۶- حیاتِ شیر ربانی' سنت نبوی کا بہترین مرقع' مطبوعہ لاہور' اکتوبر ۲۰۰۲ء

۷- درس عمل' سراپا سنت زندگانی حیات شیر ربانی' مطبوعہ لاہور' مارچ ۲۰۰۳ء

۸- پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی' مطبوعہ لاہور جون ۲۰۰۳ء

۹- حضرت ثانی لاثانی شرقپوری بحیثیت آئینہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ' مطبوعہ لاہور' فروری ۲۰۰۵ء[1]

۱۰- شمائل و معمولات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ' مطبوعہ لاہور' مارچ ۲۰۰۷ء

۱۱- حالات و تعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری' مطبوعہ لاہور' مئی ۲۰۰۷ء

۱۲- اوصافِ حمیدہ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ' مطبوعہ لاہور' اکتوبر ۲۰۰۹ء

---

[1] محمد یاسین قصوری' مولانا: تعارف مصنف' آئینہ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء

[2] بروایت ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی

پروفیسر محمد اقبال مجددی

(سبزہ زار)

آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مؤرخ و محقق کی حیثیت سے علمی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں تحقیقات کے حوالے سے تخصص رکھتے ہیں۔

والد گرامی:

آپ کے والد گرامی میاں نور محمد مرحوم تاجر تھے، اکبری منڈی لاہور میں کاروبار تھا۔

ولادت:

پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب ۱۵ ر ستمبر ۱۹۵۰ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

عربی و فارسی کی تعلیم والدین کی نگرانی میں گھر میں ہی ہوئی —— اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ، لاہور سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور اور اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور میں زیر تعلیم رہے۔

۱۹۷۲ء میں شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے علم تاریخ میں امتیازی حیثیت سے ایم۔اے کیا۔

تدریسی خدمات:

پروفیسر صاحب محکمہ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ مختلف کالجوں میں تاریخ کی تدریس

میں مصروف رہے۔ ان دنوں (۲۰۰۸ء سے) گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور شعبہ تاریخ کے صدر ہیں۔

بیعت کی سعادت:

آپ ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی (م-۱۹۷۹ء) ابن نور المشائخ حضرت فضل عمر مجددی (م-۱۹۶۵ء) المعروف ملا شور بازار، قلعہ جواد، کابل سے بیعت ہیں۔

شادی اور اولاد:

آپ کا نکاح خاندان میں ہی ہوا۔ اولاد میں ایک بیٹی خدیجہ (متعلمہ بی۔ایس۔سی، جی۔سی یونیورسٹی، لاہور) اور ایک بیٹا محمد عمر مجددی (متعلم میٹرک) ہے۔

موضوع تحقیقات:

علوم شرقیہ کی تحقیقات آپ کا موضوع ہے جس میں برصغیر پاکستان و ہند کے علماء و مشائخ کے احوال و تعلیمات ہیں۔ خصوصاً امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تحریک احیائے دین آپ کا نصب العین ہے ـــــ تخصص فی السلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا پس منظر یہ ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ فیض محمد قندھاری نقشبندی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے۔ ان کے زیر اثر جب آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کا مطالعہ شروع کیا تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے افکار سے خود کو ہم آہنگ پایا تو اسی کو اپنا موضوع حیات بنا لیا۔[1]

غیر ملکی اسفار:

آپ نے تحقیق کے ضمن میں مختلف ممالک کا سفر اختیار کیا:

- ـــــ ۱۹۸۶ء میں انگلستان۔
- ـــــ ۱۹۸۹ء میں ہندوستان۔
- ـــــ ایران و
- ـــــ کابل، افغانستان

پیکر عاجزی و انکساری:

احقر نے ۹ر شوال المکرم ۱۴۲۹ھ/۹ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کو پروفیسر محمد اقبال مجددی

[1] مکتوب گرامی محررہ ۳ر نومبر ۲۰۰۸ء بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صاحب کے نام ایک عریضہ ارسال کیا جس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی کتاب "لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ" میں آپ لاہور کے بقیدِ حیات مشائخ اور اہلِ علم وفضل کا تذکرہ بھی شامل کرنا چاہتے ہیں اور اس بے بضاعت کا نام بھی شامل کیا ہے۔ آپ کا یہ اقدام تو اچھا ہے لیکن اس فقیر کے نام اور احوال کے لیے مناسب نہیں ہے۔ میں تو بہت ہی بے علم ہوں۔ نہ میرا نام مشائخ میں ہے اور نہ ہی اہلِ علم وفضل میں۔ آپ کو یقیناً اس معاملہ میں کوئی سہو ہوا ہے، میرا نام قلم زد فرما دیں۔

ہمارے شہر لاہور پر کوئی اعلیٰ درجہ کا علمی وتحقیقی کام نہیں ہوا۔ اُمید ہے کہ جناب کی کتاب اس کمی کے ایک حصہ کو پورا کرے گی"۔[1]

آثارِ علمیہ:

آپ کی مؤلفہ تحقیقی کتب کی تعداد ۱۸ ہے[3] اور اب تک ایک ہزار تحقیقی مقالات دنیا کے مؤقر جرائد میں طبع ہو چکے ہیں۔ یہ مضامین ومقالات:

- ماہنامہ معارف (دارالمصنفین، اعظم گڑھ)
- ماہنامہ برہان (دہلی، ندوۃ المصنفین)
- مجلّہ علومِ اسلامیہ (علی گڑھ)، اورینٹل کالج میگزین (لاہور)،
- مجلّہ تحقیق (پنجاب یونیورسٹی، لاہور)
- ماہنامہ صحیفہ (لاہور)،
- ماہنامہ بصائر (کراچی)، اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور ــــ ۱۶ مقالات)،

۱۔ مکتوب گرامی محررہ ۱۷ اراکتوبر ۲۰۰۸ء بنام محمد عبدالستار طاہر مسعودی

۲۔ غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغان امام ربانی، ص ۴۱۹، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

- ●—— دانش نامہ جہانِ اسلام، تہران (۲۰ مقالات)،
- ●—— دانش نامہ زبان وادب فارسی در شعبہ قارہ، تہران (۲۵۰ مقالات)۔

(۱)—— تالیفات:

- ●—— تذکرہ علمائے ساہووالہ ●—— احوال وآثار سیّد شرافت نوشاہی
- ●—— احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
- ●—— تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند (مجموعہ مقالات)

(۲) تحقیق وتعلیق:

- ●—— ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی
- ●—— حدیقۃ الاولیاء ●—— احوال مشائخ کبار
- ●—— کمالات مظہریہ ●—— بشارات مظہریہ

(۳) تحقیق وتقدیم:

- ●—— اثبات المولد والقیام ●—— رشحاتِ عنبریہ

(۴) تحقیق وتعلیق وترجمہ:

- ●—— مقاماتِ مظہری ●—— حسنات الحرمین
- ●—— لطائف المدنیہ ●—— زادالمعاد
- ●—— معمولاتِ مظہریہ ●—— مقاماتِ معصومی (چار جلدیں)[1]

(۵) عربی کتب:

(۱) رشحات عنبریہ، محمد مظہر مجددی مہاجر مدنی، استنبول، ۱۹۷۹ء

(۲) اثبات المولد والقیام، احمد سعید مجددی مہاجر مدنی، ترکی، ۱۹۸۲ء

(۶) مطبوعہ اردو کتب (تحقیق وتعلیق):

- ●—— حدیقۃ الاولیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۰ء

---

[1] ایضاً، بابت ''مقاماتِ معصومی'' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء

- مقاماتِ مظہری، شاہ غلام علی دہلوی، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۱ء
- مقاماتِ معصومی، میر صفر احمد معصومی، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۴ء

(۷) غیر مطبوعہ کتب:

- آثار المعاصرین

سیّد محمد خالد الیاس زیدی

(کاہنہ نو)

خاندانی پس منظر:

سیّد محمد خالد صاحب شیخ الاسلام مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ جناب سیّد محمد الیاس زیدی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ سیّد محمد الیاس زیدی صاحب دہلی کے مضافات میں واقع قصبہ سیّد بہاؤالدین نگر سے ہجرت کر کے لاہور آباد ہوئے تھے۔ کاہنہ نو میں ''نور المساجد میواتیاں'' جامع مسجد تعمیر کی جس کی امامت و خطابت میں مصروف رہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کی نیابت کے فرائض سیّد محمد خالد الیاس زیدی صاحب کے ذمے آ پڑے۔

ولادت باسعادت:

سیّد محمد خالد الیاس صاحب کی ولادت ۲۹ رجنوری ۱۹۵۶ء کو کاہنہ نو میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بعد ازاں والد صاحب کے کتب خانہ کے کثیر مطالعہ سے حدیث، فقہ اور تاریخ میں مہارت حاصل ہوئی۔

سلسلۂ معاش:

خاندانی طور پر سلسلۂ معاش کھیتی باڑی ہے لیکن سیّد محمد خالد نے ملازمت کو ذریعہ روزگار بنایا۔ ملازمت کے سلسلہ میں لاہور، فیصل آباد، کراچی، راولپنڈی میں مصروف رہے۔ آج کل فیصل آباد ہی میں مصروف کار ہیں۔

بیعت وخلافت:

سیّد خالد صاحب کو ان کے والد گرامی نے بچپن ہی میں مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں بیعت کرا دیا تھا جبکہ کراچی ملازمت کے دوران وہ سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ میں شاہ محمد ابراہیم صابری سے بیعت ہوئے، اور انہی سے سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ ۱۹۹۹ء میں حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

حج کی سعادت:

سیّد محمد خالد صاحب کو ۱۹۹۵ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱؎ محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مسعودی، زیر طبع لاہور

مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی

(شاہین کالونی' والٹن لاہور کینٹ)

علمی وجاہت سے مالا مال، خوش طبع ومنکسر المزاج مولانا محمد یاسین قصوری صاحب اپنے اسلاف کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ نیک نام والدین کی باعثِ فخر اولاد ہیں۔ ارائیں خاندان کے دل نواز سپوت ہیں۔

خاندانی پس منظر:

موضع بھالہ (تحصیل وضلع قصور) میں نسل درنسل آباد آپ کا خاندان مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے معروف رہا

- —— پہلے ''ملاں جودھا کا خاندان''
- —— پھر ''صوفیوں کا خاندان''
- —— اور بعدازاں ''حاجی کا خاندان'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے——

خاندانی طور پر نقشبندی مشرب رکھتے ہیں۔ آپ کے نانا حاجی جمال دین اور ان کے بھائی حاجی چراغ دین ۱۹۱۵ء میں شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے تھے۔ آپ کے بعد گاؤں کے دیگر لوگوں نے بھی شرقپور شریف سے رشتہ طریقت استوار کیا—— یوں یہ گھرانا اپنے گاؤں میں نقشبندی مشرب کا نکتہ آغاز ہوا—— اب یہ فیض نسل درنسل چلتا ہوا ہمارے ممدوح کی اگلی نسل تک منتقل ہو چکا ہے——

ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء!

والدین گرامی قدر:

مولانا محمد یاسین قصوری صاحب کے والدین متقی و پرہیز گار، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شب زندہ دار تھے۔ گھرانا معاشی طور پر اگرچہ غریب تھا لیکن عشق ومحبت رسول اکرم ﷺ اور اولیاء کرام سے عقیدت کے باعث متمول تھا۔ یہی رنگ ہمارے ممدوح کی شخصیت پر غالب ہے۔

برادرانِ گرامی:

آپ تین بھائی اور دو بہنیں ہیں —— بھائیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) علامہ محمد امین نقشبندی (خطیب اعظم قصور)

(۲) محمد لطیف نقشبندی (جو زراعت کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہیں)

ولادت باسعادت:

مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی ۱۹۵۶ء کو مہر احمد دین (م-۱۹۷۱ء) کے ہاں موضع بھالہ (جو قصور شہر کے مغرب میں تین میل دوری پر واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔

حصولِ تعلیم:

● —— مقامی سکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد والدہ محترمہ (م-۲۰۰۶ء) کے حکم وخواہش کے پیشِ نظر ۱۹۷۳ء میں درس نظامی کا آغاز کیا۔

● —— ابتدائی کتب مدرسہ حضرت صدیق شاہ (موضع بگری ضلع قصور) میں علامہ مفتی محمد یونس امجدی قصوری صاحب (خطیبِ اعظم بگری) سے پڑھیں ——

● —— درجہ متوسطہ اور موقوف علیہ کی کتب جامعہ فاروقیہ رضویہ (گھوڑے شاہ روڈ، لاہور) میں علامہ مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی شرقپوری (م-۲۰۰۷ء) اور علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی (م-۲۰۰۵ء) سے پڑھیں

● —— دورہ حدیث (صحاح ستہ) کی تکمیل کے لیے مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (م-۲۰۰۷ء) (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے سامنے زانوئے تلمذ

طے کیا۔

● —— ۱۹۸۱ء میں تنظیم المدارس (اہلِ سُنت و جماعت) پاکستان کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر کے سند فراغت پائی۔

● —— ۱۹۸۴ء میں لاہور بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

● —— ۱۹۸۶ء میں لاہور بورڈ سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔

● —— ۱۹۸۹ء میں لاہور ڈویژن سے او۔ ٹی کا امتحان پاس کیا۔

● —— ۱۹۹۴ء میں اے۔ ٹی۔ سی اور ۲۰۰۲ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی۔ ایڈ عربی کی ڈگری حاصل کی۔

تدریسی خدمات:

● —— درس نظامی کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۶ء جامعہ فاروقیہ رضویہ (گھوڑے شاہ روڈ، لاہور) کے شعبہ درس نظامی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

● —— ۱۹۸۷ء میں محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول، والٹن لاہور کینٹ میں عربی استاد کے منصب پر آغاز کار کیا۔

تدریسی و تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ مختلف مساجد میں امامت و خطابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

بیعت کی سعادت:

۱۹۸۴ء میں اپنے استاد محترم جامع شریعت و طریقت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی شرقپوری علیہ الرحمہ (م-۲۰۰۷ء) کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

مرشد گرامی کی آپ پر خصوصی شفقت اور نظر کرم تھی —— پیر و مرشد کے وصال سے ایک دن قبل اپنے گھرانے کے تمام افراد کو مرشد کامل کی ارادت میں داخل کروا کر نقشبندی سلسلے کو اور قوی کر لیا۔

سیاسی وابستگی:

اخلاقِ حمیدہ اور عاداتِ جمیلہ سے آراستہ مولانا محمد یاسین قصوری سیاسی وابستگی بھی رکھتے ہیں۔ اس حوالہ سے جمعیت علماء پاکستان کے خادم و رکن ہیں۔ قائد ملتِ اسلامیہ حضرت شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ (م-۲۰۰۳ء) سے دلی عقیدت رکھتے ہیں—

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء میں جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی ۱۹۸۷ء میں ماموں حاجی محمد صدیق کی صاحبزادی سے قصور میں قرار پائی۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عطا فرمائے۔ صاحبزادگان میں محمد احمد نورانی اور محمد اعظم نورانی ہیں۔ دونوں نوعمر ہیں اور پرائمری میں زیر تعلیم ہیں۔

آثارِ علمیہ:

مولانا محمد یاسین قصوری صاحب درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ آپ کے آثارِ علمیہ میں درج ذیل کاوشات شامل ہیں:

(۱)——مطبوعہ کتب:

(۱)——تلخیص جواہر العلوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۹ء

(۲)——معین الطالب لامتحان الفاضل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۰ء

(۳)——والدین مصطفیٰ ﷺ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء

(۴)——چشمۂ فیض شیر ربانی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء۔

(۵)—— القاموس البشیر (اردو سے عربی ڈکشنری)، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۸ء

(۶)—— تذکرہ حضرت شیر ربانی اور ان کے خلفاء، مطبوعہ لاہور، ۲۰۱۰ء

(۲)—— تراجم وحواشی:

(۱)—— تفہیم الدراسہ فی دیوان حماسہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۰ء

(۲)—— موطاء امام مالک (ترجمہ وحواشی)، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۸ء

(۳) زیر طبع کتب:

(۱)—— تذکرہ شاہ احمد نورانی صدیقی

(۲)—— امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات

(۳)—— فضائل علم وعلماء

(۴)—— احکام ومسائل مسلم میت

(۵)—— اولیائے پاک وہند (دو جلد) [1]

---

[1] بروایت محمد یاسین قصوری نقشبندی ۵ر ذیقعد ۱۴۲۹ھ/۴ر نومبر ۲۰۰۸ء

سائیں انوار المصطفیٰ نقشبندی

(بلال ٹاؤن، بیدیاں روڈ)

۲۰۰۱ء میں اپنے دونوں بیٹوں ضیاء محی الدین اور محمد فاروق جگنو کے سیکنڈری سکول میں داخلہ کے سلسلہ میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول' بوائے سکاؤٹ (والٹن) جانا ہوا۔ وہاں ممتاز ماہر تعلیم اور سکالر علامہ مولانا محمد یاسین نقشبندی قصوری صاحب سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ وہاں اُنہوں نے اپنے ایک رفیق کار کا بالخصوص تعارف کروایا کہ یہ ہیں ہمارے سائیں انوار المصطفیٰ نقشبندی صاحب!——ادھر دیکھا تو سامنے اُجلی آنکھوں اور چمکتے چہرے والے ایک باریش صاحب کھڑے تھے۔ جن کے بُشرے سے ملاحت اور روحانیت جھلک رہی تھی' ان سے ہاتھ ملایا' علیک سلیک ہوئی' مل کر دلی مسرت ہوئی——بات آئی گئی ہوگئی——

جب احقر نے زیرِنظر موضوع پر کافی کام کر لیا تو علامہ محمد یاسین قصوری صاحب کو خیال آیا کہ سائیں انوار المصطفیٰ کا ذکر خیر اس کتاب میں شامل نہیں' ان کی ماشاء اللہ بڑی خدمات ہیں' انہوں نے احقر کو اس بارے میں مطلع کیا۔ راقم السطور نے ان کے حالات مہیا فرمانے کے لئے عرض کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے کرم فرما کر موصوف کے حالات مہیا فرما کر احقر کو منت کش احسان فرمایا' اگر موصوف کا ذکر خیر شامل نہ ہوتا تو کس قدر تشنگی محسوس ہوتی۔

فجزاکم اللہ احسن الجزاء!

خاندانی پس منظر:

سائیں انوار المصطفیٰ نقشبندی صاحب کا ایک صاحبِ نسبت خاندان سے تعلق ہے' آپ کے اسلاف سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ آپ کے پردادا شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اور آپ کے نانا' میاں شیر

محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرماں والے سے بیعت تھے۔

سائیں انوار المصطفیٰ صاحب کے آباء واجداد منڈی وار برٹن، ضلع شیخوپورہ میں آباد تھے ـــــ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے خاندان کے لوگ ہارون آباد، ضلع بہاول نگر منتقل ہو گئے، بعد میں سب لوگ نواب شاہ (سندھ) میں نقل مکانی کر گئے۔ وہاں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ طریقت استوار کیا۔ آپ کے اکابرین عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ سے نہایت عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

سلسلۂ نسب:

سائیں انوار المصطفیٰ صاحب کا آرائیں خاندان سے تعلق ہے، آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح سے ہے:

انوار المصطفیٰ ولد محمد سلیم ولد محمد حسین ولد فضل دین ولد محمد عظیم ولد نور محمد۔

والد گرامی:

آپ کے والد گرامی محمد سلیم صاحب نیک صفت انسان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام سے گہری محبت اور عشق رکھتے ہیں۔ آپ بھی حضرت اللہ بخش المعروف بہ سوہنے سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ محمد سلیم صاحب کا ذریعہ معاش زراعت تھا۔ علاوہ ازیں طب سے بھی شغف رہا۔

ولادت باسعادت:

انوار المصطفیٰ صاحب ۵/ مئی ۱۹۵۸ء میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے، آپ کی ولادت موضع 84/5R، تحصیل ہارون آباد، ضلع بہاول نگر میں ہوئی۔

رحمتِ الٰہی کا کرشمہ:

ایک ملاقات میں انوار المصطفیٰ صاحب نے بتلایا کہ نوعمری میں انھیں سخت بخار ہو گیا۔ کئی علاج معالجے کئے بخار اترنے کا نام ہی نہ لیتا تھا کوئی دوا کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اڑھائی ماہ گزر گئے۔ میری والدہ میری زندگی سے مایوس ہو گئیں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس

نہ ہوئیں۔ دل میں خیال آیا کہ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ گھر میں واقع دھاڑے میں جا کر سجدے میں جا پڑیں۔ اور روتے گڑگڑاتے ہوئے میری زندگی کی بھیک مانگنے لگیں:

''یا اللہ! تو اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔ میرے بیٹے کو صحت دیدے تندرستی دیدے، تو بڑا غفور و رحیم ہے۔ میرے بیٹے کو زندگی دیدے...... میں اپنے بیٹے کو تیرے دین کا خادم بناؤں گا۔ تیرے مصطفیٰ کے دین کے لئے وقف کردوں گی۔ یا اللہ رحم فرمادے''۔

انہیں اونگھ آ گئی۔ دیکھا کہ بڑی تیز آندھی آئی ہے جو سب کچھ اُڑا لے گئی۔ فقط ڈھارا بچا رہا...... آنکھ کھلی تو دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھ منہ پر پھیرے۔ دوڑ کر مجھے دیکھا تو جو دوا پہلے بے اثر ہوگئی تھی۔ اب اثر کرنے لگی اور چند دن میں اللہ نے مجھے صحت دیدی...... اور میری ماں نے مجھے مصطفیٰ کریم کے دین کا خادم بنا دیا...... تب سے دین کی خدمت کر رہا ہوں۔

تعلیمی سفر:

انوار المصطفیٰ نے مروّجہ ابتدائی تعلیم تو گھر پر ہی حاصل کی۔ بعدازاں نواب شاہ (سندھ) سے ۱۹۷۵ء میں میٹرک کیا، ۱۹۷۷ء میں ایف اے، اور ۱۹۷۹ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی، پھر اپنے پیرومرشد کے حکم پر دینی اور فقہی تعلیم کے حصول کیلئے المرکز الاسلامی، کراچی تشریف لے گئے، وہاں سے علومِ اسلامیہ میں ۱۹۸۰ء میں سند حاصل کی۔ بعدازاں سندھ یونیورسٹی (جام شورو) سے ۱۹۸۳ء میں انگلش میں ماسٹر کیا۔ ۱۹۸۵ء میں انگلش و اُردو مضامین میں بی۔ ایڈ کیا، پھر ۱۹۸۷ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔ اے اسلامیات کی سند پائی۔

بیعت کی سعادت:

گھر کا ماحول دینی اور اہلِ محبت کی محبت سے معمور تھا۔ نیک طینت بزرگوں کی تربیت اور آپ کی فطرتِ سلیمہ نے آپ کے دل و نظر کی آرائش کی۔ ۱۹۷۶ء میں سندھ کے ولیٔ کامل حضرت اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۳ء) سے بمقام

طاہر آباد شریف (ٹنڈوالہ یار سندھ) بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی معروف روحانی شخصیت تھے۔

اجازت وخلافت:

انوار المصطفیٰ صاحب بیعت کے بعد مرشد کریم کی صحبت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ صحبتِ مرشد سے باطنی علوم میں ترقی نصیب ہوئی۔ بیعت کے سات' آٹھ سال بعد مرشد کریم نے ۱۹۸۳ء میں اجازت وخلافت عطاء فرمائی۔

انوار المصطفیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ جس دن اجازت وخلافت کا اعزاز حاصل ہوا' اسی دن آقا کریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت سے سرفراز فرمایا۔

اہلِ لاہور پر کرم فرمائی:

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ جن دنوں ممدوح کو خلافت سے نوازا گیا' انہی دنوں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ فقراء لاہور تشریف لائے۔ یہاں مرکز انوار وتجلیات' دربار داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ حاضری کے دوران مراقبے میں صاحب مزار نے اپنی زیارت سے شادکام کیا اور فرمایا:

''اپنے سندھ والے مرشد کو میرا یہ پیغام دینا کہ ہمیں لاہور کے لیے انوار المصطفیٰ کی ضرورت ہے''۔

یوں تو آپ کا تعلیمی وتبلیغی سلسلے میں لاہور آنا جانا کئی سال پیشتر ہو گیا تھا' مگر خلافت ملنے کے بعد حضرت انوار المصطفیٰ صاحب ۱۹۸۳ء میں لاہور مستقل تشریف لے آئے' اور یہیں کینٹ ایریا میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور تادم امروز خلقِ خدا میں فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بانٹ رہے ہیں اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی برکات سے نواز رہے ہیں۔

ذریعہ معاش:

ہمارے ممدوح نے مروّجہ علوم میں دسترس حاصل کرنے کے بعد پیغمبرانہ ذریعہ معاش کا انتخاب کیا' یعنی خلق خدا کی روحانی وتعلیمی رہنمائی۔ آپ شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں' اسلامیات اور انگریزی آپ کے خصوصی مضامین ہیں۔ آپ نے ۳ دسمبر

۱۹۸۹ء میں مانگا منڈی کے قریب واقع موضع موکے دھاری وال' نتھے خالصہ میں واقع سکول سے تدریس کا آغاز کیا۔ان دنوں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول' بوائے سکاؤٹ (والٹن) میں تعینات ہیں۔

شادی' اولادِ امجاد:

آپ ۱۹۸۲ء میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے' آپ کی شادی اپنے ماموں کے ہاں قرار پائی۔

آپ کی اولاد میں پانچ بچے ہیں' دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے صاحبزادوں کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

○ محمد عبید الرحمٰن ○ محمد سمیع الرحمٰن ○ محمد صفی الرحمٰن

حج کی سعادت:

۲۰۰۴ء میں اہلِ خانہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل ہوئی' مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے بھی شاد کام ہوئے۔

تبلیغ و اصلاحی خدمات:

لاہور آمد پر آپ نے ۲۰۰۱ء میں بلال ٹاؤن' بھٹہ چوک' بیدیاں روڈ پر ''مرکزی ادارہ سفینۃ الاسلام'' قائم کیا۔ جس کے قیام کا مقصد ،حید رضائے الٰہی کا حصول اور کلمۂ حق کی سربلندی ہے۔ ادارہ میں ہر جمعہ اور اتوار کو تبلیغی و اصلاحی پروگرام ہوتا ہے۔[1] —— علاوہ ازیں اس ادارہ کی مزید شاخیں شہر کے دیگر علاقوں' ماڈل کالونی (والٹن)' چونگی امرسدھو' سراج پورہ' داروغہ والا میں مصروف کار ہیں —— مزید برآں موضع لکھوکی (بیدیاں روڈ)' چکری روڈ (راولپنڈی) اور بھوربن روڈ (مری) میں مراکز کے لیے اراضی حاصل کر لی گئی ہے اور جلد ہی تعمیر کا آغاز ہونے والا ہے۔

خدمت الناس اسلامک سوسائٹی کا قیام:

آپ کی سرپرستی میں ۲۰۰۱ء میں ''خدمت الناس اسلامک سوسائٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے' جس کا مشن مخلوقِ خدا کی بھلائی اور اصلاح ہے۔ مخلوقِ خدا کو زیورِ تعلیم سے

آراستہ کرنا، قرآن وسنت کی بالادستی قائم کرنا سوسائٹی ہذا کا مقصد وحید ہے۔

قرطاس وقلم سے رشتہ:

شعبۂ تدریس سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے قرطاس وقلم سے بھی رشتہ استوار کر رکھا ہے۔ دینی اور اصلاحی سلسلے کو مضبوط ومحکم اور وسیع کرنے کے لیے ایک ماہنامہ ''خط'' بھی جاری کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں آسان فہم انداز میں کئی کتب تصنیف فرمائی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اندھیری راہیں، دین کی باتیں، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۴ء

(۲) اوڑھنا بچھونا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۳ء

(۳) نور تقویٰ، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۳ء

(۴) شرح احادیث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۸ء

(۵) تجلی علومِ الٰہیہ (۳ جلد)، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۹ء

ل اس پروگرام میں انوار المصطفیٰ صاحب بیان فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں حاضرین کی ذکر اور مراقبہ کیلئے رہنمائی کی جاتی ہے۔ مرکزی ادارہ میں ماہر تعلیمات اسلامیہ کا دس سمسٹر پر مشتمل کورس کا اجراء ہو چکا ہے۔ یہ کورس اوپن یونیورسٹی کی طرح گھر بیٹھے بھی مکمل کیا جا سکتا ہے——لاہور میں اکثر مقامات پہ انوار المصطفیٰ صاحب کے تبلیغی واصلاحی پروگرام ہوتے رہتے ہیں، لاہور کے علاوہ [illegible]بی میں سالانہ اصلاحی پروگرام ہوتا ہے۔

پروفیسر قاری محمد رفیق مسعودی

(پونچھ ہاؤس نزد چوبرجی)

محترم پروفیسر قاری محمد رفیق مسعودی صاحب بہت مرنجاں مرنج شخصیت ہیں۔ اللہ کریم نے انہیں بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ قرأت ہو، نعت ہو، خطابت ہو، قدرت نے بڑی فیاضی سے ان کی ذات میں یہ تمام ہنر ودیعت کر دیئے ہیں۔ بڑے پُرسوز انداز میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں —— دل گداز رنگ میں نعت شریف پڑھتے ہیں۔ خطاب کرتے ہیں تو طرز ادا اور استدلال کے رچاؤ سے سامعین کو مبہوت کر دیتے ہیں۔ خوش مقال وخوش خیال وخوش خصال قاری محمد رفیق صاحب اپنے سامعین کا دل موہ لیتے ہیں۔ ملتے ہیں تو محبت کی سرشاری دیدنی ہوتی ہے۔ خلوص وچاہت کا حسین مرقع ہیں۔

قاری محمد رفیق مسعودی صاحب کا ڈیرہ غازی خاں کی تحصیل تونسہ شریف کے ایک قصبہ کالووالہ سے تعلق ہے۔ والد گرامی حاجی علی محمد لنگراہ علاقہ کے بڑے زمینداروں میں سے ہیں۔

ولادت باسعادت:

قاری صاحب کے والدین اہلِ طریقت کے معتقد ومحبت رکھنے والے ہیں۔ قاری صاحب کی ولادت ۱۱/اکتوبر ۱۹۶۰ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول کالووالہ سے حاصل کی۔

مروّجہ علوم کی تحصیل:

○ ...... درس نظامی اور حفظ قرآن کریم کی تعلیم مختلف مراکز علمی سے حاصل کی:

مکتب سیّد عبدالکریم شاہ، کالووالہ —— مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، ڈیرہ غازی خاں —— مدرسہ عربیہ شمس العلوم، مدرسہ انوار الاسلام، کوٹ ادو —— لاہور کے مراکز میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، دارالعلوم اسلامیہ کے نام شامل ہیں۔

○ ......۱۹۸۱ء میں میٹرک لاہور سے کیا۔

○ ......۱۹۸۴ء میں بی۔اے، ۱۹۸۶ء میں بی۔ایڈ اور ۱۹۸۸ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے عربی کیا۔

امامت وخطابت:

قاری صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ گزشتہ ربع صدی سے جامعہ مسجد نور غوثیہ پونچھ ہاؤس میں امام وخطیب ہیں ——

شعبہ تعلیم سے وابستگی:

لیکچرار اسلامیات کے طور پر گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج، لاہور میں تعینات ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے آبائی گاؤں میں ۴۰ کنال کے وسیع رقبہ پر مشتمل ۱۹۸۷ء میں ایک ادارے کی بنیاد رکھی۔ اس کی مکمل نگرانی آپ کے فرائض میں شامل ہے۔

صحبت وتربیت:

سلسلہ عالیہ سے وابستگی اور فیض یابی کی اصل بنیاد حضرت مولانا محمد احمد مظہری قریشی صاحب بنے جن کی صحبت اور تربیت قاری صاحب کو ۱۰ سال سے زائد عرصہ تک میسر رہی۔ مولانا محمد احمد مظہری صاحب تعلیم یافتہ، بلند سوچ اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں شرعی تقاضوں کا شدت سے خیال رکھتے اور ان پر کاربند رہتے۔

مجددِ عصر، مسعودِ ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ جب لاہور تشریف لاتے تو مولانا محمد احمد مظہری صاحب کے ہاں ضرور تشریف لاتے۔ آپ کے قیام لاہور کے دوران سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ حد درجہ انکساری، خلوص اور عقیدت کا اظہار فرماتے۔ مولانا قاری صاحب اس وفور محبت و وارفتگی سے ازحد متاثر ہوئے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی نشست و برخاست، انداز و اطوار نے محترم قاری صاحب کو نہایت متاثر کیا۔

بیعت و خلافت:

قاری رفیق صاحب کا دل مصفّٰی تھا جسے مولانا محمد احمد صاحب کی صحبت باصفا نے صیقل کر دیا تھا' چنانچہ ۱۹۹۷ء میں قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ایک سال بعد ۲۳/ستمبر ۱۹۹۸ء میں قبلہ حضرت مسعود ملت سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ میں اجازت و خلافت کی دولت ملی۔ تب سے آپ لاہور میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کی نیابت کے فرائض نہایت محبت و خلوص سے انجام دے رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس پروگرام میں قاری صاحب نہ ہوں وہ بزم بے رونق و بے روح سی لگتی ہے۔

حج بیت اللہ کی سعادت:

دسمبر ۲۰۰۶ء میں حج بیت اللہ شریف و زیارتِ حرمین کی سعادت حاصل ہوئی۔[۱]

قرطاس وقلم سے تعلق:

قبلہ ڈاکٹر صاحب کے دامن سے وابستگی کے باعث برادرم قاری محمد رفیق صاحب نے بھی قلم سے رشتہ استوار کیا ہے۔ متعدد مقالات سینہ قرطاس پر منتقل کر چکے ہیں۔

---

[۱] محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مسعود ملت: زیر طبع لاہور

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

(مومن پورہ، داروغہ والا)

ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ، منفرد لب و لہجہ کے منفرد خطیب، فاضل شہیر حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ۱۲/اپریل ۱۹۶۸ء کو ضلع منڈی بہاؤالدین کے ایک معروف قصبہ بھکھی شریف میں صوفی غلام سرور گوندل صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ صوفی غلام سرور صاحب شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی عہد حاضر میں منفرد حیثیت اور مرتبہ و مقام کے حامل ایک مخلص، محنتی اور ذی شعور دینی سکالر ہیں جن کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے بیک وقت بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ بے مثال مدرّس، ہر دلعزیز خطیب، سنجیدہ اور متین قلم کار، غیر جانبدار محقق، منصف مزاج مفتی، بیسیوں کتب کے مصنف، حاضر جواب مناظر، درد دل رکھنے والے مبلّغ و مصلح اور قادر الکلام شاعر ہیں۔[۱]

ابتدائی تعلیم:

اپنے تعلیمی سفر کا آغاز چار سال کی عمر میں ۱۹۷۲ء کو کیا۔ پہلی کلاس سے کلاس چہارم تک بھکھی شریف کے جنوب میں واقع گاؤں عینو وال میں ماسٹر کرم علی صاحب سے پڑھی —— اسی دوران آپ نے مولانا حکیم عبدالباری بنگالی سے ناظرہ قرآنِ مجید پڑھا۔

۱؎ محبوب الرسول قادری، ملک: میزان حروف ''ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، ایک سنجیدہ اور متین سکالر'' مشمولہ ''فہم دین'' جلد اول، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

پرائمری سے مڈل تک آپ نے بھکھی شریف میں پڑھا جن میں اکثر مضامین فارسی ادب وغیرہ اپنے والد گرامی سے پڑھے —— ۱۹۸۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چک نمبر ۴۰ سے میٹرک امتیازی طور پر پاس کیا۔

۱۹۸۳ء میں جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ سے قاری نذر حسین جلالی سے سات ماہ کے قلیل عرصہ میں حفظ کی سعادت حاصل کی بلکہ جس سال حفظ کیا اسی سال تراویح میں پہلی بار سنانے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

درس نظامی:

حفظ قرآن کریم کے بعد جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ میں ۱۹۸۴ء میں درس نظامی کا آغاز کیا اور پہلے ہی سال درس نظامی کا تین سالہ نصاب مکمل فرمالیا —— ابتدائی کتب فارسی حضرت علامہ پیر سیّد محمد مظہر قیوم شاہ صاحب سے پڑھیں —— صرف ونحو اور فقہ حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب سے پڑھیں۔ منطق کی ابتدائی کتب، فلسفہ اور اصول فقہ کی متوسط درجہ کی کتب بھی انہیٰ سے پڑھیں —— اصول شاشی حضرت علامہ پیر سیّد عرفان شاہ مشہدی صاحب سے پڑھی —— کچھ وسطانی اور فوقانی کتب مولانا حافظ نذیر احمد اور مولانا کریم بخش صاحب سے پڑھیں۔

آپ کی لیاقت اور ذہانت کے باعث جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ نے حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی چشتی صاحب کو بھکھی شریف آنے کی زحمت دی —— آپ کمال شفقت فرماتے ہوئے ۱۹۸۸ء میں تین سال کے لیے بھکھی شریف تشریف لائے۔ اس دوران ہمارے ممدوح نے آپ سے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ ومعانی، منطق وفلسفہ اور علم ہیئت جیسے عظیم فنون میں دسترس حاصل کی۔

علامہ بندیالوی کے ساتھ ساتھ آپ نے علامہ محمد اقبال افغانی صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب نے شہادۃ الثانویہ العامہ سے شہادۃ العالمیہ تک کے امتحانات تنظیم المدارس (اہلِ سنت) کے زیر اہتمام پاس کیے۔ شہادۃ العالمیہ میں پورے

پاکستان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

دیگر تعلیم:

آپ نے دورہ حدیث سے قبل ہی ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے کے باقاعدہ امتحانات دیئے اور نمایاں کامیابی حاصل کی — ۱۹۹۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۹۳ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے بغداد شریف کا سفر کیا۔ وہاں مختلف جامعات کے اصحاب علم و فضل سے استفادہ کیا۔ متعدد لائبریریوں اور مخطوطات کے مراکز میں تحقیق و تدقیق کے مراحل طے کیے — مستنصریہ یونیورسٹی (بغداد شریف) سے امتیازی طور پر جدید عربی میں ڈپلومہ کیا۔

مقالہ ڈاکٹریٹ:

ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے زیر نگرانی حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمہ کے فقہی لٹریچر (فقہ حنفی کے مخطوطہ) پر عربی زبان میں پنجاب یونیورسٹی سے ۲۸؍ دسمبر ۲۰۰۲ء میں پی۔ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ مقالہ تین جلدوں میں چھپ چکا ہے۔

بیعت کی سعادت:

زمانۂ طالب علمی میں جبکہ آپ میٹرک کے طالب علم تھے، ۱۹۸۱ء میں پیر طریقت رہبر شریعت، حافظ الحدیث حضرت پیر سیّد محمد جلال الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ (بھکھی شریف) کے دستِ حق پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

اجازت و خلافت:

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی نے ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی خلافت اور اوراد و وظائف کی اجازت سے نوازا۔[۱]

---

۱ ماہنامہ معارف رضا کراچی شمارہ ستمبر تا نومبر ۲۰۰۸ء، ص ۸۶

اجازتِ تدریس:

عراق میں قیام کے دوران سرکار غوث الاعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے روضہ مبارک پر بغداد معلیٰ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت، علم وفن کی اتھارٹی حضرت مفتی شیخ عبدالکریم محمد المدرّس علیہ الرحمہ کے حلقۂ علمی میں آپ نے خوب خوب اکتساب کیا—— حضرت شیخ نے ہمارے ممدوح کو وظائف و روحانی اجازات کے ساتھ ساتھ اجازتِ تدریسِ علوم سے نوازا۔

مناظرانہ کردار:

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب بہترین مناظر بھی ہیں۔ درس نظامی کے ابتدائی سالوں میں ڈاکٹر صاحب نے فیصلہ کن مناظرے بھی کیے اور فتنہ پرستوں کو شکست سے دوچار کیا—— موضع منوالی کلاس کے (گوجرانوالہ) میں عبدالرشید غیر مقلد سے رفع یدین اور موضع مرالہ ضلع منڈی بہاؤ الدین میں دعا بعد نماز جنازہ کے موضوع پر تاریخی مناظرے کیے اور فتح عظیم سے سرشار ہوئے۔

خطابت کا آغاز:

آپ نے ۱۹۹۴ء کو باقاعدہ خطابت کا آغاز کیا۔ بغداد شریف سے واپسی پر پہلا خطبہ جمعۃ المبارک مرکزِ حق جامع مسجد رضائے مصطفیٰ، پیپلز کالونی (گوجرانوالہ) میں ارشاد فرمایا۔ آج تک اپنا فیض خطبہ جمعہ کی شکل میں وہیں لٹا رہے ہیں۔

تدریس کا آغاز:

۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے بھگت پورہ (لاہور) میں حکیم محمد فرزند علی صاحب کے مکان سے تدریس کا آغاز کیا۔ یہاں عوام الناس کے لیے ''حدائق بخشش'' کا درس ارشاد فرماتے۔

سند فراغت پانے کے بعد آپ نے کریما سے لے کر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی پڑھایا ہے اور مسلسل پڑھا رہے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں آپ کے تلامذہ کی پہلی کھیپ

چالیس کی تعداد میں جامعہ جلالیہ سے دورۂ حدیث مکمل کر کے فارغ ہوئی۔[1]

شاعرِ دل نواز:

آپ کی ایک شاعر بھی ہیں اگر چہ اس فن میں مزید ریاضت کی ضرورت اور کمال کے حصول کے لئے مزید محنت کی اہمیت سے انکار نہیں۔ بہر حال وہ اچھے شاعر ہیں —— وہ اپنے شعبے کے بنجر ماحول میں بادِ صبا کے دل کشا جھونکے کی طرح ہیں۔ ان کے کلام میں رنگِ تغزل غالب ہے۔ پڑھنے کا انداز اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔[2]

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام، لاہور سے وابستگی:

سراج پارک، مومن پورہ روڈ، داروغہ والا میں ۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو قائد اہلِ سُنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے جامعہ جلالیہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

ڈاکٹر صاحب ۱۹۹۶ء کو جامعہ ہذا میں پرنسپل کی حیثیت سے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے ——

ادارہ صراطِ مستقیم، گوجرانوالہ کا قیام:

تحفظ ناموس رسالت، بیداری امت اور غلبۂ اسلام کی خاطر آپ نے ۱۱ر مئی ۲۰۰۷ء کو گوجرانوالہ میں ''ادارہ صراطِ مستقیم'' قائم فرمایا —— ادارہ کے زیرِ اہتمام مختلف شہروں میں مبلّغینِ ادارہ دروسِ قرآن کا سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں —— ڈاکٹر صاحب آٹھ مقامات پر خود ماہانہ درسِ قرآن ارشاد فرماتے ہیں۔

''ادارہ صراطِ مستقیم'' کے زیر اہتمام ماہ صیام شریف میں بھٹی میرج ہال گوجرانوالہ میں ہونے والے ۲۹ روزہ فہم دین کورس میں آپ درس ارشاد فرماتے ہیں —— ''ادارہ صراطِ مستقیم'' کے پلیٹ فارم سے فکرِ آخرت کانفرنسز، تحفظ ناموس رسالت کانفرنسز اور تحفظ ایمان کانفرنسز کا بھی انعقاد ہوتا ہے۔

---

[1] محبوب الرسول قادری، ملک: ''میزان حروف'' مشمولہ ''فہم دین'' جلد اول مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

[2] محبوب الرسول قادری، ملک: میزانِ حرف'' مشمولہ ''فہم دین'' جلد اوّل مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء

غیر ملکی اسفار:

یوں تو آپ نے حج و عمرہ کی سعادت کے لیے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کئے جس میں عراق، متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، ہانگ کانگ اور لندن قابلِ ذکر ہیں۔

آڈیو، ویڈیو ونگ کا قیام:

ڈاکٹر صاحب کے ملفوظات نہ صرف آڈیو، ویڈیو، سی ڈیز اور انٹرنیٹ کے ذریعے ملک و بیرون ملک سنے جاتے ہیں بلکہ کتابی شکل میں شائع بھی ہو رہے ہیں۔

صراط مستقیم پبلی کیشنز، لاہور کا قیام:

آپ کے خطابات کو کتابی صورت دینے اور اسکی اشاعت کے لیے صراط مستقیم پبلی کیشنز کا قیام عمل میں لایا گیا —— آپ کے خطابات کی آڈیو، ویڈیو اور سی ڈیز پیش کرنے میں بھی یہی ادارہ پیش پیش ہے —— فہم دین کے موضوع پر ہونے والے آپ کے لیکچر ''فہم دین'' ہی کے زیرعنوان مرتب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی آٹھ جلدیں مرتب ہو چکی ہیں جبکہ پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس وقت ادارہ صراط مستقیم اپنی ویب سائٹ (www.siratemustaqeen.net) کے ذریعہ پوری دنیا میں پیغام حق پہنچا رہا ہے —— خطبہ جمعتہ المبارک بہت سے ممالک میں سنا جاتا ہے جس کے موضوعات پہلے مشتہر کر دیئے جاتے ہیں —— ادارہ کا آرگن بھی عنقریب لانچ کیا جا رہا ہے۔

آپ کی شخصیت:

اپنے پرائے سبھی آپ کے علم و فضل کے معترف ہیں۔ عجز وانکساری، وسیع النظر فی، مہمان نوازی، صدق وصفا، جودوسخا، شرم وحیا اور خلوص وسوز کے سانچہ میں ڈھلی آپ کی باکمال اور بارعب شخصیت تعصب سے پاک دلوں میں درجہ مقبولیت کو پہنچ چکی ہے۔[1]

---

[1] محمد یونس قادری، مولانا: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، مشمولہ ''افزائش نور'' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء

آثار علمیہ:

آپ کے سرمایۂ علمی میں پچاس کے قریب مختلف دینی، ملّی، فقہی اور معاشرتی موضوعات پر کتب شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ــــ فہم دین (آٹھ جلد)
- ــــ غائبانہ نماز جنازہ
- ــــ چٹاگانگ میں چند روز
- ــــ مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (چھ حصے)
- ــــ مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے
- ــــ جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام
- ــــ صلوٰۃ وسلام پر اعتراض، آخر کیوں؟
- ــــ محاسنِ اخلاق

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

(ریلوے روڈ)

سفید شلوار کُرتے میں ملبوس، سر پر سفید عمامہ، روشن آنکھوں، چمکتی پیشانی، سفید نورانی چہرے والا یہ شخص اپنے حلقے میں منفرد ہے۔ اس کی گفتگو میں ٹھہراؤ ہے، متانت ہے،——سُنّت سے مزین شخصیت اسے اپنے ہم عصروں اور ہم عمروں میں ایک امتیاز عطا کرتی ہے—— علامہ ملک محمد شہزاد مجددی صاحب حکیم اہلِ سُنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے حلقۂ اثر میں رہے ہیں۔

ولادت:

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب ۴/نومبر ۱۹۷۰ء کو ملک محمد علی صاحب کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے۔

عصری تعلیمی سفر:

- —— پرائمری، گورنمنٹ جونیئر ماڈل سکول، نشتر روڈ، لاہور ۱۹۸۲ء
- —— میٹرک، گورنمنٹ وطن اسلامیہ ہائی سکول، لاہور ۱۹۸۷ء
- —— ایف اے، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور ۱۹۸۹ء
- —— بی اے، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور ۱۹۹۲ء
- —— ڈپلومہ فارسی زبان وادب، خانہ فرہنگ ایران، لاہور ۱۹۹۳ء

تحصیل علوم دینیہ:

عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے علوم دینی کی تحصیل کی طرف توجہ کی۔
اس سلسلہ میں آپ مختلف اداروں میں معروف اہلِ علم وفضل سے مستفیض ہوئے:

- ——جامعہ اسلامیہ سیفیہ، باڑہ (پشاور) ۱۹۹۵ء-۱۹۹۱ء
- ——جامعہ اسلامیہ، لاہور——سند اعزاز الشہادۃ العالیہ ۲۰۰۴ء
- ——فاضل عربی——لاہور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ۲۰۰۶ء
- ——ایم۔اے علوم اسلامیہ: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۹ء

معروف اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ میں معروف اہلِ علم وفضل کے نام قابلِ ذکر ہیں:

- ——شیخ الحدیث مولانا محمد حمید جان سیفی (جامعہ اسلامیہ سیفیہ، باڑہ)
- ——علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)
- ——مفتی علامہ علی احمد سندھیلوی
- ——پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد
- ——پروفیسر ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی
  (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ)
- ——پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی
  (صدر شعبہ فارسی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

بیعت وارادت:

علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب' اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن پیرارچی خراسانی صاحب سے بیعت ہیں۔آپ کا سلسلہ طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ ہے۔

اجازات وخلافت:

آپ کو اپنے پیرومرشد سے طرق اربع نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ میں

اجازت وخلافت حاصل ہے۔

دیگر اجازات:

سلسلہ طریقت میں اجازات کے علاوہ آپ کو حدیث میں بھی اجازات حاصل ہوئیں۔ ان میں بہت سے مؤقر اسماء گرامی شامل ہیں:

- ــــ شیخ محمد سعید الکحیل مدظلہ العالی (حمص، شام) (۲۰۰۵ء)
- ــــ شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ (۲۰۰۶ء)
- ــــ مفتی علامہ علی احمد سندھیلوی مدظلہ العالی (۲۰۰۶ء)
- ــــ ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی (۲۰۰۷ء)

تحریکی وتنظیمی خدمات:

آپ نے مختلف اداروں سے تحریکی وتنظیمی وابستگی اختیار کی۔ ان اداروں میں آپ نے مختلف حیثیات میں خدمات انجام دیں:

- ــــ انجمن طلباء اسلام، لاہور (جنرل سیکرٹری) ۱۹۸۹ء-۱۹۸۸ء
- ــــ جہاد اسلام موومنٹ (جنرل سیکرٹری) ۱۹۹۰ء
- ــــ تحریک مشائخ اہلِ سُنت (مرکزی ناظم اعلیٰ) ۱۹۹۴ء
- ــــ دفاع اسلام محاذ (رکن مرکزی مجلس عاملہ) ۲۰۰۵ء تا حال
- ــــ تحفظ ناموس رسالت محاذ (رکن مرکزی مجلس عاملہ) ۲۰۰۵ء تا حال

خطابت:

آپ کا خطاب استدلال اور تحقیق کا مزاج لیے ہوتا ہے۔ آپ کے خطاب سے عوام وخواص ہر دو طبقے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ نے مختلف مقامات پر اپنی خطابت کے جوہر دکھائے:

- ــــ مسجد یا رسول اللہ، ریلوے روڈ، لاہور ۱۹۹۴ء
- ــــ مسجد حبیبیہ غوثیہ، اندرون بھاٹی گیٹ لاہور ۱۹۹۷ء تا ۱۹۹۸ء

- ــــــ جامع مسجد اچ شاہ، چیمبرلین روڈ، لاہور ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۲ء
- ــــــ جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، قلعہ محمدی راوی روڈ ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۴ء
- ــــــ جامع مسجد نور پنجاب کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی' غازی روڈ ڈیفنس لاہور ۲۰۰۴ء تا حال ۲۰۰۹ء

تاریخ گوئی:

سخن وری سے شغف ہونے کے باعث آپ کو تاریخ گوئی میں بھی ملکہ حاصل ہے۔ ۲۰۰۵ء سے تا حال آپ نے بیسیوں تاریخی مادے اور قطعات (اردو فارسی) استخراج کیے ہیں۔ تاریخی مادوں پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب ہو چکا ہے۔

مختلف رسائل سے وابستگی:

آپ مختلف دینی رسائل سے بھی وابستہ ہیں جو آپ سے تحقیقی تصنیفی خدمات لے رہے ہیں۔ ان میں یہ رسائل قابلِ ذکر ہیں:

- ــــــ ماہنامہ السیف الصارم، لاہور پشاور ــــــ مدیر
- ــــــ ماہنامہ فاران (گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور) ــــــ مدیر
- ــــــ ماہنامہ ساتھی، مظفر آباد (آزاد کشمیر) ــــــ مدیر اعلیٰ
- ــــــ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور ــــــ رکن مجلس تحریر
- ــــــ ماہنامہ فقہ الباطن، لاہور ــــــ مدیر

سُنی لٹریری سوسائٹی کا قیام:

آپ سنی لٹریری سوسائٹی کے بانی اور نگرانِ اعلیٰ ہیں۔ بگڑے ہوئے ماحول کی سدھار کے لیے، مسلمان نوجوان نسل کی ذہنی و روحانی تربیت اور صحیح اسلامی اور عقائد اہلِ سُنت پر مبنی کتب اور رسائل کی مفت تقسیم کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ اس کے لیے مئی ۱۹۹۴ء میں سنی لٹریری سوسائٹی، لاہور کی بنیاد رکھی گئی جس کے زیرِ اہتمام معاونین اور مخلصین کے تعاون سے ہزاروں کی تعداد میں کتابیں، پمفلٹ، اسٹکرز اور بیجز شائع و مفت تقسیم کیے

گئے۔

ماہانہ دُروسِ قرآن وحدیث:

دیگر گوناگوں مصروفیات میں ماہانہ دروس قرآن وحدیث کا اہتمام بھی شامل ہے۔

آپ مختلف مقامات پر درسِ قرآن وحدیث دیتے ہیں:

- —— درسِ قرآن: ہر انگریزی مہینے کی پہلی اتوار —— (مغرب تا عشاء)
  بمقام جامع نور، پنجاب کوآپریٹو سوسائٹی، غازی روڈ، ڈیفنس لاہور
- —— درسِ قرآن: ہر انگریزی مہینے کی دوسری اتوار —— (مغرب تا عشاء)
  بمقام سوڈی وال پنڈ، نزد شیزان فیکٹری، لاہور
- —— درس حدیث: انگریزی مہینے کی تیسری اتوار —— (دن گیارہ بجے)
  بمقام ایکس 590۔ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور
- —— درسِ قرآن: انگریزی مہینے کی آخری اتوار —— (مغرب تا عشاء)
  بمقام جامع مسجد قادریہ، ہربنس پورہ، لاہور
- —— ہفت روزہ درسِ قرآن ومحفلِ ذکر بروز بدھ بعد عشاء
  بمقام دارالاخلاص (مرکز تحقیقِ اسلامی) ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

اسفار:

آپ کو مختلف ممالک میں جانے کے لیے سفر کا بھی موقع ملا۔ ان میں حجازِ مقدس کے علاوہ متحدہ عرب امارات اور شام کے ملک شامل ہیں۔

آثارِ علمیہ:

خطابت کے ساتھ ساتھ علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب نے قرطاس وقلم سے بھی رشتہ استوار کر رکھا ہے۔ آپ کی متعدد چھوٹی بڑی تحقیقی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں —— آپ کو شاعری سے بھی شغف ہے۔ آپ کے کلام کے ایک مجموعہ ''ثناء کا موسم'' پر ۲۰۰۱ء میں صدارتی ایوارڈ مل چکا ہے —— آثارِ علمیہ پر مبنی دستیاب معلومات یہ ہیں:

● ——مطبوعہ کتب:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	ذکر حقیقی	لاہور	مارچ ۱۹۹۴ء
(۲)	نجدی کون	لاہور	مئی ۱۹۹۴ء
(۳)	اثبات المیلاد	لاہور	جولائی ۱۹۹۴ء
(۴)	تحفظ صلوٰۃ	لاہور	فروری ۱۹۹۴ء
(۵)	ایک تاریخی غلطی کا ازالہ	لاہور	مئی ۱۹۹۵ء
(۶)	اربعین سیفی	لاہور	مارچ ۱۹۹۶ء
(۷)	فضائل دستار	لاہور	جولائی ۲۰۰۰ء
(۸)	سلاسل اربعہ	لاہور	مئی ۲۰۰۱ء
(۹)	نوافل کی جماعت مکروہ ہے	لاہور	نومبر ۲۰۰۱ء
(۱۰)	اربعین فاتحہ	لاہور	اکتوبر ۲۰۰۳ء
(۱۱)	حضور ﷺ کا ذوقِ عبادت	لاہور	دسمبر ۲۰۰۴ء
(۱۲)	اسلام کا فلسفۂ نوافل	لاہور	اگست ۲۰۰۶ء

● ——مطبوعہ مجموعہ کلام:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	مہر خراساں (فارسی مناقب)	لاہور	اکتوبر ۱۹۹۵ء
(۲)	حریصٌ علینا (پہلا مجموعہ نعت)	لاہور	۱۹۹۷ء
(۳)	ثناء کا موسم (دوسرا مجموعہ حمد و نعت)	لاہور	۲۰۰۴ء
(۴)	سلاسل اربع سیفیہ (منظوم)	لاہور	۲۰۰۶ء
(۵)	تجلیات (کثیر مجموعہ حمد و نعت) زیر طبع	لاہور	۲۰۰۹ء

● مطبوعہ تراجم:

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	کشف الالتباس فی استحباب اللباس	شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ	لاہور	دسمبر ۱۹۹۶ء
(۲)	عرفانِ ذات	امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ	لاہور	جولائی ۱۹۹۹ء
(۳)	نماز اور حضور ﷺ کی دعا	مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی علیہ الرحمہ	لاہور	مارچ ۲۰۰۰ء
(۴)	عصمت نبوی ﷺ	امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ	لاہور	فروری ۲۰۰۳ء
(۵)	میلاد شریف کے فیوض برکات	امام محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ	لاہور	مارچ ۲۰۰۷ء
(۶)	الروض الانیق فی فضل الصدیق	امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ	لاہور	جولائی ۲۰۰۷ء
(۷)	فضائل قرآن	ملا علی القاری علیہ الرحمہ	لاہور	جولائی ۲۰۰۷ء
(۸)	ہدایۃ الغوی ترجمہ القول القولِ	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	لاہور	اکتوبر ۲۰۰۷ء
(۹)	شب قدر کے فیوض و برکات	امام ابوزرعہ العراقی	لاہور	ستمبر ۲۰۰۸ء

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

(دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ)

چھریرا بدن، میانہ قد، خشخشی داڑھی سے آراستہ گندمی رنگ کا متبسم چہرہ اور نور علم سے چمکتی آنکھیں، ان سے ملتے ہوئے پہلی نظر میں محسوس نہیں ہوتا کہ آپ کے سامنے ایک ایسی ذات ایستادہ ہے جس نے کم عمری میں وہ علمی فتوحات حاصل کی ہیں کہ جو اس کے ہم عصروں کے لیے ایک روشن مثال ہے۔ تحقیق کی وہ لگن کہ نہ رات کی پرواہ نہ دن کی، ــــ کتابوں کے جھرمٹ میں ہمہ وقت اپنی دُھن میں مگن رہنے والے نوجوان ریسرچ اسکالر ہمارے ممدوح ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس ہیں ــــ ان کے بارے میں صوفی غلام سرور نقشبندی (م-۲۰۰۹ء) رقم طراز ہیں:

> ''آپ تحقیقی ذوق کے مالک ہیں، ــــ آپ کی نگارشات نہایت معیاری ہوتی ہیں، مقالۂ ڈاکٹریٹ آپ کی اعلیٰ تحقیق کا نمونہ ہے'' [۱]

قرآن وحدیث اور تصوف آپ کی تحقیق کا خاص موضوع ہیں۔

شجرۂ نسب:

آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

محمد ہمایوں عباس ابن غلام عباس ابن فضل محمد ابن فقیر محمد۔

---

[۱] غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: تعارف مقالہ نگار مشمولہ ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' جلد دوم، ص ۲۶۷، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

ولادت باسعادت:

ڈاکٹر محمد ہمایوں ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو غلام عباس[1] صاحب کے ہاں فیصل آباد کی تحصیل گوجرہ میں پیدا ہوئے۔[2]

تعلیمی مراحل:

آپ اندرون ملک و بیرون ملک مختلف تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم رہے اور بالعموم ہر امتحان میں امتیازی حیثیت میں کامیابی حاصل کی:

- ــــ گورنمنٹ ماڈرن اے وی مڈل سکول فیصل آباد سے مڈل کیا۔ ۱۹۸۳ء[3]
- ــــ ایم سی ہائی سکول، فیصل آباد سے میٹرک کیا ــــ ۱۹۸۵ء
- ــــ گورنمنٹ کالج، فیصل آباد سے ایف ایس سی کیا ــــ ۱۹۸۷ء
- ــــ گورنمنٹ کالج، فیصل آباد سے بی ایس سی کیا ــــ ۱۹۸۹ء
- ــــ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان سے ایم۔اے اسلامیات کیا ــــ ۱۹۹۳ء
- ــــ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان سے پی۔ایچ ڈی کیا ــــ ۲۰۰۲ء
- ــــ یونیورسٹی آف گلاسگو (یو۔کے) سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا ــــ ۲۰۰۷ء

دیگر تعلیمی امور:

نصابی تعلیم کے دوران آپ نے مندرجہ ذیل کورسز بھی کیے:

- ــــ اسلامی کورس خط و کتابت ــــ الدعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد ۱۹۸۹ء
- ــــ عربی بول چال، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئج اینڈ سائنسز، اسلام آباد ۲۰۰۱ء
- ــــ تفسیر القرآن، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئج اینڈ سائنسز، اسلام آباد ۲۰۰۱ء
- ــــ فرانسیسی بول چال، گورنمنٹ کالج، لاہور ۲۰۰۳ء

---

[1] محمد ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر: بائیو ڈیٹا C.V

[2] غلام سرور نقشبندی، مجددی، صوفی: جہان امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد دوم، ص ۶۷

[3] بروایت ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تدریسی خدمات:

آپ نے اسلامک اسٹڈیز کے لیکچرار کی حیثیت سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا،—— اس سلسلہ میں آپ مختلف اداروں سے منسلک رہے۔ آج کل گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور میں رئیس شعبہ اسلامیات ہیں۔

- ——تبلیغ الاسلام ایجوکیشن سنٹر، فیصل آباد
- —— جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد ۱۹۹۳ء تا ۲۰۰۱ء
- ——لیکچرار ان اسلامک اسٹڈیز——محی الدین اسلامک یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر ۲۰۰۱ء
- ——لیکچرار شعبہ اسلامک اسٹڈیز——گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۵ء
- ——اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز——گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۵ء تا حال
- ——سنٹر فار سٹڈی آف اسلام،——سکول آف ڈیوی نٹی، گلاسگو یونیورسٹی (یو۔کے) ۲۰۰۶ء

کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت:

آپ نے ملکی سطح پر اور بیرون ملک منعقدہ مختلف کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی اور سامعین کو اپنی تحقیقات سے مستفیض کیا:

- —— برصغیر میں مطالعہ حدیث کانفرنس' منعقدہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد ۲۰۰۳ء
- —— سیرت سیمینار——مرکز تحقیق، فیصل آباد ۲۰۰۴ء
- ——آل پاکستان آٹھویں قرآن کانفرنس——BZU، ملتان، ۲۰۰۴ء
- ——نیشنل مجدد کانفرنس
- ——صوبائی سیرت کانفرنس، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور ۲۰۰۵ء
- ——قومی سیرت کانفرنس، وزارت امور مذہبی، اسلام آباد ۲۰۰۵ء

- —— سیرت سیمینار، —— مرکز تحقیق، فیصل آباد ۲۰۰۶ء
- —— انٹرفیتھ کانفرنس، بمقام ایڈنبرا ۲۰۰۶ء
- —— سوشل سائنس کانفرنس، یونیورسٹی آف سائنس ملائشیاء

ممبر شپ آف سوسائٹیز:

آپ مختلف سوسائٹیوں کے ممبر بھی ہیں:

- —— یونیورسل پیس فاؤنڈیشن (یو۔کے)
- —— عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان
- —— مرکز تحقیق، فیصل آباد

اعزازات:

اللہ کے فضل وکرم سے آپ کی علمی کاوشوں کو بنظرِ استحسان دیکھا گیا اور سرکاری سطح پر مختلف اعزازات سے نوازا گیا:

- —— پریذیڈنٹ ٹیلنٹ ایوارڈ U.G.C(H.E.C) ۱۹۸۷ء
- —— پوسٹ ڈاکٹرل سکالرشپ —— HEC —— گورنمنٹ آف پاکستان
- —— نیشنل ایوارڈ، سیرت کی بہترین کتاب: ''سماجی بہبود تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں'' ۲۰۰۵ء

شرفِ بیعت:

آپ نے مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ العالی فیصل آباد کے صاحبزادے علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء کو بیعت کا شرف حاصل کیا۔[1]

خانگی زندگی:

اگست ۲۰۰۲ء میں پروفیسر حافظ عبدالمجید صاحب کی صاحبزادی صاحبہ سے نکاح

[1] جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد دوم، ص ۷۶۷

ہوا۔۔۔۔۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی ہے جس کا نام بریعہ فاطمہ ہے۔

آثار علمیہ:

محمد ہمایوں عباس شمس بڑی رواں، صاف اور شستہ و رفتہ زبان میں اپنے مفہوم کو ادا کرنے کی بھرپور علمی و ادبی استعداد رکھتے ہیں۔ اب ان کا دینی و علمی مطالعہ لائق صد ستائش و آفریں ہے۔ اس میں ان کی سچی لگن اور شبانہ روز کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مثبت سوچ برقرار رکھے اور وہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے، معتدل روش کو اپناتے ہوئے مذہب کے مختلف پہلوؤں پر سادہ زبان میں اختلاف کی زد میں آئے پہلوؤں پر مفکرانہ روشنی ڈالیں۔[1]

تحقیق کے ذوق وشوق اور لگن کے باعث آپ کے کئی علمی شہ پارے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کے کئی مقالات مندرجہ ذیل جرائد کی زینت بنے:

- ماہنامہ زندگی نو (دہلی)
- ماہنامہ منہاج (لاہور)
- ماہنامہ سوئے حجاز (لاہور)
- ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)
- ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور)
- ماہنامہ جمال کرم (لاہور)
- ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام (گوجرانوالہ)
- ماہنامہ معارف اولیاء (لاہور)
- دو ماہی الصفا (دہلی)
- سہ ماہی فکر و نظر (اسلام آباد)
- سہ ماہی فکر و نظر (علی گڑھ)
- مجلّہ علوم القرآن (علی گڑھ)
- مجلّہ بحث و نظر (حیدر آباد دکن)
- مجلّہ معارف اسلامی (اسلام آباد)
- مجلّہ اسلامی تحقیق (لاہور)
- مجلّہ راوی (لاہور)
- مجلّہ پطرس (لاہور)
- مجلّہ الثقافۃ الاسلامیہ (کراچی)

آپ کے ناشرین میں یہ ادارے شامل ہیں:

---

[1] مظفر عالم جاوید، ڈاکٹر: حرف اول "اسلام کا نظام تعلیم" مصنف ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء

- تحقیقات (لاہور)
- زاویہ (لاہور)
- تصوف فاؤنڈیشن (لاہور)
- مکتبہ جمال کرم (لاہور)
- سنگت پبلی کیشنز (لاہور)
- مکتبہ صبح نور (فیصل آباد)
- شیخ احمد سرہندی اسلامک سنٹر (فیصل آباد)

تصانیف میں سیکنڈری لیول کی سات درسی کتب کے علاوہ بقیہ نگارشات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(1)—مطبوعہ کتب:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	مرزائیوں کے باطل نظریات	فیصل آباد	۱۹۹۸ء
(۲)	زادراہ	فیصل آباد	۲۰۰۱ء
(۳)	حضرت مجدد الف ثانی اور معارف حدیث	فیصل آباد	۲۰۰۱ء
(۴)	حوض کوثر	لاہور	۲۰۰۲ء
(۵)	ضعیف اور موضوع روایات (اصول وضوابط)	لاہور	۲۰۰۲ء
(۶)	اسلام کا نظام تعلیم	فیصل آباد	۲۰۰۲ء
(۷)	محبت رسول ﷺ (اہمیت، تقاضے)	فیصل آباد	۲۰۰۳ء
(۸)	کعبہ	لاہور	۲۰۰۳ء
(۹)	انسان، قرآن کی نظر میں	فیصل آباد	۲۰۰۳ء
(۱۰)	تخریج احادیث (اصول وضوابط)	فیصل آباد	۲۰۰۳ء
(۱۱)	سماجی بہبود تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	لاہور	۲۰۰۵ء
(۱۲)	مذہبی انتہاپسندی اور اس کا تدارک تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	لاہور	۲۰۰۶ء

(۱۳)	چہل احادیث حضرت مجدد الف ثانی	لاہور	۲۰۰۸ء
(۱۴)	مکتوبات امام ربانی کے مآخذ	لاہور	۲۰۰۸ء
(۱۵)	حضرت مجدد الف ثانی اور مصنف حدیث	لاہور	۲۰۰۸ء
(۱۶)	شیخ سیّد علی ہجویری کے تفسیری نکات	لاہور	۲۰۰۹ء
(۱۷)	مکتوباتِ مسعودی (ترتیب وتدوین)[1]	لاہور	۲۰۰۹ء
(۱۸)	مقام نبوت (حضرت مجدد کے افکار کا مطالعہ)	لاہور	۲۰۰۹ء
(۱۹)	مقدمات پیر کرم شاہ (ترتیب وتدوین)	لاہور	۲۰۰۹ء
(۲۰)	جی۔سی۔یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ کے اہلِ قلم (۱۸۶۴ء—۲۰۰۹ء)	لاہور	۲۰۰۹ء
(۲۱)	کتب تفاسیر میں اسرائیلی روایات	لاہور	۲۰۰۴ء
(۲۲)	عربی میں کتب سیرت		

(2)—اردو تراجم:

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	رسالہ اذان	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	لاہور	۲۰۰۲ء
(۲)	الورقات	امام الحرمین امام جوینی	لاہور	۲۰۰۲ء

(3)—غیر مطبوعہ:

● —مقالۂ ڈاکٹریٹ: حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری وفقہی خدمات (زیر نگرانی ڈاکٹر محمد اکرم رانا)[2] ۲۰۰۲ء

---

[1] مجدد عصر مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور سرور ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کی باہمی مراسلت

[2] اپنے پیرو مرشد حضرت علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی کے قرب اور فیضانِ نظر سے روحانی سلسلہ بیعت کے جدامجد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا——ڈاکٹر مظفر عالم جاوید (حرف اول: ''اسلام کا نظام تعلیم'' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء)

● —— مقالہ پوسٹ ڈاکٹریٹ: Al Jannat al Thamaniya

(Translation & Annotation)

(سنٹر فار دی سٹڈی آف اسلام، گلاسگو یونیورسٹی، گلاسگو (یو۔کے)[1]

(زیر نگرانی ڈاکٹر مونا صدیقی)

---

[1] محمد ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر: جی سی یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ کے اہلِ قلم، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۹ء

میاں محمد معروف احمد شرقپوری
(فتح گڑھ)

دراز قد، چھریرے بدن، باریش متبسم چہرے والے میاں محمد معروف احمد شرقپوری صاحب جہد مسلسل کی علامت ہیں۔ آپ کی شبانہ روز خدمت اور محنت نے انہیں مرشد کریم کے خواص میں لا کھڑا کیا بلکہ اب خادم خاص کے منصب پر فائز ہیں۔ یہ اعزاز، یہ امتیاز سب کرم کے فیصلے ہیں۔

گھر والوں نے نام ''معروف الحسن'' رکھا جبکہ والدہ پیار سے ''محمد معروف'' کے نام سے بلایا کرتیں۔ جب اہل اللہ کے دامن سے وابستگی ہوئی تو مرشد کریم ''معروف احمد'' کہہ کر یاد فرمانے لگے۔ موصوف نے ان سب رشتوں اور نسبتوں کے امتزاج سے اپنا نام ''محمد معروف احمد شرقپوری'' لکھنا اور کہلوانا شروع کر دیا۔ اب وہ اسی نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

آباؤ اجداد:

آپ کے دادا میاں محمد صدیق صاحب زمیندار تھے، اور مشرقی پنجاب کے قصبہ کھیم کرن میں مقیم تھے۔ قیام پاکستان کے موقع پر ہجرت کر کے قصور آ گئے۔ ہجرت کے دوران دو سکھوں نے مہاجرین کے اس مختصر سے قافلے پر حملہ کر دیا۔ میاں محمد صدیق صاحب نے ایک سکھ کو جہنم واصل کر دیا جبکہ دوسرا اپنے ساتھی کا بدانجام دیکھ کر بھاگ گیا۔

ہجرت کے وقت میاں معروف کے والد صاحب کی عمر پانچ سال تھی۔

ولادت باسعادت:

میاں محمد معروف احمد صاحب ارائیں خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت میاں محمد حسن قصوری (م-۳۰ر جنوری ۲۰۰۵ء) کے ہاں یکم مارچ ۱۹۷۱ء کو بمقام فتح گڑھ (نواح مغلپورہ، لاہور) میں ہوئی۔

تحصیل علم:

میاں معروف صاحب نے درج ذیل تعلیم حاصل کی:

- ۱۹۸۶ء میں پرائمری تا میٹرک مسلم لیگ ہائی سکول، ایمپریس روڈ، لاہور سے تعلیم حاصل کی۔
- ۱۹۸۸ء میں گورنمنٹ کالج باغبان پورہ، لاہور سے ایف۔اے کیا۔
- ۱۹۹۱ء میں گورنمنٹ کالج باغبان پورہ سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔
- ۱۹۹۵ء میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور سے لائبریری سائنس میں ڈپلومہ کیا۔
- ۱۹۹۹ء میں کمپیوٹر سائنس انفارمیٹکس، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور سے MCS کی ڈگری حاصل کی۔

بیعت اور اس کا پس منظر:

بی۔اے کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد اگست ۱۹۹۱ء میں اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل میں بیعت کے لیے شرقپور شریف حاضر ہوئے لیکن فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب مدظلہ العالی ان دنوں مانچسٹر کے دورے پر تھے۔ چنانچہ میاں معروف صاحب شیر ربانی، میاں شیر محمد شرقپوری اور ثانی لاثانی میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دے کر لوٹ آئے۔

ماہ ستمبر میں میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب مدظلہ العالی پاکستان واپس تشریف لے آئے۔ میاں معروف صاحب باردگر شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ وہاں پتہ

چلا کہ میاں صاحب شہر والے مکان میں ہیں۔ وہاں بیٹھک میں بابا حیات صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بابا حیات اس وقت اکیلے ہی تھے۔ آنے کا مقصد دریافت کیا کہ کیسے آئے ہو؟ —— میاں معروف نے کہا کہ بیعت کے لیے آیا ہوں۔ بابا حیات نے وضو کرنے کے لیے کہا اور فرمایا: ''میاں صاحب گھر تشریف لے گئے ہیں، ابھی تھوڑی دیر تک آ جائیں گے''۔

اس دوران بابا حیات میاں صاحب کے حوالے سے واقعات سناتے رہے۔

بابا حیات کہنے لگے کہ پنجابی میں بیعت کرنے کو دو طرح سے سمجھا جاتا ہے مثلاً:

(۱) کہتے ہیں: ''پیر پھڑ چھڈ یا'' —— مطلب یہ کہ ایک بندہ جب بیعت کر لیتا ہے تو پھر اپنے مرشد کامل کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ ''پیر کے بیعت ہوا''، یعنی بیعت ہونے کے بعد مرشد کی باتوں پر عمل کیا اور نہ ہی کبھی حاضری کے لیے گئے۔

تم کون سی بیعت کرنے آئے ہو، —— میاں معروف کہتے ہیں کہ میں اس وقت کالج کا طالبعلم تھا، تصوف اور روحانیت سے نابلد تھا —— میں بھلا بابا حیات کو کیا بتلاتا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ قبلہ میاں صاحب بیٹھک کے سامنے سے ہوتے ہوئے دارالمبلغین حضرت میاں صاحب کے درس کی طرف روانہ ہو گئے۔

بابا حیات نے کہا:

''جلدی کرو، میاں صاحب درس کی طرف جا رہے ہیں''۔

قبلہ میاں صاحب کی رفتار بہت تیز تھی۔ مجھے کئی دفعہ بھاگ کر میاں صاحب کے ساتھ ملنا پڑا۔ بابا حیات' میاں صاحب سے دو چار قدم کے فاصلہ پر تھا جبکہ میں بابا حیات صاحب سے دو چار قدم کے فاصلہ پر تھا۔ میاں صاحب درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ بابا حیات نے میاں صاحب سے عرض کیا:

''حضور! لاہور سے ایک لڑکا بیعت ہونے کے لیے آیا ہے'' ——

میاں صاحب نے مجھ سے پوچھا: ''تمہارا وضو ہے؟'' —— میں نے عرض کیا،

''جی ہے''۔ پھر دونوں ہاتھوں سے میاں صاحب کا ہاتھ تھاما اور بیعت مکمل کی۔ کچھ دیر بعد میاں صاحب نے فرمایا:

''ہم تو لاہور جا رہے ہیں۔ اگر تم نے جانا ہے تو گاڑی کے پیچھے بیٹھ جاؤ''۔

میں میاں صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

خانقاہ کے اشاعتی کام میں معاونت:

میاں معروف نے بتایا: بیعت ہونے کے بعد ہفتہ میں ایک دن ضرور شرقپور شریف حاضر ہوتا۔ میاں صاحب سے اگر ملاقات نہ بھی ہوتی تو بھی شرقپور شریف حاضری معمول رہا — آہستہ آہستہ ماہنامہ ''نور اسلام'' کے دفتر میں بھی باقاعدگی سے آنا شروع کر دیا۔

۲۰۰۳ء میں سہ ماہی ''شیر ربانی ڈائجسٹ'' (انگریزی) کا ڈیکلریشن ملا، — ۲۰۰۴ء میں اس کی باقاعدہ اشاعت کا آغاز ہوا اور میاں معروف صاحب اس کے مدیر و منتظم ٹھہرے — ۲۰۰۷ء میں روزنامہ ''شیر ربانی'' لاہور کا ڈیکلریشن منظور ہوا۔ اس کی بھی ادارت و انتظام کی ذمہ داری معروف صاحب کے کندھوں پر آ پڑی — چنانچہ روزنامہ ''شیر ربانی'' کا پہلا شمارہ ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو منظر عام پر آیا — یہ تمام سلسلے اللہ کے فضل و کرم سے ہنوز جاری و ساری ہیں۔

آثار علمیہ:

آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے ترجمان اخبار و رسائل کی ادارت کے ساتھ آپ نے کتب نویسی کا بھی آغاز کیا۔ ان کے قلم سے نکلے یہ قلم پارے قابلِ ذکر ہیں:

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
(۱)	فہرست ذخیرہ کتب فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی جلد اول	پنجاب یونیورسٹی، لاہور	۲۰۰۲ء

(۲)	" " جلد دوم	پنجاب یونیورسٹی، لاہور	۲۰۰۵ء
(۳)	" " جلد سوم	پنجاب یونیورسٹی، لاہور	
(۴)	ارشادات اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی	لاہور	
(۵)	مکاتیب فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی	لاہور	

شیخ محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی
(واپڈا ٹاؤن)

۲۰۰۵ء میں ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' (مطبوعہ امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل' کراچی) کی ابتدائی پانچ جلدوں کی اشاعت پر اظہار تشکر کے لئے ایوانِ اقبال' لاہور میں ایک پُر وقار تقریب منعقد ہوئی۔ یہ تقریب ''قومی امام ربانی کانفرنس'' کے نام سے موسوم تھی۔ جسے مجدد الف ثانی سوسائٹی (سمن آباد' لاہور) اور بزم اربابِ طریقت (حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدین ومحبین) کی شراکتِ کار نے تشکیل دیا'۔۔۔ اس کانفرنس میں اک دراز قد وجیہہ نوجوان کو یوں مصروف کار پایا جیسے ساری بزم کا کرتا دھرتا وہی ہو' جیسے کانفرنس کا سارا بار اسی کے شانوں پر ہو۔۔۔ مجھے اس دلکش شخصیت کے مالک کا ہمہ جہت' کردار بڑا بھلا لگا'۔۔۔ اپنے قریب بیٹھے ملک محمد سعید مسعودی صاحب سے پوچھا کہ یہ فعال صاحب کون ہیں؟۔۔۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ناظم ہیں۔۔۔ محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی۔۔۔ یعنی محض نام کے ناظم نہیں' کام کے ناظم' اور صوفی صاحب کے منظور نظر مرید'۔۔۔ اور بعد میں برادرم محمد اسلم مسعودی صاحب نے بتلایا کہ مجدد الف ثانی سوسائٹی کے کثیر شعبے ناظم صاحب کی نظامت کے تحت ہیں۔

خاندانی پس منظر:

محمد ناظم صاحب کا شیخ برادری سے تعلق ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل آپ کے اہلِ خاندان امرتسر (مشرقی پنجاب) میں رہائش پذیر تھے۔ وہاں کپڑے کی تجارت سے وابستہ تھے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کے پڑدادا شیخ فضل دین اپنے گھر والوں کے ہمراہ ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔

سلسلۂ نسب:

آپ کا مختصر سلسلۂ نسب یوں ہے:

شیخ محمد ناظم ولد شیخ محمد بشیر ولد شیخ دوست محمد ولد شیخ فضل دین۔

دادا جان:

آپ کے دادا شیخ دوست محمد نے دو شادیاں کی تھیں۔ آپ کثیر الاولاد شخصیت تھے۔ دونوں بیویوں سے چھ بیٹیاں اور سات بیٹے تولد ہوئے — بیٹوں کے نام یہ ہیں:

- شیخ علی محمد، — شیخ فقیر محمد، — شیخ محمد رمضان
- شیخ محمد بشیر — شیخ عبدالسلام — شیخ محمد احسان
- شیخ محمد عثمان

والد ماجد:

آپ کے والد ماجد شیخ محمد بشیر نقشبندی مجددی ملک کے معروف نعت خواں ہیں۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت ہیں — آپ نے یارِ غار سیّدنا صدیقؓ اکبر رضی اللہ عنہ اور امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق کپڑے کی تجارت کو ذریعہ معاش بنایا — آپ "بشیر شال ہاؤس" کے نام سے انارکلی بازار، لاہور میں روزگار کا سلسلہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ آپ بلاناغہ گزشتہ ۴۳ سال سے پیرس مارکیٹ انارکلی بازار، لاہور اور اس سے زائد عرصہ سے اپنی قیام گاہ پر محفل میلاد کا انعقاد کر رہے ہیں۔ جس کے باعث ہمارے ممدوح کے لئے پیدائش سے قبل ہی مدحت صاحبِ کون و مکاں سماعت کا حصہ بنتی رہی۔

آپ کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں:

- محمد اعظم، — محمد ناظم — محمد قاسم
- محمد ہاشم — محمد عاصم

ولادت:

ہمارے ممدوح محمد ناظم صاحب کی ولادت ۷ر نومبر ۱۹۷۲ء کو بمقام کرشنا گلی نمبر ۵ گوالمنڈی، لاہور میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم:

سکول کی ابتدائی جماعتیں گوالمنڈی میں پڑھیں' بعدازاں گھر والوں نے توحید پارک گلشن راوی میں رہائش اختیار کرلی۔ سکول کی بقیہ جماعتیں وہاں قریبی سکول میں پڑھیں۔ ناظرہ قرآن کریم قاری محمد خلیل صاحب سے پڑھا جو جامع مسجد عظمت الاسلام (توحید پارک' گلشن راوی) کے امام وخطیب تھے۔

دیگر تعلیمی مراحل:

○ —— ۱۹۸۸ء میں گورنمنٹ سینٹ فرانسیس انارکلی' لاہور سے میٹرک کیا۔
○ —— ۱۹۹۰ء میں ایف سی کالج' لاہور سے انٹر کیا۔
○ —— ۱۹۹۲ء میں ایف سی کالج' لاہور سے گریجوایشن کیا۔
○ —— ۱۹۹۳ء میں جامعہ جمیل العلوم' سمن آباد لاہور سے سرٹیفکیٹ ان تفسیر کیا۔
○ —— ۱۹۹۵ء میں جامعہ جمیل العلوم' سمن آباد لاہور سے سہ ماہی تفسیر کورس کیا۔
○ —— ۱۹۹۶ء میں پنجاب یونیورسٹی' لاہور سے ایم اے اکنامکس کیا۔
علاوہ ازیں کمپیوٹر کی تعلیم بھی حاصل کی۔
○ —— ۲۰۰۱ء میں جامعہ جمیل العلوم' سمن آباد لاہور سے دوسالہ ڈپلومہ کیا۔
(یہ ڈپلومہ تفسیر' حدیث' فقہ اور عربی زبان وادب پر مشتمل تھا۔)

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کرام میں یہ مقتدر شخصیات سرفہرست ہیں:

○ —— پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی ○ —— پروفیسر قاری محمد مشتاق احمد نقشبندی
○ —— پروفیسر سیّد عبدالرحمٰن بخاری ○ —— پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی ۲۰۰۰ء میں اپنی خالہ زاد سے ماڈل ٹاؤن' لاہور میں ہوئی۔

ل آپ کے سسر اور خالو محمد اکرم شیخ بیرسٹر سپریم کورٹ آف پاکستان ہیں۔ آپ سپریم کورٹ بار کے صدر بھی رہ چکے ہیں اور نواز حکومت کے پہلے دور میں ''لیگل ایڈوائزر'' بھی رہ چکے ہیں۔

اولادِ امجاد:

آپ کی اولاد میں ایک نعمت یعنی صاحبزادہ محمد احمد اور دو رحمتیں (جڑواں بیٹیاں) ہاجرہ مبین اور فاطمہ مبین ہیں۔

بیعت کی سعادت:

محمد ناظم صاحب ۱۹۹۰ء میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شاہسوار سرورِ ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م-۲۰۰۹ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ صوفی صاحب کی صحبت سے آپ کے ظاہر و باطن میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ بالخصوص فکری اعتبار سے استحکام حاصل ہوا اور دینی خدمات جذبہ روز افزوں ہوا۔

خلافت و اجازت:

۱۴ر فروری ۲۰۱۰ء کو مجدد عصر حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ (م-۲۰۰۸ء) کے خلیفۂ اکبر اور امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی کے مؤسس حضرت علامہ مولانا جاوید اقبال مظہری صاحب مدظلہ العالی نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

معاشی مشاغل:

یوں تو آپ خاندانی طور پر تاجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ۱۹۹۴ء میں لاہور ہائی کورٹ میں بطور اسسٹنٹ ملازمت اختیار کی۔ یہ سلسلہ ۲۰۰۰ء تک چلتا رہا۔ بعدازاں ملازمت سے مستعفی ہوگئے اور ریڈی میڈ گارمنٹس کا کام شروع کیا۔ آجکل بند روڈ پر ایمبرائیڈری کے روزگار سے وابستہ ہیں۔

قرطاس وقلم سے استواری:

مرحوم ومغفور جناب سرورِ ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت پہلو شخصیت تھے۔ آپ کی صحبت اختیار کرکے ہمارے ممدوح کا قرطاس وقلم سے بھی رشتہ استوار ہوا۔ محترم صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مجدد الف ثانی سوسائٹی کے تمام شعبوں میں کام کرنے کی سعادت حاصل رہی اور یہ سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔

صوفی صاحب کی صحبت میں آپ کا بے شمار اہلِ علم وفضل و اہلِ قلم سے واسطہ رہا اور ہنوز واسطہ ہے ــــ اور اسی بنا پر قرطاس وقلم آپ کی پہچان بن گئے۔ جامعہ مسجد شیر ربانی سمن آباد میں منعقد ہونے والے ہفت روزہ' ماہانہ اور سالانہ پروگراموں کی روئیدادیں اور رپورٹیں مرتب کیں۔

آثارِ علمیہ:

آپ نے صوفی صاحب کی ترغیب وتحریک پر پہلا مقالہ بعنوان ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' لکھا ــــ جو ''طلبہ کی قلمی کاوشیں'' (مطبوعہ لاہور) کی زینت بنا ــــ دیگر قلمی کاوشات حسبِ ذیل ہیں:

۱- آسمانِ نقشبندیت' فلک مجددیت کا کوکب درخشاں' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء[1]

۲- تذکار سرور مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء

۳- مقاماتِ سرور مطبوعہ لاہور ۲۰۱۱ء

خراجِ تحسین:

نو آموز قلمکار ہونے کے باوجود آپ کی کتب میں جو پختہ کاری جھلکتی ہے' وہ محض آپ کے مرشد کریم کی تربیت اور فیضانِ نظر کا نتیجہ ہے۔ آپ کی نگارشات و کاوشات کو سراہتے ہوئے کئی اہلِ علم وفضل نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ نمونہ مشت از خروارے ــــ ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] یہ کتاب سرور ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پہلی باقاعدہ تصنیف ہے۔ یہ کتاب آپ کی حیاتِ ظاہری میں لکھی گئی۔ آپ نے ملاحظہ فرمائی تو مصنف سے فرمایا: ''تم' تو انعام کے مستحق ہو'' ــــ پھر کمال کرم فرماتے ہوئے ہمارے ممدوح کو گلے سے لگا کر فرمانے لگے:

''تم نے محبت کا خوب اظہار کیا ہے' ــــ جاؤ اپنے استاد پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کو دکھا دو کہ مبالغہ آرائی کا ازالہ ہو جائے''۔

ناظم صاحب راوی ہیں کہ انہیں یہ کتاب لکھنے کا خواب میں حکم ہوا' ــــ جس کی سب احباب نے تائید کی اور پروفیسر راغب الیاس شاہ نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے فرمایا:

''اس نے ہم سب کے دل کی باتوں اور کیفیت کی نمائندگی کی ہے' اس میں کوئی مبالغہ نہیں کیا گیا''۔

(بروایت محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی' (بتحدیث نعمت)

○—— پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور:

''حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں جو شمع مجددی روشن کی تھی، آپ اس کی روشنیاں خوب پھیلا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے احباب کے رشحاتِ قلم کو بڑی خوبصورتی سے محفوظ کیا، اور عوام کی رہنمائی کے لئے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا .... اللہ تعالیٰ حضرت پیر غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند کرے۔ انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا اور آپ حضرات اس چشمۂ مجددیہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں'' [1]

○—— پروفیسر محمد احسان احمد قاری:

''تذکار سرور'' برادر مکرم جناب محمد ناظم بشیر صاحب کی صبح و شام کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی علمی و روحانی اور مسلکی خدمات کو جس خوبصورت انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔ کتاب کی سطر سطر، لفظ لفظ سے ان کے فنا فی الشیخ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کی تحریر میں پختگی اور سلاست، خیالات وافکار میں ربط وتسلیم کی اگر داد نہ دی جائے تو یہ مصنف سے از حد زیادتی ہوگی۔ اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ عزیزم محمد ناظم بشیر صاحب کے قلم میں مزید رعنائی عطا فرمائے اور ان سے دینِ متین کی خدمات اسی طرح لیتا رہے'' [2]

---

[1] مکتوب بنام محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

[2] مکتوب بنام محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

صاحبزادہ محمد عثمان علی نقشبندی

(داروغہ والا)

آپ صاحب طرز مدرّس و امام و خطیب علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی (م-۲۰۰۵ء) کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔

ولادت:

صاحبزادہ محمد عثمان کی ولادت ۱۹۸۱ء میں داروغہ والا، لاہور میں ہوئی ——

حصول تعلیم:

۱۹۸۷ء میں آپ کے والد گرامی نے تسمیہ خوانی کرائی —— جامعہ فاروقیہ رضویہ (گھوڑے شاہ روڈ، لاہور) میں اپنے والد گرامی سے تعلیم کا آغاز کیا —— بعد ازاں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور علامہ مولانا خادم حسین رضوی سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی —— ۲۰۰۵ء میں ایف۔اے کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کیا۔

شادی و اولاد:

۲۰۰۶ء میں شادی خانہ آبادی ہوئی —— ۲۰۰۷ء میں بیٹے کی ولادت ہوئی، جس کا نام احمد رضا رکھا گیا۔

تعلیمی و تدریسی خدمات:

۲۰۰۵ء میں والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے جامعہ شیر ربانی اسلامک سینٹر،

داروغہ والا میں پرنسپل کی حیثیت سے تعلیمی و تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ جامعہ سے متصل مسجد میں خطابت کی خدمات دینا شروع کیں۔

شخصی اوصاف:

آپ علم و عمل، گفتار و رفتار، مہمان نوازی اور دیگر اوصاف کے اعتبار سے اپنے والد گرامی علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی کے مظہر ہیں۔[1]

[1] بروایت مولانا محمد یاسین قصوری نقشبندی

کتابیات

(ا) —— کتب:

۱- نذیر احمد، میاں: وصیّت نامہ حضرت مہر محمد صوبہ نقشبندی

۲- غلام سرور لاہوری، مولانا: حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء

۳- غلام سرور لاہوری، مولانا: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء

۴- محمد الدین فوق، منشی: تذکرہ علمائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء

۵- محمد الدین فوق، منشی: مآثر لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

۶- محمد الدین فوق، منشی: یادِ رفتگاں، مطبوعہ لاہور

۷- محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

۸- محمد صادق قصوری: اکابرِ تحریکِ پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۹- محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۱۰- محمد حسین بدر، حکیم: سمات ستارے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۱۱- محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علمائے اہلِ سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۱۲- محمد سعید احمد نقشبندی، مولانا: اشعۃ اللمعات مترجم، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

۱۳- محمد صدیق، پروفیسر: پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

۱۴- اخلاق احمد، میاں: تذکرہ حضرت ایشاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء

۱۵- محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابرِ اہلسنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

۱۶- اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلِ سُنت و جماعت لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

۱۷- شہزاد احمد: تذکرہ عاشق رسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء
۱۸- محمد دین کلیم قادری، مؤرخ لاہور: تذکرہ حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی لاہوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء
۱۹- علی احمد سندھیلوی، علامہ مفتی: التقریرات شرح اردو المرقات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء
۲۰- عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء
۲۱- محمد لطیف ملک: اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء
۲۲- نور احمد چشتی، مولوی: تحقیقاتِ چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء
۲۳- محمد یاسین قصوری، مولانا: چشمہ فیض شیر ربانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء
۲۴- محمد اختر دہلوی، مرزا: تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند، مطبوعہ لاہور
۲۵- جمیل اطہر سرہندی: شیخ سرہند، مطبوعہ لاہور
۲۶- غلام دستگیر نامی، پیر: بزرگانِ لاہور، مطبوعہ کراچی
۲۷- نذیر احمد شرقپوری' ڈاکٹر: انوار شیر ربانی' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء
۲۸- بابر سعید سیہول، انجینئر: حضرت مولانا چراغ دین، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ء
۲۹- محمد علی نقشبندی، علامہ: شرح مؤطا امام محمد، مطبوعہ لاہور
۳۰- محمد علی نقشبندی، علامہ: فقہ جعفریہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور
۳۱- عالم فقری، علامہ: تذکرہ اولیائے لاہور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء
۳۲- محمد عبدالستار طاہر مسعودی: مکتوباتِ مسعودی (غم نامے اور تعزیت نامے) مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء
۳۳- محمد ہمایوں عباس شمس' ڈاکٹر: اسلام کا نظامِ تعلیم' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء
۳۴- ریاض احمد'' مرزا: نجم الہدیٰ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء
۳۵- منیر احمد یوسفی، علامہ: آدابِ دعا اور اوقاتِ مقبولیت، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء
۳۶- ظہور احمد جلالی، مفتی: کنز الہدایات مترجم، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء

۳۷- محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مظہری، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۱ء
۳۸- محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقاماتِ معصومی، جلد اول، چہارم، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء
۳۹- محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: جہان امام ربانی، جلد چہارم، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء
۴۰- نذیر احمد شرقپوری' ڈاکٹر: حضرت ثانی لاثانی شرقپوری' بحیثیت آئینہ سنتِ مصطفیٰ' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء
۴۱- نذیر احمد شرپوری' ڈاکٹر: حیات وتعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء
۴۲- محمد اشرف آصف جلالی' ڈاکٹر: فہم دین' جلد اوّل' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ء
۴۳- بابر سعید سیہول، انجینئر: نور چراغ، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء
۴۴- محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی: کوکبِ درخشاں، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء
۴۵- محمد یونس قادری، مولانا: افزائش نور، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸ء
۴۶- محمد ہمایوں عباس شمس' ڈاکٹر: جی سی یونیورسٹی' لاہور کے شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ کے اہل قلم' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۹ء
۴۷- مشتاق احمد نقشبندی مجددی، پروفیسر قاری: تصوف روحِ اسلام' مطبوعہ لاہور ۲۰۱۰ء
۴۸- محمد عبدالستار طاہر مسعودی: شہزادگانِ مجددیہ (زیر طبع)
۴۹- محمد عبدالستار طاہر مسعودی: خلفائے مسعود ملت (زیر طبع)
۵۰- بروشر برائے ''مقامات معصومی'' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴ء
۵۱- اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مجالس علماء، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء
۵۲- محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: جہان امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد ششم مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء
۵۳- محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد یازدہم مطبوعہ کراچی ۲۰۰۷ء

۵۴- غلام سرور نقشبندی مجددی، صوفی: ارمغانِ امام ربانی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۷ء

۵۵- محمد نور احمد چشتی، مولوی: تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور

۵۶- سعید احمد صدیقی: مقالاتِ صدیقی، مطبوعہ لاہور

(۲)——اخبارات ورسائل:

۱- روزنامہ نوائے وقت لاہور شمارہ ۲۹ رمئی ۲۰۰۲ء

۲- ماہنامہ سلسبیل' لاہور' شمارہ اگست ستمبر ۱۹۶۸ء

۳- ماہنامہ نقوش، لاہور (لاہور نمبر)

۴- ماہنامہ انوار لاثانی، نارووال

۵- ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور شمارہ مئی ۱۹۹۴ء

۶- ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور شمارہ جون ۱۹۹۴ء

۷- ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور شمارہ جولائی ۱۹۹۴ء

۸- ماہنامہ سلسبیل، لاہور (حاجی فضل احمد نمبر) شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء

۹- ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور شمارہ جنوری ۲۰۰۵ء

۱۰- ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور شمارہ مئی جون ۲۰۰۶ء

۱۱- ماہنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ ستمبر تا نومبر ۲۰۰۸ء

۱۲- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ نومبر ۲۰۰۹ء

(۳)——مکتوبات:

۱- مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ٹھٹھہ	نجم المشائخ صاحبزادہ محمد اشرف مجددی	فروری ۱۹۸۹ء
۲- حافظ رضائے مصطفیٰ نقشبندی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۲۵ رشعبان ۱۴۲۹ھ ۲۸ راگست ۲۰۰۸ء
۳- پروفیسر محمد اقبال مجددی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۱۷ راکتوبر ۲۰۰۸ء

۴- پروفیسر محمد اقبال مجددی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۳/نومبر ۲۰۰۸ء
۵- مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۵/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ
۶- میاں محمد عالم مختار حق	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۱۰/نومبر ۲۰۰۸ء
۷- میاں محمد عالم مختار حق	لاہور	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۲۴/دسمبر ۲۰۰۸ء